پاکستانی ادب کے معمار

ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت اور فن

شفیق الرحمٰن الہ آبادی

اکادمی ادبیات پاکستان

پاکستانی ادب کے معمار

(سلسلہ ۱۵۷)

ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت اور فن

پاکستانی ادب کے معمار

ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت اور فن

شفیق الرحمٰن الہ آبادی

اکادمی ادبیات پاکستان

پطرس بخاری روڈ، سیکٹر H-8/1، اسلام آباد

نگرانِ اعلیٰ	:	ڈاکٹر یوسف خشک
مدیرِ اعلیٰ	:	محمد عاصم بٹ
مصنف	:	شفیق الرحمٰن الٰہ آبادی
نظرِ ثانی	:	ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان
طباعت	:	اختر رضا سلیمی
اشاعت	:	2021
تعداد	:	500
ناشر	:	اکادمی ادبیات پاکستان، H-8/1، اسلام آباد
مطبع	:	فسٹ پریس، اسلام آباد
قیمت	:	مجلد:-/240 روپے
		غیر مجلد:-/200 روپے

ISBN: 978-969-472-458-4

Pakistani Adab Kay Maimar
Dr. Najeeb Jamal : Shakhsiyat-aur-fun

Written By
Shafiq Ur Rehman Allabadi

Publisher
Pakistan Academy of Letters
Islamabad, Pakistan

فہرست

پیش نامہ

ڈاکٹر نجیب جمال اپنے ہم عصر لکھنے والوں اور گفتگو کرنے والوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ وہ ایک شگفتہ مزاج دھیمے لہجے کے حامل ایسے صاحب دانش وعلم ہیں جنھوں نے نصف صدی سے زیادہ علمی وادبی تحقیقی اور تنقیدی حوالے سے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

ڈاکٹر نجیب جمال سماجی حقائق کے ساتھ ساتھ جمالیاتی ذوق کو بھی متوازن تنقیدی رائے کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ انھوں نے خاص کر یگانہ چنگیزی پر جس وقت نظری اور اعلیٰ تنقیدی بصیرت و گہرائی کے ساتھ تنقیدی اور تحقیقی کام کیا ہے اس وقت سے اردو میں یگانہ شناسی کے باب میں انھیں بہت نمایاں مقام حاصل ہے۔ اسی درجہ کا اُن کا کام غالب کے فن کے حوالے سے بھی ہے۔ یوں اردو میں ڈاکٹر نجیب جمال کو یگانہ و غالب شناسوں کی صف اوّل میں شمار کیا جاتا ہے۔ انھوں نے عمر عزیز کا بیشتر حصہ اردو زبان وادب کی تدریس میں گزارہ اور ہنوز اسی شعبے سے وابستہ ہیں۔ اندرون اور بیرون ملک محققین کی ایک بڑی تعداد ان کے علمی وادبی تجربے سے فیض پا چکی ہے اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے۔

زیر نظر کتاب پروفیسر شفیق الرحمن الہ آبادی نے تحریر کی ہے جو خود بھی تعلیم و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ انھوں نے بہت چھان بین اور علمی تحقیق کے ساتھ اس کتاب کو تصنیف کیا ہے۔ یہ کتاب ڈاکٹر نجیب جمال کی شخصیت اور فن کے بارے میں تفہیم اور آگاہی میں اضافے کا باعث بنے گی۔

اس کتاب کی اشاعت اور تزئین و آرائش کے حوالے سے میں اپنے رفیق کار محمد عاصم بٹ کی کاوشوں کے مشکور ہوں۔ اُمید ہے اس سلسلہ کی دیگر کتب کی طرح اس کتاب کو بھی قارئین اپنے پسندیدگی کے اعزاز سے نوازیں گے۔

ڈاکٹر یوسف خشک میریٹوریس پروفیسر

چیئرمین، اکادمی ادبیات پاکستان

پیش لفظ

تحقیق وتنقید انسانی فطرت میں شامل ہے، یہ صداقت کی تلاش اور حقائق کی بازیافت کے ساتھ ساتھ ذمہ داری، دقتِ نظری اور ریاضتِ فکری کا کام ہے، مجھے کالج کے زمانے سے ہی تحقیق وتنقید سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ ایم۔اے اردو کرنے کے لیے جب بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان میں داخلہ لیا تو اس ذوق کو مزید جلا ملی۔ ابتدائی طور پر میرے مضامین ماہِ نو، نیرنگ خیال، شام وسحر، الزبیر، رنگ ادب ودیگر ادبی رسائل واخبارات میں شائع ہونے لگے اور یوں ایم۔فل میں تحقیق وتنقید کے ذوق کو مقالے کی صورت میں عملی جامہ پہنانے کا موقع ملا، جب کورس ورک کی تکمیل ہوئی اور مقالے کا خاکہ جمع کرانے کو کہا گیا تو میری خواہش تھی کہ میں کسی ایسی ادبی شخصیت پر مقالہ تحریر کروں جو محقق اور نقاد بھی ہو اور اس سے مجھے شرف تلمذ بھی رہا ہو تو میں نے استادِ محترم پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال کا انتخاب کیا۔ یہ میری خوش ✶ ہے کہ اس موقع پر استادِ محترم کیمپس میں تشریف لائے، میری ملاقات ہوئی تو ان کی مشاورت سے میں نے اپنے مقالے کا عنوان "ڈاکٹر نجیب جمال بحیثیت محقق یگانہ" منتخب کیا جسے تکمیل کے بعد اوپن ڈیفنس کے بعد منظور کرلیا گیا۔ میری خوش بختی دیکھیے کہ ایم۔فل کی تکمیل کے بعد جب اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل صاحب کا خط وصول ہوا جس میں انھوں نے مجھے دعوت دی کہ آپ "پاکستانی ادب کے معمار" کے تحقیقی منصوبے کے حوالے سے "ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت اور فن" کے موضوع پر ایک کتاب لکھیے تو مجھے بے حد خوشی ہوئی اور میں نے اس پیشکش کو قبول کرلیا۔ میرا ایم۔فل کا مقالہ ڈاکٹر نجیب جمال کی ایک جہت بحیثیت محقق یگانہ تک محدود تھا۔ زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر نجیب جمال کی شخصیت اور فن کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کی کاوش کی ہے ان کی شخصیت اور سوانح کے علاوہ ان کی ادبی خدمات، تصانیف وتالیفات، دیباچہ نگاری، مضمون نگاری اور بطور محقق یگانہ کا احاطہ کیا گیا ہے، کام کے حوالے سے مجھے یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ حرفِ آخر ہے لیکن میری

یہ کاوش ڈاکٹر نجیب جمال کی ادبی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی شخصیت وفن کے بہت سے در وا کرے گی، میں قومی سیرت ایوارڈ یافتہ شاعر و ادیب جناب مرزا خورشید بیگ میلسی کا ممنون ہوں جنھوں نے بہت محبت سے اس کتاب کا دیباچہ تحریر کیا، ان اساتذہ کرام، احباب اور دوستوں کا بھی شکریہ جنھوں نے ڈاکٹر نجیب جمال کے حوالے سے مجھے اپنی قیمتی آرا سے نوازا، محترمہ صائمہ ممتاز صاحبہ بھی میرے شکریے کی مستحق ہیں کہ انھوں نے اس کتاب کی پروف ریڈنگ کے فرائض سرانجام دیے۔ میں خاص طور پر اکادمی ادبیات پاکستان اور اس ادارے کے چیئرمین ڈاکٹر یوسف خشک کا بہت شکرگزار ہوں کہ انھوں نے یہ کتاب لکھنے کی اجازت دی اور اسے شائع کرنے کی حامی بھری۔ میں جناب علی یاسر کا بھی شکرگزار ہوں (جنھیں مرحوم کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے) جنھوں نے اس کتاب کو لکھوانے کا کام اپنی زندگی میں کرلیا تھا۔ میری دعا ہے کہ استاد محترم ڈاکٹر نجیب جمال کا سایہ تا دیر سلامت رہے تا کہ ہم جیسے علم و ادب اور نقد و تحقیق کے متلاشی طالب علم اور قائمین ان کی تحریروں سے فیض یاب ہوتے رہیں۔

شفیق الرحمٰن الہ آبادی

''قریہ تحقیق میں ادبی پڑاؤ''

ڈاکٹر نجیب جمال اُردو ادب کے باب تنقید و تحقیق کا ایک معتبر نام ہے جو اپنے ہم عصروں میں امتیازی حوالے کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ یگانہ و غالب ہی نہیں انھوں نے اردو ادب کے صدف سے تنقید و تحقیق کے بے شمار گوہر نایاب نکالے ہیں، ان کا اسلوب ان کی محققانہ فضلیت کو اہل علم سے شناسا کراتا ہے۔ وہ سہل ممتنع اور ایجاز و اختصار کے حوالے سے جہاں دنیائے نقد و نظر میں جداگانہ طرز کے حامل ہیں وہاں ان کے ہاں عبارت کا شکوہ بھی ان کی زبان و بیاں کی پوشیدہ وصداقتوں سے باخبر ہونے کی گواہی ہے۔ اسی باب محبت و کرم سے مجھے بھی یہ سعادت ملی ہے۔ ان سے رابطے اور ملاقات کے مواقع بھی میسر آئے اور انھیں بھرپور پڑھا بھی بل کہ خوش ✱ دیکھیے انھوں نے میری حمد یہ کتاب ''تو خالق ہے تو مالک ہے'' پر ایک خوب صورت مضمون بھی لکھا جو کتاب کی زینت ہے ہی نہیں بلکہ اس کتاب کی تعارفی تقریب میں آپ بطور مہمان خصوصی میلسی تشریف لائے جس کی صدارت ڈاکٹر سید شبیہ الحسن جیسی جلیل القدر شخصیت نے فرمائی۔ اسی تقریب میں ڈاکٹر شاہد حسن رضوی جیسے نابغۂ عصر و دیگر اہل قلم نے بھی شرکت کی۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے میری حمد یہ شاعری پر ایک پُر مغز مقالہ پڑھا اور یوں ان سے رابطے کی سبیل بنتی چلی گئی۔ ان کی شخصیت بے حد متاثر کن ہے آپ بلاشبہ ملنساری اور اخلاق کے پیکر ہیں۔ مجھے ان کی دیگر کتب کے مطالعے کے دوران ان کی شہرۂ آفاق کتاب ''یگانہ، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' کے سحر نے ایسے جکڑا کہ آج بھی ان کے رشحات قلم کا ایک چمن پُر بہار خوشبو بن کر ہمہ وقت میرے پہلو میں رہتا ہے۔ انھوں نے شجر تنقید پر غیر مرئی اور نظر انداز کیے گئے دیگر موضوعات کے اثمار کو تخلیقی تنقید کے تو ئی سے ظاہر کیا ہے اور مصر و چین تک میں ان کی زبان دانی کا طوطی بولنے لگا۔ شرف حاصل کرنے کی خاطر راقم نے بھی ان کی کتاب ''یگانہ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ'' پر ایک سیر حاصل تبصرہ لکھا جو ''نیرنگ خیال'' راولپنڈی، ''حقیقت'' بہاول پور اور روزنامہ ''خبریں'' ملتان کے ادبی ایڈیشن میں طبع ہو کر قارئین ادب کی توجہ

حاصل کر چکا ہے۔ محترم ڈاکٹر نجیب جمال نے بھی اسے پسندیدگی کی سند عطا کی ہے جو میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے اور اب جناب شفیق الرحمٰن الہ آبادی نے "ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت و فن" کے عنوان سے اپنی زیرِ طبع کتاب کا مسودہ، دیباچہ لکھنے کے لیے مرحمت فرمایا تو میں انکار کرنے کی جسارت نہ کر سکا اور مجھے مسودے کے مطالعے سے ڈاکٹر صاحب کی ادبی صلاحیتوں کے اعتراف نے حیرتوں کے جہان میں لا کھڑا کیا۔

یہ "اکادمی ادبیات پاکستان" کے ادارے کا جاری سلسلہ ہے جو "پاکستانی ادب کے معمار" کے حوالے سے مختلف عظیم ادبی شخصیات کے کار ہائے نمایاں کو عام قاری تک پہنچانے کا ایک قابلِ استحسان اقدام ہے۔ مجھے اس بات کی بھی بے حد مسرت ہے کہ میں پروفیسر شفیق الرحمٰن الہ آبادی کی وساطت سے ڈاکٹر نجیب جمال کی ادبی ہنرمندیوں سے آگاہی پا سکا ہوں اور دیباچہ لکھنے کی سعادت بھی حاصل کر رہا ہوں۔ زیرِ نظر کتاب میں محترم شفیق الرحمٰن الہ آبادی نے ناقد و محقق جناب ڈاکٹر نجیب جمال کی سوانح حیات، تصانیف و تالیفات کے علاوہ ان کی تدریسی خدمات کا ذکر عرق ریزی سے کیا ہے۔

پروفیسر شفیق الرحمٰن الہ آبادی گورنمنٹ ڈگری کالج میلسی میں اردو کے استاد کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایم۔ فل کا مقالہ "ڈاکٹر نجیب جمال بحیثیت محقق یگانہ" کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس سے پیشتر ان کی اردو ادب کے حوالے سے جو کتب منظرِ عام پر آئی ہیں ان میں "آئینہ خیال"، "شاعر علی شاعر کی تخلیقی جہتیں"، "جاوید صدیق بھٹی کی ادبی مسافت"، "ملتان میں اردو شعر و ادب" (تالیف) "انوارِ ادب" (تالیف) اور "گل زیب عباسی کی افسانوی جہتیں" (زیرِ طبع) شامل ہیں، یوں انھوں نے جنوبی پنجاب میں اردو زبان و ادب کے لیے قابلِ قدر و ستائش خدمات انجام دی ہیں جو ہمارے وسیب کے لیے خاص طور پر وجۂ افتخار ہیں۔ پروفیسر شفیق الرحمٰن الہ آبادی مختلف معروف ادبی جرائد و رسائل اور اخبارات میں اساتذۂ سخن اور ہم عصر ادیبوں پر مضامین لکھ چکے ہیں۔ وہ لکھنے کے علاوہ بھی نوجوان نسل کو عملی طور پر اردو ادب کی تعلیم دینے میں بخل سے کام نہیں لیتے یہی وجہ ہے کہ تعلیم سے وابستہ بیشتر لوگ ان کی اردو ادب کی تدریسی خدمات سے متاثر ہیں اور طلبا و طالبات کو اردو سیکھنے کے لیے شفیق صاحب کی ادبی درس گاہ سے استفادہ کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ بے شمار طلبا و طالبات ان کی زیرِ نگرانی ایم۔ اے اردو کا امتحان پاس کر چکے ہیں اور محکمہ تعلیم میں اردو کی تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں، زیرِ نظر کتاب بھی ان کی علمی و ادبی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے، ان کے اس مسلسل

ادبی تجربات کا منطقی عروج یہ غیر معمولی کتاب ہے جو "ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت اور فن" کے عنوان سے اکادمی ادبیات شائع کر رہی ہے اور شفیق الرحمٰن الہ آبادی کو یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ انھوں نے سات ابواب میں علی الترتیب ڈاکٹر نجیب جمال کی سوانح اور شخصیت، ادبی خدمات، تصانیف و تالیفات، بطور دیباچہ نگار، بطور مضمون نگار، اور بطور محقق یگانہ، ڈاکٹر نجیب جمال کی مختلف جہات کو موضوع بنایا ہے۔ جب کہ چھٹے باب میں ملک کے نامور ناقدین کی ڈاکٹر نجیب جمال کے بارے میں آرا مجتمع کی گئی ہیں، ساتواں باب حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے جو شہرہ آفاق کتابیں تحریر کی ہیں، ان میں پہلی کتاب "غالب شکن اور یگانہ" ہے جو معروف شاعر یاس یگانہ چنگیزی کی غالب شکنی پر مشتمل ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ یگانہ غالب کی اندھی تقلید کے خلاف تھے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ یگانہ کے مزاج کی تلخی نے اُس دور کے اہل قلم کو ان سے دور کر دیا تھا۔ "یگانہ" ان کی دوسری کتاب ہے جس میں تین حصوں میں شاعری، افسانہ اور تنقید پر ان کا زاویہ نگاہ تحریر کی شکل میں شامل ہے۔ "محاسن" ان کی تیسری کتاب ہے جو تین حصوں شاعری، اقبالیات اور یگانہ فن میں منقسم ہے۔ شفیق الرحمٰن الہ آبادی نے ڈاکٹر نجیب جمال کی تصانیف کا مفصل تعارف و تبصرہ پیش کرنے کے علاوہ ان کی دیباچہ نگاری، مضمون نگاری اور یگانہ شناسی کے حوالے سے انتہائی عرق ریزی، جانفشانی اور دیانت داری سے اس کتاب کو مکمل کر کے اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے ڈاکٹر نجیب جمال زیر نظر کتاب کے مصنف شفیق الرحمٰن الہ آبادی کے استاد بھی ہیں اور یہ منصب بھی اس کو ہی حاصل ہوتا ہے جو غیر جانبدار اور قابل اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر چکا ہو۔ شفیق الرحمٰن الہ آبادی کی اس تصنیف پر حیرت و تبسم سے شناسالب، لب دعا میں ڈھل گئے ہیں خدائے حرف و قلم ان کی ادبی توفیقات میں برکت و اضافہ فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

خورشید بیگ میلسوی

(قومی سیرت ایوارڈ یافتہ)

باب اوّل

ڈاکٹر نجیب جمال۔سوانح اور شخصیت

سرزمین لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کا شمار پنجاب کے قدیم علاقوں میں ہوتا ہے۔ یہ خطہ صنعت وحرفت کے اعتبار سے پاکستان اور دنیا بھر میں مشہور ہونے کے ساتھ ساتھ علمی وادبی فضا کا حامل اور نابغۂ روزگار شخصیات کی جائے ولادت اور مرکز رہا ہے۔ یہی فیصل آباد شہر ڈاکٹر نجیب جمال کا مرز بوم ہے، ڈاکٹر نجیب جمال کا شمار ملک کے نامور محققین اور ناقدین میں ہوتا ہے۔ آپ ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ ساتھ یگانہ شناس کی حیثیت سے بھی اپنا نام اور مقام رکھتے ہیں۔

سوانح

ڈاکٹر نجیب جمال کا خاندانی نام نجیب الدین جمال ہے۔ آپ ۳ مئی ۱۹۵۲ء کو فیصل آباد میں پیدا ہوئے، آپ نے میٹرک کا امتحان ۱۹۶۸ء میں ایل سی ایم (لائل پور کاٹن ملز) ماڈل ہائی سکول، فیصل آباد سے، ایف۔ایس۔سی ۱۹۷۰ء میں گورنمنٹ کالج فیصل آباد سے، بی۔اے ۱۹۷۲ء میں ولایت حسین اسلامیہ کالج ملتان سے اور ایم۔اے اُردو ۱۹۷۴ء میں گورنمنٹ کالج بوسن روڈ (ایمرسن کالج ملتان) سے پاس کیے اور ملتان یونیورسٹی (بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کا ابتدائی نام) سے ۱۹۷۵ء میں ایل۔ایل۔بی کی ڈگری حاصل کی، ۱۹۷۹ء میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ''یگانہ تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' کے موضوع پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

ڈاکٹر نجیب جمال نے ملازمت کا آغاز نومبر ۱۹۷۶ء میں بطور ①ار اُردو، بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے کیا اور ایسوسی ایٹ پروفیسر تک کے مراحل طے کیے۔ ۱۹۹۵ء میں آپ کا تقرر بطور پروفیسر اُردو اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں ہوگیا، جہاں آپ شعبہ اُردو کے چیئر مین اور بعدازاں ڈین فیکلٹی آف آرٹس کے عہدے پر تعینات ہوگئے اور وہاں سے اپریل ۱۹۹۸ء میں وفاقی وزارت تعلیم،

پیشِ نظر کتاب ہمارے واٹس ایپ گروپ کے سکالرز کی طلب پہ سافٹ میں تبدیل کی گئی ہے۔ مصنفِ کتاب کے لیے نیک خواہشات کے ساتھ سافٹ بنانے والوں کے حق میں دعائے خیر کی استدعا ہے۔

زیرِ نظر کتاب فیس بک گروپ "کتب خانہ" میں بھی اپلوڈ کر دی گئی ہے۔
گروپ کا لنک ملاحظہ کیجیے :

https://www.facebook.com/groups/1144796425720955/?ref=share

میر ظہیر عباس روستمانی

03072128068

حکومت پاکستان کی طرف سے اُردو اور پاکستان سٹڈیز چیئر پر شعبہ اُردو، کلیہ لغات و تراجم، جامعہ الازہر قاہرہ میں تعیناتی ہوئی۔ جہاں انھوں نے چار سال سے زائد عرصہ تک اُردو کی تدریس کے فرائض انجام دیے اور مصری طالب علموں کے تحقیقی مقالات کی نگرانی بھی کی۔ ۲۰۰۲ء کے آخر میں پاکستان واپسی ہوئی اور دوبارہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں ڈین فیکلٹی آف آرٹس مقرر ہوئے۔ مئی ۲۰۱۲ء میں ریٹائرڈ ہوئے تو انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد جوائن کر لی جہاں دو سال چیئرمین شعبہ اُردو رہے، دسمبر ۱۹۱۴ء میں شعبہ اُردو پیکنگ یونیورسٹی بیجنگ، چین میں دو ماہ کے لیے وزٹنگ پروفیسر کے طور پر گئے اور اُردو کی تدریس کے علاوہ پیکنگ یونیورسٹی اشاعت گھر کے منصوبے، چینی اُردو ڈکشنری پر نظر ثانی کی اور اُردو حصے کی تدوین کا کام کیا، بعد ازاں شعبہ فاصلاتی تعلیم اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور سے ٹرانسفر ہو کر شعبہ اُردو و اقبالیات میں بطور پروفیسر اُردو اپنی خدمات سرانجام دینے کے بعد آج کل ایف۔ سی۔ کالج یونیورسٹی لاہور میں بطور پروفیسر اُردو کے منصب پر فائز ہیں۔

خاندانی پس منظر

ڈاکٹر نجیب جمال کے خاندان کا تعلق میرٹھ کے ضلع غازی آباد سے ہے، جہاں ان کے پردادا عبداللہ ریلوے میں ملازم تھے۔ ان کے دادا جمال دین ان کی اکلوتی اولاد تھے جو غازی آباد سے دہلی منتقل ہو گئے تھے۔ وہ تمبا کو بنانے اور فروخت کرنے کا کام کرتے تھے اور جمال الدین تمباکو والے کے نام سے معروف تھے۔ ان کے (ڈاکٹر نجیب جمال) نام کے ساتھ جمال کا لاحقہ انھی کی نسبت سے ہے، انھوں نے اپنا بچپن اپنے دادا کی سرپرستی میں گزارا، وہ تقسیم کے بعد لائل پور (موجودہ فیصل آباد) آ کر آباد ہو گئے تھے اور تمباکو کے علاوہ لائل پور کے معروف گنیش فلور ملز مشہور و برانڈ "نمبر ون" کی گھی اور آٹا کی ایجنسی بھی انھوں نے حاصل کر رکھی تھی۔ ان کی دادی حفیظ النساء دہلی کی رہنے والی تھیں اور حکیم اجمل کے مدرسے (جو بچیوں کے لیے تھا) میں پڑھتی رہی تھیں۔ ان کے دادا تعلیم یافتہ نہ تھے تو ان کی دادی گھریلو طور پر حساب کتاب رکھتی تھیں اور خاندانی امور بھی انھی کے ہاتھ میں تھے۔ ان کے والد ٹیکسٹائل انجینئر تھے، وہ اپنے والد کے متعلق راقم کو دیے گئے انٹرویو میں بتاتے ہیں کہ:

"میرے والد ٹیکسٹائل انجینئر تھے، انھوں نے بمبئی سے ٹیکسٹائل میں ڈگری لی تھی۔ ان کا نام عبدالمجید تھا اور وہ ۱۹۲۰ء میں دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ ڈگری کے حصول کے بعد وہ دہلی کلاتھ ملز میں

ملازم ہو گئے۔ دہلی کلاتھ ملز کی ایک شاخ لائل پور میں بھی قائم تھی جس کا نام لائل پور کاٹن ملز تھا۔ میرے والد قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل ٹرانسفر ہو کر لائل پور آ گئے تھے تاہم باقی خاندان دہلی ہی میں تھا، میرے والد تقسیم کے بعد فسادات کے زمانے میں فیملی کو لینے دہلی گئے تھے۔ جب یہ وہاں پہنچے تو فیملی پہلے ہی روانہ ہو چکی تھی۔ میرے والد اس وقت سکھوں کی ایک ٹولی کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ جنھوں نے انھیں ایک چارپائی سے باندھ رکھا تھا کہ اچانک ایک بزرگ سکھ وہاں آ گیا جو میرے دادا کا جاننے والا تھا۔ اس نے پہچان کر میرے والد کی جان بخشی کرائی اور خود میرے والد کو بستی نظام کے قریب واقع ریلوے اسٹیشن تک چھوڑ کر گیا، میرے والد کو ڈراما لکھنے اور ایکٹ کرنے میں بھی دلچسپی تھی۔ لائل پور کاٹن ملز کی سٹیج پر پیش کیے جانے والے ڈراموں میں وہ اداکاری بھی کرتے تھے۔ جن دنوں میں ۱۹۷۳ء میں ایم۔ اے اُردو کر رہا تھا انھوں نے شیکسپیر کا ڈرامہ ہیملٹ اُردو میں ترجمہ کر کے واپڈا آڈیٹوریم لاہور کی سٹیج پر پیش کیا تھا جس میں خود انھوں نے ہیملٹ کا کردار ادا کیا تھا۔ اسی ڈرامے میں میں نے بھی ہیلمٹ کے دوست اور رازدار کا کردار ادا کیا تھا۔ میرے والد کا انتقال ۱۹۹۷ء میں ہوا۔"

(ہفت روزہ "ندائے ملت" ۱۰ تا ۱۷ جون ۲۰۱۸ء ص ۳)

ڈاکٹر نجیب جمال کی والدہ نواب بیگم کا تعلق مرادآباد کی تحصیل حسن پور سے تھا اور وہ سید فیملی سے تعلق رکھتی تھی۔ ان کے نانا حسن پور میں زمیندار تھے جن کے سات بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ان کی والدہ نواب بیگم نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی تھی۔ وہ اے۔ آر خاتون کے ناول بڑے شوق سے پڑھتی تھیں۔ ان کے انتقال کے دو سال بعد ڈاکٹر نجیب جمال کے والد نے دوسری شادی کی۔ ان کی دوسری والدہ قیصر جہاں بھی سید فیملی سے تعلق رکھتی تھیں۔ نواب بیگم کے بطن سے پانچ بیٹے اور تین بہنیں جب کہ قیصر جہاں سے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہوئیں۔ ان کے نام بالترتیب یوں ہیں۔ سردار اختر (بیٹی)، تاج اختر (بیٹی)، ممتاز اختر (بیٹی)، نواب الدین (بیٹا)، فیروز الدین (بیٹا)، امین الدین (بیٹا)، نجیب الدین (بیٹا)، نجم الدین جمال (بیٹا)، اعظم جمال (بیٹا)، معظم جمال (بیٹا)، مکرم جمال (بیٹا)، عظمیٰ جبیں (بیٹی)، ظلِ ہما (بیٹی)، حنا کنول (بیٹی)۔ ممتاز اختر اور امین الدین کا انتقال ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر نجیب جمال کی بیوی بھی باذوق شخصیت کی مالک ہیں۔ شاعری بھی کرتی ہیں۔ انھوں نے شادی اور اپنی بیوی کے متعلق راقم السطور کو ایک انٹرویو میں بتایا کہ:

"میری شادی ۱۹۸۱ء میں ہوئی۔ میری شریک حیات کا نام "ریحانہ پروین" ہے جو بی۔ اے ہیں

اور شاعری بھی کرتی ہیں۔ ان کے والد لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور ان کا تعلق سید گھرانے سے ہے، میری شریک حیات ایک سلیقہ شعار بیوی اور بے حد محبت کرنے والی خاتون ہیں۔ خصوصاً میری بچیوں کی تعلیم وتربیت میں ان کا بڑا حصہ ہے۔"

(شفیق الرحمان، ڈاکٹر نجیب جمال بحیثیت محقق یگانہ، (مقالہ برائے ایم۔فل اردو)
نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس ملتان ۲۰۱۸(ص ۱۲۲)

ڈاکٹر نجیب جمال کی چھے بیٹیاں ہیں بڑی بیٹی" عمارہ" امریکہ میں مقیم ہے اور شکاگو کی ایک آڈٹ فرم میں سرٹی فائیڈ پبلک اکاؤنٹنٹ کے طور پر کام کر رہی ہیں۔ دوسری بیٹی کا نام" وردہ" ہے جو اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں مینجمنٹ سائنس میں اسسٹنٹ پروفیسر ہیں۔ درہم یونیورسٹی برطانیہ سے پی۔ایچ۔ڈی کی ہے۔اُن کی تیسری بیٹی کا نام" تشبیہ" ہے۔ انھوں نے گریجویشن (اکاؤنٹس) امریکہ سے کیا ہے اور نیو یارک میں پروفیشنل اکاؤنٹنٹ کے طور پر ملازمت کر رہی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی چوتھی صاحبزادی کا نام" آسمان" ہے جنھوں نے اکاؤنٹس اینڈ فنانس میں بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ڈگری لی ہے اور آج کل اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور میں ①ر ہیں۔ پانچویں بیٹی کا نام" قرۃ العین" ہے جنھوں نے اسلامیہ یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ایم۔فل کیا ہے۔ حال ہی میں فل برائٹ سکالرشپ پر مشی گن یونیورسٹی سے واپس آئی ہیں۔ ویمن گورنمنٹ کالج یونیورسٹی میں انگریزی کی ①ر ہیں اور چھٹی بیٹی کا نام" نورالصباح" ہے جو پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف فیشن ڈیزائن لاہور سے ٹیکسٹائل میں اپنی ڈگری مکمل کر کے آؤٹ فٹر برانڈ میں ٹیکسٹائل ڈیزائنر ہیں۔ ماشاءاللہ ڈاکٹر صاحب کی تمام صاحبزادیاں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔

ڈاکٹر نجیب جمال کو بچپن ہی سے لکھنے پڑھنے کا ذوق تھا۔ لائل پور کاٹن ملز کے شہرۂ آفاق مشاعروں نے ان کے ادبی ذوق کو جلا بخشی وہ اپنے ابتدائی ادبی ذوق کے متعلق راقم السطور کو ایک انٹرویو میں بتاتے ہیں کہ:

"میں نے لائل پور کاٹن ملز فیصل آباد میں اپنے شعور کی آنکھ کھولی کاٹن ملز کا سالانہ میلہ اور اس موقع پر پاک و ہند مشاعرہ بہت شہرت رکھتے تھے۔ ملز کے مالکان جو دہلی میں مقیم تھے اور دہلی کلاتھ ملز بھی انھی کی ملکیت تھی۔ لالہ سری رام اور لالہ بھرت رام خود بھی شاعر تھے اور داغ کے شاگردوں میں سے تھے۔ وہ سالانہ میلے اور مشاعروں میں خود بھی شریک ہوتے تھے۔ ان مشاعروں میں

جوش، جگر، اصغر، فیض، ندیم، ساحر وغیرہ کو دیکھا بھی اور سنا بھی، احمد ندیم قاسمی نے اپنی معروف نظم "پتھر" پہلی مرتبہ ۱۹۵۶ء میں پڑھی تھی۔ میں اس وقت چار سال کا تھا مگر وہاں اپنے والد صاحب کے ساتھ جایا کرتا تھا، میرے حافظے میں ہے کہ ندیم صاحب ہر سال اس مشاعرے میں آتے تھے اور لوگ ان کے سٹیج پر آتے ہی نظم "پتھر" کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۴ء تک یہ مشاعرے ہر سال باقاعدگی سے ہوئے۔ میں ۱۹۶۴ء میں بارہ سال کا تھا اور ساتویں جماعت کا طالب علم تھا اس لیے مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے اس مشاعرے کی روداد آج بھی محفوظ ہے۔ میں بڑے شوق سے اس مشاعرے میں اپنے والد کے ساتھ شریک ہوتا تھا مجھ میں شاعری کا شوق اور رغبت انھی مشاعروں کی دین ہے۔ میں خود بھی سکول کے زمانے میں بچوں کے موضوعات پر نظمیں اور کہانیاں لکھا کرتا تھا اور خود ہی انھیں اپنے خط میں لکھ کر رسالے کی شکل دیتا تھا اور دوستوں کو بھی پڑھواتا تھا، مجھے اس زمانے میں عزیز مصری کے لکھے ہوئے بچوں کے ناول اور کہانیاں بہت پسند تھیں۔ خاص طور پر ان کا ناول "عالی پر کیا گزری" میرا پسندیدہ ناول تھا۔ اس کے علاوہ اس وقت کے بچوں کے تقریباً تمام اچھے رسائل کھلونا، تعلیم و تربیت اور بچوں کی دنیا، میں خریدتا تھا اور اپنی پاکٹ منی (جیب خرچ) انھی رسائل کی خرید پر خرچ کرتا تھا۔ میرے بڑے بھائی اس دور کے معروف مزاحیہ رسالے "چاند" کے دیوانے تھے اور ابن صفی کی جاسوسی کہانیاں خریدتے تھے۔ یہ سب میں بھی باقاعدگی سے پڑھتا تھا اور ہاں میری والدہ اور بہنیں اے۔ آر خاتون کے ناول پڑھتی تھیں، چناں چہ انھیں لائبریری سے ناول میں ہی لا کر دیتا تھا۔ سکول کے زمانے میں ان کے ناول چشمہ، شمع، افشاں، تصویر پڑھ ڈالے تھے، پہلا باقاعدہ ادیب جس سے سکول کے زمانے میں شناسائی ہوئی، کرشن چندر تھے ان کا ناول "شکست"، "غدار" سب سے پہلے پڑھے۔"

(مکتوب بنام راقم، ۲۶ اپریل ۲۰۲۱ء بذریعہ ای میل)

ڈاکٹر نجیب جمال نے سکول دور کے بعد کالج دور میں بھی لکھنے لکھانے کا سلسلہ جاری رکھا ان کی پہلی تحریر "انجام وفا" کے نام سے کالج میگزین میں ۱۹۶۹ میں شایع ہوئی تھی پھر اس کے بعد انھوں نے کئی کہانیاں، خاکے اور ڈرامے بھی لکھے لیکن شعر گوئی ترک کر دی اور باقاعدگی سے تنقید نگاری کی طرف آ گئے۔ اردو اکیڈمی ملتان میں انھوں نے یک بابی ڈرامے تنقید کے لیے پیش کیے، ملتان میں رائٹر گلڈ کے بعد اردو اکادمی ادارے نے علم و ادب کی روایت کو پروان چڑھانے کے لیے بے لوث خدمات انجام دیں۔ آپ رائٹر گلڈ کے ممبر بھی رہے اور اردو اکیڈمی نے آپ کی تنقیدی صلاحیتوں کو خوب اُجاگر کیا۔ روزنامہ "پاکستان" ملتان کو دیے گئے ایک انٹرویو میں لکھتے ہیں:

> "پڑھنا اور تنقید کرنا میرے دو مقاصد تھے۔ مجھے احساس ہوا کہ مجھے اپنی صلاحیتوں کو اسی میدان میں آزمانا چاہیے۔ انھیں مہمیز دینی چاہیے جس سے صلاحتیں نکھر سکیں۔"

(روزنامہ "پاکستان" ملتان ۴ جولائی ۲۰۰۶ء)

شخصیت

پروفیسر نجیب جمال ایک جامع الصفات اور وضع دار انسان ہیں، شخصیت میں فرض شناسی، ایمانداری، حقیقت پسندی، ذہانت، خوب صورتی، صداقت، جرأت اظہار، قابلیت، حُسن اخلاق اور اعلیٰ کردار جیسے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ طبعاً دھیمے مزاج کے حامل ہیں۔ کم گو اور سنجیدہ طبیعت رکھتے ہیں البتہ موقعے کی مناسبت سے شوخی و ظرافت سے بھی کام لے لیتے ہیں اور اپنے مافی الضمیر کو بلا سوچے سمجھے بیان نہیں کرتے۔ آپ اپنے ایک انٹرویو میں ایسے شعرا کے بارے میں جو بلا سوچے سمجھے اور بے مقصد شعر کہتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

> "البتہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے بعض شعرا نے شع ڈھالنے کا کارخانہ لگا رکھا ہے، اس کارخانے میں روزانہ دس بیس غزلیں تیار کی جاتی ہیں جنھیں ہر دس روز بعد طباعت کے سلیکشن بورڈ میں بھیج دیا جاتا ہے۔"

(بحوالہ "ادبی افق" لاہور (پندرہ روزہ) جلد نمبر ا شمارہ نمبر ۱۸)

ڈاکٹر نجیب جمال کی شخصیت اور لہجے کے متعلق، ① شرف راقم طراز ہیں:

"کلاسیکی شاعری پڑھانے والے کلاسیک لہجے اور شخصیت کے مالک! کلاسیک لفظ تو ان کی شخصیت کا لازمی حصہ ہے۔ میرے استاد کمال است۔۔۔ جمال است۔۔ نجیب جمال۔۔ میری ایم۔اے اردو کی ڈگری پر کلاس ٹیچر کے نام کے دستخط ایک موتی کی طرح جھلملاتے ہیں۔ میرے لیے یہ دستاویز بے حد قیمتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ میری ایم۔اے اردو کی ڈگری کے تعمیر ساز بھی ہیں اور میرے علمی رہبر بھی۔"

(① شرف "ولی دکنی کے ولی نجیب جمال "مشمولہ" پیلوں" شمارہ نمبر ۲۱ جنوری تا اپریل ۲۰۱۸ء۔ مدیر انوار احمد، ملتان ص ۴۳)

ڈاکٹر نجیب جمال کو شعر و ادب کے ساتھ ساتھ کھیلوں سے بالخصوص کرکٹ سے دلچسپی ہے۔ وہ زمانہ طالب علمی میں کرکٹ کے بہترین کھلاڑی رہے ہیں اور متعدد انعامات بھی حاصل کر چکے ہیں، ان کے آفس میں انعامات کی ٹرافیاں قرینے سے رکھی ہوئی نظر آتی ہیں، کرکٹ کا میچ نہ صرف غور سے دیکھتے ہیں بلکہ اپنے دوستوں اور شاگردوں سے بھی میچ کی صورت حال پر تبادلہ خیالات کرتے رہتے ہیں۔ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی میں وہ تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ کرکٹ ٹیم کی کوچنگ بھی کرتے رہے ہیں اور انٹر یونیورسٹی اور انٹر کالجیٹ ٹورنامنٹس میں ٹیم کے منیجر کی حیثیت سے بھی شرکت کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ نوآموز لکھاریوں کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں اور ان کو عزم و ہمت اور جہد مسلسل کا درس دیتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر نجیب جمال اپنے طالب علموں کے ساتھ محبت و شفقت سے پیش آتے ہیں جس کی وجہ سے ان کے شاگردان سے بے لوث عقیدت و محبت رکھتے ہیں، ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی تعمیر میں ان کے استاد مرزا غلام حیدر بیگ کے علاوہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر اے۔ بی اشرف، ڈاکٹر اسد ادیب، ڈاکٹر اسلم انصاری اور پروفیسر افتخار حسین شاہ کا کردار بہت اہم ہے، وہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے متعلق رقم طراز ہیں:

"یہ امر واقعہ ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی زندگی نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کا استعارہ ہے، ان کی فکر اختراعی کے تنوع کو سمیٹنے کے لیے بھی آئینہ خانہ کی ضرورت ہے، ان سے بات کہنے اور لکھنے کا ہنر سیکھا جا سکتا ہے۔"

(مقدمہ، نایاب ہیں ہم، مشمولہ، کتاب سے پہلے، نجیب جمال، ڈاکٹر، لاہور، اظہار سنز، ۱۹۹۳ء)

ڈاکٹر نجیب جمال کی شخصیت میں کلاسیکیت اور جدت کا امتزاج پایا جاتا ہے وہ امن پسندی اور مذہبی رواداری کے قائل ہیں اس لیے ہر مسلک کا آدمی ان کا نیاز مند نظر آتا ہے، وہ اردو کے معلم اور پاکستانی ہونے کے ناطے اردو زبان سے بے حد محبت کرتے ہیں، اردو کو قومی زبان ہونے کے باوجود سرکاری یا دفتری زبان کا درجہ نہ ملنے کے حوالے سے ان کا کہنا ہے کہ:

"میں نے تمام عمر اردو کا مقدمہ لڑا ہے، یہاں کے مقتدر طبقہ کی زبان انگریزی ہے، ان کے بچے باہر سے انگریزی میں تعلیم حاصل کر کے پاکستان آتے ہیں اور ہم پر حکمرانی کرتے ہیں، ایک خاص مقصد اور سازش کے تحت اردو زبان کو پیچھے دھکیلا گیا ہے، نوآبادیاتی کلچر کا تحفہ یہ ہے کہ اپنی ہر چیز روایت یا تہذیب کو رسوا کیا جائے، اس سے نفرت کی جائے، ہر شے کو بے توقیر کر دیا جائے اور ہم ابھی تک اسی نوآبادیاتی کلچر کے غلام ہیں، یہ سوچ ایک خاص مقصد کے تحت ہمارے اندر پیدا کی گئی ہے جسے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔"

(روزنامہ "جنگ" ملتان (شگفتہ بلوچ کی ڈاکٹر نجیب جمال سے خصوصی گفتگو) ۱۷ اکتوبر، ۲۰۱۵ء)

ڈاکٹر نجیب جمال کی گفتگو منطقی ہونے کے ساتھ ساتھ جمالیاتی پہلو بھی لیے ہوئی ہے وہ اپنی تحریر و تقریر کو اشعار کے برمحل استعمال سے موثر اور دلکش بنا دیتے ہیں۔ احمد فراز نے یہ شعر شاید ان جیسی شخصیت کے متعلق ہی کہا تھا۔

سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

باب دوم

ڈاکٹر نجیب جمال کے علمی آثار/ادبی خدمات

تصانیف وتالیفات

ڈاکٹر نجیب جمال کی درج ذیل تصانیف وتالیفات زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں:

۱۔ غالب شکن اور یگانہ (تحقیق) ۱۹۹۰ء، کاروانِ ادب، ملتان
۲۔ نگاہ (تحقیقی وتنقیدی مضامین) ۱۹۹۳ء، بیکن بکس، ملتان
۳۔ محاسن (تحقیقی وتنقیدی مضامین) ۱۹۹۳ء، بیکن بکس، ملتان
۴۔ کتاب سے پہلے (ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچے) مرتبہ ۱۹۹۴ء، اظہار سنز لاہور
۵۔ کتاب کے بعد (ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچے) مرتبہ ۱۹۹۴ء، اظہار سنز لاہور
۶۔ پنج آہنگ (پانچ کلاسیکی شعرا پر مضامین) ۱۹۹۷ء، سطور پبلی کیشنز ملتان
۷۔ ماہ وسالِ عندلیب (غالب پر تحقیقی مضامین) ۱۹۹۷ء، سطور پبلی کیشنز ملتان
۸۔ نظارہ روئے جاناں کا (احمد رضا خان بریلوی کی نعتوں کا انتخاب) ۱۹۹۹ء، رضا اکیڈمی لاہور
۹۔ شش جہات (بہاول پور کے چھ شعرا پر تنقیدی مضامین) ۲۰۰۰ء، اردو اکیڈمی بہاول پور
۱۰۔ آیئے اردو بولیں (عرب طالب علموں کو اردو سکھانے کے لیے) ۲۰۰۰ء سفارت خانہ پاکستان مصر
۱۱۔ "الشعر الاردی" (حتی نھایۃ القرن الثامن عشر) بالاشتراک (عربی اردو) ۲۰۰۰ء
الازہر یونیورسٹی قاہرہ مصر
۱۲۔ امیر خسرو سے میر حسن تک (تنقیدی مضامین) ۲۰۰۲ء مطبع الکمال قاہرہ مصر
۱۳۔ ندوۃ الخلیل (تحقیق وتنقید) ۲۰۰۴ء اردو اکادمی بہاول پور
۱۴۔ اردو شاعری کی تہذیب ۲۰۱۰ء، چولستان علمی وادبی فورم، بہاول پور
۱۵۔ اقبال ہمارا (علامہ اقبال پر تحقیقی وتنقیدی مضامین) ۲۰۱۰ء بیکن بکس لاہور

۱۶۔ عمران اقبال کے منتخب افسانے (مرتبہ) ۲۰۱۲ء سنچری ۲۱ پبلی کیشنز کراچی
۱۷۔ یگانہ، تحقیقی وتنقیدی مطالعہ (مقالہ پی۔ایچ۔ڈی) ۲۰۱۳ء اظہار سنز لاہور
۱۸۔ منتخب کلام یگانہ، ۲۰۱۷ء نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

یگانہ پر لکھی ہوئی کتابوں کے علاوہ ڈاکٹر نجیب جمال کی تصانیف کا تعارف وتنقیدی جائزہ درج ذیل ہے:

نگاہ

"نگاہ" ڈاکٹر نجیب جمال کا تحقیقی وتنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جو بیکن بکس ملتان سے ۱۹۹۳ء میں منظر عام پر آیا، انتساب بڑے ابا (جمال الدین مرحوم) اور بڑی اماں (حفیظ انساء مرحومہ) کے نام کیا گیا ہے، دیباچہ خود مصنف نے کاوش اظہار کے نام سے تحریر کیا ہے کتاب کو تین حصوں شاعری، افسانہ اور تنقید کے عنوانات کے تحت منقسم کیا گیا ہے۔ شاعری میں تین مضامین (۱۔ شاہ ولی اللہ کی عمرانی افکار زوال سلطنت اور اردو شاعری ۲۔ ولی کی شعری زبان ۳۔ مومن خان مومن اور نیاز فتح پوری) حصہ افسانے میں تین مضامین (۱۔ پریم چند ایک تخلیق، اول ۲۔ عرش صدیقی کی افسانہ نگاری ۳۔ سائرہ ہاشمی کی افسانہ نگاری)، حصہ تنقید میں تین مضامین (۱۔ آزاد کا تنقیدی شعور ۲۔ حالی کی تنقید۔۔۔ایک مطالعہ ۳۔ فرمان فتح پوری اور تحقیق وتنقید کی منزلیں) شامل اشاعت ہیں ڈاکٹر نجیب جمال پختہ تخلیقی شعور رکھنے والے نقاد اور محقق ہیں۔ کلاسیکی شاعری ان کا مرغوب موضوع ہے وہ کسی بھی موضوع پر لکھتے ہوئے پہلے موضوع کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہیں، مثال کے طور پر شاہ ولی اللہ کے عمرانی افکار، زوال سلطنت اور شاعری، کے آغاز میں لکھتے ہیں!

> "شاہ ولی اللہ برصغیر کے پہلے مسلمان مفکر ہیں جن کے فلسفیانہ افکار کے اثرات اردو شاعری پر بھی دکھائی دیتے ہیں، اگر چہ ان کے بیشتر افکار کی بنیاد مذہب اور اخلاق پر ہے تاہم انھوں نے اپنے عہد کی سیاسی، سماجی، تہذیبی اور اقتصادی صورت حال کو جس طرح موضوع بنایا ہے اسے ان کی ترقی پسندی کی دلیل سمجھا جا سکتا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، نگاہ، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۳ء، ص ۱۱)

ڈاکٹر نجیب جمال کے نزدیک مذکورہ موضوع میں اتنی وسعت ہے کہ اس میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی سطح کے کام کی گنجائش موجود ہے۔ مضمون (ولی کی شعری زبان) میں انھوں نے ولی کے اسلوب کا مطالعہ و موازنہ انگلستان کے معروف شاعر چاسر سے کیا ہے، مومن خان مومن اور نیاز فتح پوری، میں انھوں نے نیاز فتح پوری کے اس جملے" مجھے کلیات مومن دے دو باقی سب اٹھالو" کا تحقیقی انداز سے تجزیہ کیا ہے اور نیاز صاحب کے جملے کی تحلیل نفسی کر کے اس کی معنویت کو واضح کیا ہے۔ پریم چند والے مضمون میں انھوں نے پریم چند کی افسانوی جہتوں کو اجاگر کیا ہے۔ عرش صدیقی کا شمار ملتان کے نمائندہ شعرا اور افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے انھوں نے صرف ایک ہی افسانوی مجموعہ (باہر کفن سے پاؤں) تحریر کیا جو ان کی افسانہ نگاری کی پہچان بن گیا۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے" مور کے پاؤں" کا فکری اور فنی تجزیہ بہت عمدگی سے کیا ہے۔ انھوں نے پاؤں کو سفر کا استعارہ سمجھا ہے۔ الطاف حسین حالی اور محمد حسین آزاد کی تنقید نگاری کے حوالے سے نجیب جمال کے مضامین بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ انھوں نے آزاد کے تنقیدی شعور کو رنگینی بیان کے تابع قرار دیا ہے اور" آب حیات" کی دلچسپی اور کامیابی کا راز آزاد کی شاعرانہ نثر کو قرار دیا ہے۔ وہ حالی کی تنقید نگاری کے حوالے سے رقم طراز ہیں!

> " حالی کی تنقید ذہنی جستجو کا عمل ہے اور مستقبل کے تخلیقی ادب کے لیے بڑے امکانات اپنے اندر پوشیدہ رکھتی ہے، ان کا ذاتی تخلیقی جوہر بھی تنقیدی شعور کی گود میں پروان چڑھا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، نگاہ، ملتان، بیکن بکس ۱۹۹۳، ص ۱۰۹)

مومن خان مومن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مومن کی بد ✱ یہ ہے کہ وہ غالب کے دور میں پیدا ہوئے۔ اس لیے مغلوب ہو گئے ورنہ ان کا شعری مقام بہت بلند ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال اپنے مضمون" مومن خان مومن اور نیاز فتح پوری" میں مومن اور نیاز فتح پوری کے بارے میں اہم باتیں کی ہیں، نیاز فتح پوری نے جنوری ۱۹۲۸ء میں اپنے مشہور زمانہ ادبی ❶" نگار" کا" مومن نمبر" شائع کر کے میر کے بعد مومن کے اردو غزل کے دوسرے بڑے شاعر ہونے کا اعلان کر دیا اور اپنے مضمون میں لکھا کہ!

> " اگر میرے سامنے اردو کے تمام شعرائے متقدمین اور متاخرین کا کلام رکھ کر (بہ استثنائے میر) مجھ کو صرف ایک دیوان حاصل کرنے کی اجازت دی جائے تو میں بلا تامل کہہ دوں گا کہ مجھے" کلیات مومن" دے دو اور باقی سب اٹھا لے جاؤ۔"

ڈاکٹر نجیب جمال کے مطابق نیاز صاحب کا یہی وہ جملہ تھا جو مومن کی از سر نو دریافت کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ ڈاکٹر نجیب جمال مومن کے لب و لہجے کے بارے میں رقم طراز ہیں!

> ''مومن کے لہجے میں نہ تو بلند آہنگی ہے اور نہ ہی زیر لب لہجہ ہے بلکہ یہ ایک متوازن اور معتدل قسم کا لب و لہجہ ہے جو محبت کے مطالب کو بیان کرنے کے لیے بہت موزوں تھا۔ اس لہجہ میں دہلی کی معاشرت کی جھلکیاں خوب نظر آتی ہیں۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، نگاہ، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۴ء، ص ۵۹)

ڈاکٹر نجیب جمال نے مومن کو غزل کا شاعر قرار دیا ہے اور یہ تسلیم کیا ہے کہ مومن غزل کے فنی لوازمات کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ معاملہ بندی جیسے رسوا موضوع کو انھوں نے اپنی باریک بینی اور ندرت ادا سے نفسیات محبت کے شاعرانہ بیان میں بدل دیا ہے یہی ان کی سب سے بڑی عطا ہے اور اس فن میں وہ یکتا اور یگانہ ہیں۔

سائرہ ہاشمی کا شمار اردو کی ممتاز افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے، ڈاکٹر نجیب جمال نے ''سائرہ ہاشمی کی افسانہ نگاری'' مضمون لکھ کر ان کے فکر و فن کو سراہا ہے۔ وہ سائرہ ہاشمی کے افسانوں کی کردار نگاری کے متعلق لکھتے ہیں!

> ''سائرہ ہاشمی کے افسانوں کے سارے کردار اپنی اپنی جگہ الگ تھلگ ادھورے سپنے ہیں۔ جو شکست ذات کے ملبے تلے دبے ہوئے ہیں، اپنی ذات کی شناخت ان کا مسئلہ ہے، انھیں سچائی کی تلاش ہے، تنہائی ان کا مقدر ہے، خاموشی ان کی گفتگو اور خود کلامی ان کا مذاب ہے، ان افسانوں کا ماحول اور فضا ہمارے آج کے دور کی ہے، کردار بے نام ہیولے نہیں قابل محسوس افراد ہیں یہ سب عورتوں کی نفسیاتی کیفیتوں اور مردوں کی فطری افتاد کے حامل ہیں۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر نگاہ، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۴ء، ص ۸۸)

زیر نظر کتاب کا آخری مضمون ''فرمان فتح پوری اور تحقیق و تنقید کی منزلیں'' ہے، ڈاکٹر نجیب جمال، ڈاکٹر فرمان فتح پوری کو ایک بے مثال معلم اور نقاد و محقق سمجھتے ہیں شاید اسی لیے انھوں نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچوں کو یکجا کر کے کتابی صورت میں بھی شائع کرایا بلاشبہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری علم و ادب کی ہمہ جہت شخصیت تھے۔ ڈاکٹر نجیب جمال ان کی تصانیف کے حوالے سے رقم طراز ہیں!

"ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصنیفات و تالیفات کی مجموعی تعداد چونتیس ہے ان میں سے بیشتر کتب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے، یہ سب کتابیں ادب کی مختلف اصناف اور ادبی مسائل کے بارے میں ہیں ان کی نوعیت بھی عموماً تحقیقی اور تنقیدی ہے مگر ان سب کی قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں تحقیق و تنقید کے روایتی بھاری بھرکم اور محجل دار اسلوب کے بجائے سہل اور دلچسپ سٹائل کو برتا گیا ہے۔"
(نجیب جمال، ڈاکٹر، نگاہ، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۴، ص ۱۱۲)

زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تحقیق و تنقید کے علاوہ ان کی تصانیف و تالیفات کو بھی موضوع بنایا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کسی بھی موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے کتاب کے موضوع کی حدود کا تعین کرتے ہیں پھر اس کا مکمل اور جامع احاطہ کرتے ہیں۔ ان کے مطالعے کے کئی رخ اور ہر رخ کے بے شمار زاویے ہیں، انھوں نے اپنی تحریروں میں اردو کو ہمیشہ بین الاقوامی زبان کی حیثیت دی ہے اسی طرح پاکستان میں بولی جانے والی تمام زبانوں اور اردو کو وہ ایک ہی تاریخی، تہذیبی، تمدنی اور ثقافتی دھارے کا حصہ سمجھتے ہیں، ڈاکٹر نجیب جمال کی یہ کتاب قاری پر شاعری، افسانہ اور تنقید و تحقیق کے در وا کرتی ہے۔

محاسن

"محاسن" ڈاکٹر نجیب جمال کے تحقیقی و تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، جس کی پہلی اشاعت ۱۹۹۶ء میں بیکن بکس ملتان کے زیر اہتمام عمل میں آئی۔ اس کتاب میں مصنف کے دیباچے کے علاوہ شاعری، اقبالیات اور ریگانۂ فن کے عنوانات سے درج ذیل مضامین شامل ہیں۔

شاعری

۱۔ فارسی غزل کا ارتقا
۲۔ راشد کی ایک نظم
۳۔ خواب و آگہی کا شاعر، اسلم انصاری

اقبالیات

۴۔ اقبال کی غزل

۵۔ مسجد قرطبہ، ایک جائزہ

یگانہ فن

۶۔ یگانہ کا قیام لاہور

۷۔ یگانہ کے لسانی مضامین

۸۔ یگانہ کی غزل

۹۔ یگانہ کے مقطعے

یگانہ کے حوالے سے مصنف کتاب کے دیباچے میں رقم طراز ہیں!

> "یگانہ کی ذات اور فن میں مجھے دلچسپی رہی ہے، میں یگانہ کے بارے میں گزشتہ پندرہ برسوں سے تحقیق و تنقید میں مصروف ہوں، یگانہ پر میرا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ انشاء اللہ اسی سال شائع ہو جائے گا، یگانہ کے سلسلے میں میری تمام تر کوششوں کا محور دراصل اردو کے ایک منفرد اور توانا لب و لہجے کے شاعر کو قید ملامت سے رہائی دلانا اور اسے اس کا صحیح مقام دلانا ہے، مجھے یقین ہے میری کوششیں رائیگاں نہیں جائیں گی۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر" محاسن" ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۳ء، ص ۷)

ڈاکٹر نجیب جمال نے مضمون "یگانہ کا قیام لاہور" میں یگانہ کا تعارف، تعلیم، بے روزگاری، ادبی سرگرمیوں میں شرکت، یگانہ کی لاہور آمد اور قیام کا تذکرہ کیا ہے، لاہور میں یگانہ کے تعلقات مرزا فہیم بیگ کے علاوہ مولانا حفیظ الرحمٰن منہاس سے انتہائی دوستانہ رہے۔ انھوں نے یگانہ کو شاعری میں استعمال ہونے والے محاورات کی فہرست بنانے کی ذمہ داری سونپی اور معاوضہ بھی دیا۔

زیر نظر کتاب میں شامل دوسرا مضمون "یگانہ کے لسانی مضامین" میں یگانہ کی نثری تصانیف اور ان رسائل کی فہرست بھی دی گئی ہے جس میں یگانہ کے مختلف موضوعات پر مضامین شائع ہوتے رہے اور ان مضامین پر الگ الگ تبصرہ کر کے نہ صرف یگانہ کی زبان فہمی کا اعتراف کیا ہے بلکہ یگانہ کے اسلوب پر روشنی بھی ڈالی ہے۔ مضمون "یگانہ کی غزل" میں غزل کی روایت پر روشنی ڈالنے کے بعد یگانہ کی لکھنؤ آمد اور ان کے معاصر شعرا کے شعری اسلوب پر بات کی گئی ہے اور یگانہ کی غزل کی خصوصیات بالخصوص عشق و محبت، انداز بیان، ندرت، استفہام، وجدان، تجربات و مشاہدات، رجائیت، قوت ارادی، عظمت انسان،

سرشاری، طنز و مزاح اور تغزل کو شعری مثالوں سے واضح کیا ہے۔ وہ یگانہ کی غزل کے موضوعات کے حوالے سے رقم طراز ہیں!

"یگانہ کی غزل موضوعات کے اعتبار سے خاصا پھیلاؤ رکھتی ہے۔ خدا کا وجود، خیر و شر، امید و بیم، دیر و حرم مذہب و اخلاق، کفر و ایماں، مرگ و زیست، مادہ و روح، جبر و اختیار، بے یقینی حیات، فنا و بقا، دکھ سکھ، انسان کی عظمت، آغاز و انجام، ہجود و نیاز، غرض ہر موضوع ان کی غزل میں ملتا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر "محاسن" ملتان۔ بیکن بکس ۱۹۹۴ء ص ۱۳۸)

زیر نظر کتاب کا آخری مضمون "یگانہ کے مقطعے" ہے، جس میں مقطع کی تعریف اور اہمیت بیان کرنے کے بعد یگانہ کے مقاطع پر بحث کی ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال کے بقول "یگانہ تخلص کرنے کا اصل سبب ان کا احساس تنہائی ہے جس کے مضمرات خود پرستی، انا پسندی اور اظہار فضلیت کی شکل میں ظاہر ہوئے شاید اسی لیے ان کے بیشتر افکار زعم باطل نظر آتے ہیں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر "محاسن" ملتان بیکن بکس، ۱۹۹۴ء ص ۱۳۸)

مرزا یاسر کے یگانہ تخلص کی ایک وجہ لکھنوی شعرا کی معاصرانہ چشمک بھی ہے وہ غالب کا مقابلہ یاس رہ کر نہیں "یگانہ" بن کر ہی کر سکتے تھے۔ وہ خود کہتے ہیں!

کیوں آپ سے یگانہ بے گانہ ہے زمانہ
غالب شکن جو ٹھہرے پھر پوچھنا ہی کیا ہے

زیر نظر کتاب کے مطالعے سے قاری فارسی غزل کے ارتقا علامہ اقبال کی غزل و نظم، یگانہ، ن م راشد اور اسلم انصاری کی فکر و فن سے آشنا ہو جاتا ہے بالخصوص یگانہ کے حوالے سے گوشہ اہمیت کا حامل ہے۔

کتاب سے پہلے

"کتاب سے پہلے" ڈاکٹر نجیب جمال کی تالیف ہے جس میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی منتخب کتابوں کے دیباچے شامل ہیں۔ ۱۹۹۴ء میں اس کتاب کو اظہار سنز لاہور نے شائع کیا۔ انتساب ڈاکٹر اسلم ادیب، زاہد حسین زاہد، محمد سعید ایاز اور محمد سعید ظفر کے نام۔ مقدمہ "نایاب ہیں ہم" کے

عنوان سے مصنف نے خود تحریر کیا ہے وہ زیرِ نظر کتاب کے عنوان کی وجہ تسمیہ یوں بیان کرتے ہیں!

"کتاب سے پہلے" اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے۔ منفرد اس لحاظ سے کہ
اردو کے مصنفین اپنی کتابوں میں جسے بالعموم دیباچہ، پیش لفظ یا مقدمہ کہتے ہیں
اسے یہاں "کتاب سے پہلے" کا عنوان دیا گیا ہے، پیش لفظ یا مقدمے کی
تاریخ میں یہ ایجاد میری نہیں بلکہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی ہے۔ انھوں نے اپنی
ساری تصانیف میں دیباچے یا پیش لفظ کو "کتاب سے پہلے" نام دیا ہے اور اس
عنوان کو کتاب کی فہرست مضامین میں بھی شامل کیا ہے چناں چہ زیرِ نظر کتاب کو
"کتاب سے پہلے" کا نام دینے کا یہی جواز ہے"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب سے پہلے، لاہور، اظہار سنز، ۱۹۹۴، ص ۷)

زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی بتیس (۳۲) کتابوں (جن میں دو ا ⓿ کی کتابیں بھی شامل ہیں) کے دیباچے شامل ہیں، کتاب میں جن شعرا کرام پر مضامین ہیں ان میں غالب، مرزا شوق، میر انیس، علامہ اقبال، وغیرہ شامل ہیں جب کہ نیاز فتح پوری پر دو مضامین نیاز فتح پوری شخصیت اور فن اور نیاز فتح پوری دیدہ و شنیدہ کے علاوہ تحقیق و تنقید کے حوالے سے اردو رباعی کا فنی و تاریخی ارتقا تحقیق و تنقید، تدریس اردو، اردو کی منظوم داستانیں، زبان اور اردو زبان، فن تاریخ گوئی اور اس کی روایت وغیرہ شامل ہیں، ڈاکٹر نجیب جمال، ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچوں اور موضوعات کے حوالے سے رقم طراز ہیں!

"ایک خاص بات جو ڈاکٹر فرمان کی تمام کتب میں عمومی طور پر موجود ہے، یہ ہے
کہ وہ سب سے پہلے کتاب کے موضوع پر توجہ دیتے ہیں اور قاری کو اپنے
احساس میں شریک کرتے ہیں، ان کتابوں کے دیباچے تو اس اعتبار سے اور بھی
خاصے کی چیزیں ہیں کہ جنھیں پڑھ کر کتاب سے پہلے کتاب سے آشنائی ہو جاتی
ہے اور یوں کتاب کے متن کو پڑھنے میں سہولت رہتی ہے۔ ان کی تمام کتابوں
کے دیباچوں کو یکجا کر کے پڑھا جائے تو گویا ہم مختلف موضوعات پر ایسی بنیادی
واقفیت حاصل کر لیتے ہیں جو ادب سے وابستگی کا دعویٰ رکھنے کے لیے کم سے کم
حد تک ضروری ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب سے پہلے، لاہور، اظہار سنز، ۱۹۹۴، ص ۱۸)

پہلا دیباچہ "اردو رباعی کا فنی و تاریخی ارتقا" کے عنوان سے ہے۔ مذکورہ کتاب کا اولین ایڈیشن ۱۹۶۳ء میں ماڈرن پبلی کیشنز کراچی سے شائع ہوا۔ اس کتاب کو سراہنے والوں میں مالک رام، مولانا حامد حسن قادری، اور علامہ نیاز فتح پوری بھی شامل ہیں وہ زیر نظر کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں!

"ہر چند کہ زیر نظر کتاب مختصر ہے پھر بھی یہ اطمینان ہے کہ فنی و تاریخی جائزے کے لحاظ سے جامع ہے۔ موضوع ایسا ہے کہ اگر میں چاہتا تو رباعیات کے طویل منتخبات اور بعض غیر اہم مسائل کو طول دے کر کتاب کی ضخامت کو آسانی سے بڑھا سکتا تھا لیکن میں نے دانستہ اس سے گریز کیا اور صرف رباعی کے اہم نکات اور نمائندہ رباعی نگاروں کے فکر و فن ہی کو اختصار کے ساتھ موضوع سخن بنایا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب سے پہلے، لاہور، اظہار سنز ۱۹۹۳ء، ص ۵)

تحقیق و تنقید (طبع دوم) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مضامین کا پہلا مجموعہ ہے جو ۱۹۶۳ء میں منظر عام پر آیا وہ زیر نظر کتاب کی اشاعت کی غرض و غایت یوں بیان کرتے ہیں!

"اس کتاب کے بعض مقالات مثلاً جگر لخت لخت، زبان اور رسم الخط، قدیم اردو ڈراما کے اہم فن کار اور کچھ تحقیقات شادانی کے بارے میں، ہر چند کہ تحقیقی نوعیت کے ہیں لیکن تنقیدی اشاروں سے خالی نہیں، غالب، خواجہ میر درد، فراق گورکھپوری، رانی کیتکی کی کہانی، علاقائی زبانیں اور خطبات عبدالحق کے عنوان کے مقالے بنیادی طور پر تنقیدی ہیں لیکن حقائق کی تلاش کے واضح نشانات ان میں بھی مل جائیں گے اور اسی لیے میں نے اس کتاب کو "تحقیق و تنقید" سے موسوم کیا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب سے پہلے، ایضاً، ص ۱۲)

تدریس اردو (طبع دوم تا ہفتم) اردو تدریس کے جملہ امکانات کو ظاہر کرتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس میں خالص لسانی اور ادبی موضوعات بھی پیش کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس کتاب کی تسوید و ترتیب کے متعلق لکھتے ہیں!

"میں نے اس کتاب کی تسوید و ترتیب میں اردو انگریزی کی متعدد کتابوں سے استفادہ کیا ہے لیکن اس کا مواد اور اس کی بحثیں محض کتابی استفادہ تک محدود نہیں

ہیں بلکہ اس میں میری طویل معلمانہ زندگی کے تجربات بھی شامل ہیں۔"

(ایضاً ص ۱۸)

" غالب شاعر امروز و فردا" (طبع اوّل) لکھ کر ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنا نام غالب شناسوں میں درج کرالیا ہے۔ دیباچے میں انھوں نے غالب کو صرف عظیم شاعر ہی نہیں عظیم نثر نگار بھی تسلیم کیا ہے۔ انھوں نے ان مصنفین کا حوالہ بھی دیا ہے جنھیں غالب کی بدولت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ زیر نظر کتاب میں مصنف کے پندرہ مضامین شامل ہیں جو مختلف ادبی رسائل میں شائع ہو چکے ہیں، بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری!

> " اس کتاب میں غالب کی شخصیت زندگی اور فن کے بارے میں بعض نئی معلومات، نئے تجربے اور نئی تاویلیں بھی ملیں گی، مجھے یقین ہے کہ ان سے غالب کو نئے زاویے یا کم از کم میرے زاویے سے دیکھنے میں مدد ملے گی۔"

(ایضاً ص ۲۶)

"اردو کی منظوم داستانیں" (طبع اوّل) میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے منظوم داستانوں کی نوعیت و اہمیت کے علاوہ ان کے شاعرانہ حسن و اثر کا مفصل تذکرہ کیا ہے وہ اپنے دیباچے میں اردو کی منظوم داستانوں کے آغاز و ارتقا کے حوالے سے رقم طراز ہیں!

> " اردو میں منظوم داستانوں کا سلسلہ شاعری کے ابتدائی دور ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک کسی نہ کسی طور پر جاری رہتا ہے۔ اردو کی پہلی منظوم داستان، کدم راؤ پدم راؤ، پندرہویں صدی عیسوی کے وسط میں لکھی گئی اور اس کے بعد یہ سلسلہ ۱۸۷۰ء تک برابر قائم رہا۔"

(ایضاً ص ۲۸)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے منظوم داستانوں کے بعد نثری داستانوں کے آغاز و ارتقا پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ زیر نظر کتاب نو (۰۹) ابواب پر مشتمل ہے جس میں منظوم داستانوں کی قدامت، ان کے فنی لوازم، شمالی ہند کی منظوم داستانیں، منظوم آپ بیتیاں، غیر شخصی اور مختصر منظوم داستانیں، طویل منظوم داستانیں اور آخری باب میں منظوم داستانوں کے زوال اور اس کے اسباب کا ذکر کیا گیا ہے۔ "نواب مرزا شوق کی مثنویاں" (طبع اوّل) کے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں!

"زہر عشق، اردو کی وہ مشہور زمانہ مثنوی ہے جس کا نام عام و خاص سبھی نے سن رکھا ہے۔۔۔ بلند پایہ ادیبوں اور شاعروں سے لے کر معمولی اردو خواں تک شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جس نے مثنوی "زہر عشق" نہ پڑھی ہو۔ جو کھلے بندوں نہیں پڑھ سکے انھوں نے چھپ کر پڑھی ہے اور جو پڑھنے سے معذور ہیں، انھوں نے اپنے دوستوں سے اور ہم عمروں سے پڑھوا کر سنی ہے، پڑھنے اور سننے کا یہ ذوق و شوق کسی نہ کسی طور پر آج بھی لوگوں میں باقی ہے۔"

(ایضاً ص ۳۱)

مذکورہ دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے پروفیسر وقار عظیم، پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر مجنوں گورکھپوری، مولانا نیاز فتح پوری اور عبدالماجد دریا آبادی کی مثنوی "زہر عشق" کے متعلق آرا بھی شامل کی ہیں۔

"دریائے عشق اور بحرالمحبت کا تقابلی مطالعہ" (طبع اوّل) کے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے میر تقی میر اور غلام ہمدانی مصحفی کی دو مثنویوں کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے نیز میر کی مثنویوں کا اجمالی جائزہ بھی لکھا ہے ان کی تحقیق کے مطابق مثنوی "دریائے عشق" ایک نوجوان اور ایک حسینہ کے ربط باہمی کی اندوہ ناک تفسیر ہے اور مصحفی نے اسی کو "بحرالمحبت" کے نام سے منظوم کیا ہے۔ انھوں نے "بحرالمحبت" کے سلسلے میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کے مقدمے کا بھی ذکر کیا ہے کتاب کے آخر میں دونوں مثنویاں شامل ہیں۔ "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری" (طبع اوّل) کے دیباچے میں مصنف بیان کرتے ہیں! کہ انھوں نے زیر نظر کتاب میں تذکرہ نگاری کے آغاز و ارتقا اور اس کی تاریخی و ادبی اہمیت کا آج تک کی تحقیق و تنقید کی روشنی میں جائزہ لیا ہے، ہر تذکرے پر الگ الگ تبصرہ کیا گیا ہے اس تبصرے میں مؤلف کے حالات زندگی، سال تصنیف و طباعت، اس کے قلمی و مطبوعہ نسخے نیز اس کے اوصاف و نقائص سبھی ہی تفصیل سے زیر بحث آئے ہیں، ہر تذکرے کے متعدد تراجم خصوصاً شروع اور آخر کے بطور نمونہ نقل کر دیے گئے ہیں۔ مصنف نے ان احباب کا بھی ذکر کیا ہے جنھوں نے اس کتاب کی تالیف اور اشاعت میں ان کو مفید مشوروں سے نوازا، نیز ان کتب خانوں کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جن سے مصنف نے استفادہ کیا۔ "زبان اور اردو زبان" (طبع اوّل) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مقالات پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں!

"زیرِ نظر کتاب بظاہر مقالات پر مشتمل ہے۔ یہ مقالات اپنے اپنے موضوع پر انفرادی حیثیتوں میں بھی میرے نقطۂ نظر سے مکمل ہیں لیکن معنوی غایت کے لحاظ سے یہ سب ایک رشتے میں پروئے ہوئے ہیں اور پوری کتاب کو ایک وسیع تر موضوع یعنی زبان اور اردو زبان کا ترجمان بناتے ہیں، اس موضوع کے بعض مباحث و مسائل آج بھی ہماری توجہ کا مرکز خاص ہیں اور کل بھی رہیں گے۔"

(ایضاً ص ۴۷)

"اردو کی نعتیہ شاعری" (طبع اوّل و دوم) کے دیباچے میں انھوں نے نعت کی اسلامی و تاریخی اہمیت اور روایت پر گراں قدر روشنی ڈالی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں قدیم دکنی شعرا سے لے کر آج تک اردو کا شاید ہی کوئی شاعر ہو جس نے نعتیہ اشعار یا نعت نہ کہی ہو اردو شاعری کی دوسری اصناف غزل، قصیدہ، مثنوی، رباعی وغیرہ کے بارے میں بے شمار مقالات لکھے گئے ہیں اور سیکڑوں تحقیقی و تنقیدی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں لیکن نعت گوئی پر چند متفرق مضامین کے سوا کوئی مختصری کتاب بھی نظر نہیں آتی۔ اس کمی کے احساس کو انھوں نے زیرِ نظر کتاب کی تالیف و اشاعت کو جواز قرار دیا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ میری یہ کتاب نعتیہ شاعری کے موضوع پر کوئی محققانہ کتاب نہیں، اسے آپ اردو کی نعتیہ شاعری کی تاریخ بھی نہیں کہہ سکتے اس لیے کہ اس میں نعتیہ شاعری کے سارے ادوار و افراد اور احوال و آثار کی تفصیل تاریخ وار یا بلحاظ سنین درج نہیں ہے۔ یہ نعت گو شعرا کا تذکرہ بھی نہیں ہے اس لیے کہ اس میں سارے شاعروں کا ذکر نہیں چند کا ذکر آیا ہے بل کہ زیرِ نظر کتاب اردو کی نعتیہ شاری کا ایک سرسری مبصرانہ جائزہ ہے، ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس مشہور نعتیہ قطعہ

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر ولقد نور القمر
لایمکین الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کو جسے حافظ، سعدی، جامی اور قدسی سے منسوب کیا جاتا ہے کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ قطعہ مذکورہ شاعروں کے دواوین و کلیات میں کہیں نہیں ہے بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز کا ہے جو شاہ صاحب کے ملفوظات میں موجود ہے۔" (ایضاً ص ۵۳)

''نیا اور پرانا ادب'' (طبع اوّل) کے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری لکھتے ہیں کہ ''اس مجموعے میں بعض مضامین پرانے ادب سے متعلق ہیں اور بعض نئے ادب سے اور اسی رعایت سے اس کا نام 'دنیا اور پرانا ادب' پسند کیا گیا ہے، ادب کی نئی اور پرانی قدریں کے عنوان سے ایک مضمون بھی کتاب میں شامل ہے اور یہ ادبی قدروں کے بارے میں میرے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتا ہے۔ ادب اور ادبی تنقید میں اختلاف رائے کی میرے نزدیک کیا اہمیت ہے اور ادب کی تعمیر و راہنمائی میں اختلاف رائے کس نوع کا مثبت کردار ادا کرتا ہے اس کے بارے میں ایک مختصر سا مضمون اس کتاب میں نظر آئے گا بقیہ مضامین عملی تنقید سے متعلق ہیں لیکن حسبِ ضرورت نقطۂ نظر کی بحثیں بھی آئی ہیں۔'' (ایضاً ص ۵۸)

''قمر زمانی بیگم'' (طبع اوّل، دوم، سوم) کے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں بطور قلمکار شہرت پانے والی خاتون'' قمر زمانی بیگم'' کے تعارف میں بتایا ہے کہ ''۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۰ء تک کا زمانہ ان کی شہرت کے عروج کا زمانہ تھا۔ تعلیم یافتہ نوجوان خاص طور ان کی تحریروں کے شیدائی تھے اور ان سے ملاقات کے لیے دلی اور آگرہ کے چکر لگایا کرتے تھے۔'' (ایضاً ص ۶۰)

نیاز فتح پوری صاحب نے قمر زمانی بیگم کے خطوط کو مرتب کرنے کی کوشش کی لیکن مصروفیات کی وجہ سے یہ کام پایۂ تکمیل کو نہ پہنچا سکے اور یہ خطوط ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے حوالے کر دیے اور وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد انھیں شائع کر دینا۔ ڈاکٹر فرمان صاحب نے اس وصیت کی تعمیل میں یہ کتاب شائع کی ہے۔ وہ زیر نظر کتاب کے بارے میں رقم طراز ہیں!

> ''اس کتاب کا بعض مواد بعض وجوہ سے خاصا رومان پرور بلکہ جنسی خیز ہے اور اگر میں چاہتا تو سستی پبلسٹی کے لیے اسے ڈائجسٹ نما کثیر الاشاعت پرچے میں شائع کر دیتا لیکن میں نے دانستہ اس سے گریز کیا، بات یہ ہے کہ یہ رومان پرور تحریریں جو قمر زمانی بیگم کے نام سے آج منظر عام پر آ رہی ہیں اردو ادب کے نثری سرمایے کا ایک نہایت قیمتی حصہ ہیں، ان کا لب و لہجہ موضوع کی طرفگی کے باوصف حد درجہ تخلیقی اور سنجیدہ ہے اور ادب کے قاری سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان کا مطالعہ چٹخارہ کے ساتھ نہیں سنجیدگی کے ساتھ کیا جائے۔''

(ایضاً ص ۶۵)

''ارمغانِ گوکل پرشاد'' (طبع اوّل) اردو شعرا کا ایک اہم اور نادر و نایاب قدیم تذکرہ ہے جسے

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے دوسری مرتبہ زیورِ طبع سے آراستہ کرایا اور اس کے پہلے مرتب کا تعارف بھی کرایا ہے اور گوکل پرشاد کے پچاس اشعار بھی شامل کیے ہیں اور اس کی ترتیب میں پہلے مطبوعہ نسخے کی ترتیب کو برقرار رکھا گیا ہے۔

''میر انیس حیات اور شاعری'' (طبع اول) کے دیباچے میں مصنف نے میر انیس کا تعارف اس کی تاریخ پیدائش کے تعین کے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔ زیر نظر کتاب نو (۰۹) ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں میر انیس کے خاندانی اور ذاتی حالات، دوسرے میں مرثیہ کی تعریف اس کے فنی اجزا، تیسرے میں مرثیہ نگاری، چوتھے میں محاسن زبان و بیان، پانچویں میں معنوی اوصاف کی تفصیل درج ہے، اسی کے ساتھ میر انیس اور مرزا دبیر کے بارے میں مختلف ناقدین کی آرا کا جائزہ دے کر دونوں کے امتیازات کی نشان دہی کی گئی ہے، چھٹے باب میں غزل اور سلام، ساتویں میں بطور رباعی گو آٹھویں باب میں میر انیس کے سلسلے کی بعض گمشدہ کڑیوں کو قدیم تذکروں میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور آخری باب میں میر انیس کے ''اولین نقاد'' کے عنوان سے میر انیس کے بارے میں چند بنیادی ماخذوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

''ہندی اردو تنازع، ہندو مسلم سیاست کی روشنی میں'' کے دیباچے میں انھوں نے بتایا ہے کہ اس کتاب کا موضوع دو خاص عنوانات اردو ہندی تنازع اور ہندو مسلم سیاست پر مشتمل ہے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں باہم دگر کس طرح متاثر رہے ہیں اور ایک دوسرے پر کیا اثر ڈالا ہے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کا موضوع برصغیر کی ہندو مسلم سیاست کی روشنی میں اردو ہندی تنازع اور اردو کی سیاسی تاریخ ہے، زبان و سیاست کے اس عمل میں جس کے جائزے پر یہ کتاب مبنی ہے جسے مسلم قومیت کے ظہور اور پاکستان کے حصول کی تاریخ بھی کہہ سکتے ہیں۔

''اردو املا اور رسم الخط'' (طبع اول) کے دیباچے میں مصنف نے بتایا ہے کہ یہ کتاب دو طویل مقالوں پر مشتمل ہے۔ رسم الخط کے مسائل پر مشتمل طویل مضمون'' میری کتاب زبان اور اردو زبان'' مطبوعہ قمر کتاب گھر کراچی میں شامل ہے۔ زیر نظر مضمون اسی کی توسیعی و تکمیلی صورت ہے، ہمارے یہاں اردو رسم الخط کے مسئلے پر جتنی توجہ دی گئی ہے اردو املا پر نہیں دی گئی حالاں کہ میرے نزدیک اس وقت اردو املا کے سلسلے میں جتنی غور و فکر کی ضرورت ہے، اردو رسم الخط کے سلسلے میں نہیں ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنے دیباچے میں ایسے بہت سے الفاظ کی مثالیں دی ہیں جن کو غلط املا سے لکھا جا رہا

ہے۔انھوں نے اس مقالے میں اردو املا کے اصولوں کو مرتب اور یکجا کرنے کی بہت عمدہ کاوش کی ہے۔

"اقبال سب کے لیے" (طبع اول و دوم) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی وہ تصنیف ہے جسے اقبالیات کے شعبے میں اقبال پر لکھی گئی تصانیف میں سب سے آسان اور عام فہم انداز میں لکھی گئی کتاب تصور کیا جاتا ہے، زیر نظر کتاب دیباچہ اور کتابیات کو چھوڑ کر تیرہ (۱۳) ابواب پر مشتمل ہے جن میں اقبال کی سیرت وسوانح، تصانیف، فلسفۂ خودی، تعلیمی نظریات، سیاسی افکار، ممالک اسلامیہ کی بیداری، نظریۂ فن، تصور عقل وعشق اور اقبال کے فکر وفن پر مشرق ومغرب کے اثرات کی تفصیل دی گئی ہیں نیز اقبال کی اردو اور فارسی شاعری اور اقبال کے پیغام کو بھی شامل ابواب کیا گیا ہے۔زیر نظر کتاب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے بجا لکھا ہے کہ!

> "کتاب کے موضوع اور عنوان کے پیش نظر اسے ہر طرح جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب چھوٹے بڑے، بوڑھے، جوان، تعلیم یافتہ، طلبہ واساتذہ، اہل نقد اور اہل علم قارئین اور مبصرین سب کو اقبال کی زندگی اور فکر وفن کے سلسلے میں اساسی اور بنیادی نوعیت کا مواد فراہم کرے گی۔ یہ مواد خیال آرائی پر نہیں حقائق پر مبنی ہے۔"

(ایضاً ص ۱۱۲)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تمام کتب میں مقدار اور معیار کا [illegible]ں توازن پایا جاتا ہے۔ڈاکٹر نجیب جمال نے زیر نظر کتاب (کتاب سے پہلے) میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی جن بتیس (۳۲) کتب کے دیباچے کتابی صورت میں یکجا کیے ہیں ان کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جو قاری یا طالب علم ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تمام تصانیف کا مطالعہ نہیں کر سکتے وہ ان دیباچوں کی وساطت سے تصانیف کے اجمالی تعارف سے آشنا ہو جاتے ہیں۔

کتاب کے بعد!

"کتاب کے بعد" ڈاکٹر نجیب جمال مرتب کردہ کتاب ہے جس میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے مختلف ادبی کتب پر تحریر کیے گئے دیباچوں کو شامل کیا گیا ہے۔اس کتاب کو اظہار سنز لاہور نے ۱۹۹۴ء میں شائع کیا ہے انتساب ڈاکٹر اے۔بی اشرف کے نام ہے۔کتاب میں مرتب کے دیباچہ (ڈاکٹر

فرمان فتح پوری اور دیباچہ شناسی) کے علاوہ درج ذیل چودہ (۱۴) مضامین شامل ہیں:

۱۔ تعارف (عبدالغفور رنساخ، حیات و تصانیف)
۲۔ واسوخت کا موجد اور اردو میں اس کی روایت
۳۔ دیباچہ (تحقیق و تنقید، منظر نامہ)
۴۔ بانم علی شوق اور راجستھانی زبان و ادب
۵۔ بازگشت، اردو خود نوشت کی انقلابی جست
۶۔ ماہتاب محبوب کے افسانے
۷۔ پیش لفظ (سخن وران کاکوری)
۸۔ عرش صدیقی کا مقالہ
۹۔ تقابلی جائزے
۱۰۔ تقریظ (عجائب فرنگ)
۱۱۔ سورج سمندر منظر بہ منظر
۱۲۔ علی محمد پیرانی
۱۳۔ شاعر لکھنوی
۱۴۔ سید محمد جعفری اور ظریفانہ شاعری

ڈاکٹر نجیب جمال اپنے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچوں اور تحریروں کے ایک اہم وصف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں!

> ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچوں کی تحریروں کا بڑا وصف یہ ہے کہ یہ بعض بنیادی نوعیت کی معلومات فراہم کرتی ہیں، نظر انداز گوشوں کی نشاندہی کرتی ہیں، فکری تضادات کو رفع کرتی ہیں، حقائق کا ادراک کرتی ہیں، فکر و نظر کو عمومی مغالطوں سے آزاد کرتی ہیں اور کتاب اور قاری کے درمیان داخلی ہم آہنگی کو پیدا کرتی ہیں۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز، سن اشاعت ندارد ص ۲۶)

زیر نظر کتاب کے پہلے مضمون ''تعارف'' میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ہندوستان کے ایک گم نام ادیب عبدالغفور رنساخ کا تعارف پیش کیا ہے، جن پر ایک صاحب نظر ادیب ڈاکٹر صدر الحق نے

پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ لکھا۔ دوسرے مضمون میں انھوں نے ملتان کے معروف شاعر وادیب ڈاکٹر طاہر تونسوی کی کتاب (تحقیق وتنقید۔۔منظر نامہ) کو موضوع بنایا ہے اور کہا ہے کہ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے رائے زنی اور تبصرے میں توازن کو برقرار رکھا ہے۔ "بازگزشت" اردو کے ڈراما نویس اور افسانہ نگار امین نون کی سرگزشت ہے جس پر ڈاکٹر صاحب نے بہت عمدہ دیباچہ لکھا ہے وہ ماہتاب محبوب کی افسانہ نگاری کے متعلق لکھتے ہیں!

"ماہتاب محبوب، عرفان وآگہی کی اس منزل پر نظر آتی ہے جو شعور ذات کی تہوں سے پھوٹتا ہے، ان کے ہاں محض سوچ کی پختگی ہی نہیں بل کہ فن کی بلندی بھی نظر آتی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز، ص ۶۱)

ڈاکٹر نجیب جمال نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا وہ دیباچہ بھی شامل کیا ہے جو انھوں نے عرش صدیقی کے مقالہ شعور اور سائنسی شعور کا ایک معتبر حوالہ کے عنوان سے لکھا ہے۔ یہ مقالہ ڈاکٹر عرش صدیقی نے ۱۹۹۰ء میں کراچی کے ایک علمی وادبی سمینار میں پڑھا تھا، ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے سرسید احمد خاں کو وہ پہلا شخص قرار دیا ہے جنھوں نے شعور وسائنسی شعور کو شعوری طور پر اپنی تحریروں میں جگہ دی، سرسید کے بعد انھوں نے غالب، اقبال، علامہ نیاز فتح پوری، مجنوں گورکھپوری، اختر حسین رائے پوری، محمد دین تاثیر اور احتشام حسین کا حوالہ دینے کے بعد عرش صدیقی کے مقالے کو اردو نثر کی اس فکری سمت اور رویے کا ایک طاقتور اور بروقت مظہر قرار دیا ہے وہ زیر نظر مقالے کے بارے میں رقم طراز ہیں!

"عرش صدیقی نے شعور اور سائنسی شعور پر محض نظری بحث ہی کو سب کچھ نہیں جانا بلکہ اس زاویہ نظر کو استدلال وامثال کے ساتھ اپنی تحریر میں اس طرح سمو لیا ہے کہ ان کا مقالہ سائنٹفک تحریر کا قابل توجہ نمونہ بن گیا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز، ص ۷۶)

تقابلی جائزے، عبدالعلیم صدیقی کے اردو مضامین کا پہلا مجموعہ ہے۔ علیم صدیقی کا یہ مجموعہ اس اعتبار سے قابل توجہ ہے کہ اس میں تقابلی مطالعات کی مدد سے انگریزی اور اردو کے بعض موضوعات وشخصیات کا نہایت دلچسپ اور کارآمد جائزہ لیا گیا ہے، ان مقالات میں انھوں نے ہر شاعر وادیب کے مخصوص حالات وواقعات اور ان سے پیدا شدہ مسائل ونتائج کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری وثوق

اور اعتماد سے کہتے ہیں کہ جو لوگ اس کتاب کے مقالات خصوصاً شراوا سکاٹ، اقبال اور براؤننگ، میر انیس اور ایپک اور مخدوم وفیض جیسے مضامین پر نظر ڈالیں گے تو وہ اس نتیجہ پر پہنچیں گے اور علیم صدیقی کی ناقدانہ شعور کی داد دیں گے۔

اردو کے پہلے سفرنامہ'' عجائبات فرنگ'' جسے یوسف کمبل پوش نے تحریر کیا تھا پر تقریظ لکھتے ہوئے ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اس کے مرتب ڈاکٹر مظفر عباس کی تحقیقی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے لکھا ہے کہ!

> ''ڈاکٹر مظفر عباس نے کتاب کے ساتھ ساتھ صاحب کتاب سے بھی ہمارا بھر پور تعارف کرایا ہے، عجائبات فرنگ، کا مصنف کون تھا، کیا تھا، کب اور کیوں کیا گیا تھا؟ اور کب واپس آیا، اس قسم کے جتنے بھی سوالات کسی سفرنامے کے مصنف کے بارے میں کیے جاسکتے ہیں ان سب کے شافی جوابات ڈاکٹر مظفر عباس نے اپنے مقدمے میں فراہم کردیے ہیں، اس کام میں انھوں نے ان مقالات سے بھی مدد لی ہے جو اس سفرنامے کے بارے میں پچھلے دس پندرہ برسوں میں شائع ہوئے لیکن ان کی توجہ ایک سچے محقق کی حیثیت سے اساسی ماخذ کی طرف رہی ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز، اردو بازار، ص ۸۵)

ایک اور دیباچہ'' سورج سمندر منظر بہ منظر'' کے عنوان سے ہے جو مرزا سلیم کے چند ممتاز شخصیات سے لیے گئے انٹرویوز یا مصاحبے پر مشتمل ہے۔ زیر نظر کتاب کے بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں!

> ''کتاب میں شامل حضرات کی فہرست پر نظر ڈالنے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مرزا سلیم بیگ صاحب نے ایک باشعور صحافی اور قلم کار کی حیثیت سے اپنی کتاب میں پاکستان کے سارے شعری وادبی، تفریحی و تعلیمی، علمی وفنی، صنعتی واقتصادی اور ثقافتی ومعاشرتی شعبوں کو سمیٹ لیا ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز، ص ۸۹)

ایک اور پیش لفظ علی محمد پیران، گجراتی زبان کے ایک ممتاز ڈراما نگار کے حوالے سے ہے۔ جس میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اردو اور گجراتی کے رشتے پر بات کرنے کے بعد علی محمد پیرانی کی شخصیت، مشاہدے اور ڈراما نگاری کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ!

"علی محمد پیرانی کی زیر نظر کتاب میں ان کے تین ڈرامے شامل ہیں تینوں کا تعلق
خیال وخواب کی دنیا سے نہیں بلکہ ہماری سماجی زندگی اور اس کی حقیقتوں سے ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز ۱۹۹۳، ص ۹۵)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے شامل کتاب ڈراموں کا اجمالی جائزہ پیش کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ ڈرامے نہ تو کوئی پر پیچ پلاٹ رکھتے ہیں اور نہ ان کا موضوع ومواد ہی فلسفیانہ ہے، روزمرہ گفتگو اور روزمرہ کے کرداروں پر ان ڈراموں کا انحصار ہے کرداروں کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ حقیقی اور سچے ہیں، ان کا ہر عمل ان کی عمر ماحول اور مزاج کے مطابق ہے۔

شاعر لکھنوی پر لکھی گئی تقریظ کا انداز خاکہ نگاری جیسا ہے ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے!

"وہ (شاعر لکھنوی) کسی ⏲ میں ہوں اور کسی کے سامنے ہوں اپنی آن بان
اور اپنی انا کو بے سبب مجروح کرنے پر رضامند نہیں ہوتے وہ ملتے لیکن ذرا
فاصلے سے، قریب آتے ہیں مگر آہستہ آہستہ، کھلتے ہیں مگر کم کم، ملتے سب سے
ہیں لیکن اپنے وجود کے احساس کے ساتھ، ان کی اس احتیاط اور رکھ رکھاؤ سے
بعض کو شکایت ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز ۱۹۹۳، ص ۱۰۱)

سید محمد جعفری اور ظریفانہ شاعری پر لکھی گئی تقریظ میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری سید محمد جعفری کو اپنے عہد کا اکبرالہ آبادی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں!

"اپنے اصلاحی مقصد، جاندار اسلوب اور رنگا رنگ موضوعات کی بناء پر سید محمد
جعفری اپنے عہد کے اکبرالہ آبادی ہیں۔ دونوں کے طنز میں ایک ہی طرح کی
شگفتگی، معصومیت اور تازگی ہے، دونوں میں اپنے دور کے سماجی وسیاسی حالات
اور ان کی خوبیوں اور کمزوریوں کا شعور ہے اور سیاسی حالات کی ناخوشگواریوں
پر بڑے شوخ انداز میں ہنستے ہیں۔ دونوں کو کسی کی تحقیر یا تذلیل مقصود نہیں ہوتی
تاہم ناانصافی وظلم کے خلاف ان کے طنز وظرافت میں اجتماعی قوت ضرور نمودار
ہوجاتی ہے اور سامع یا قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، لاہور، اظہار سنز ۱۹۹۳، ص ۱۲۲)

ڈاکٹر فرمان فتح نے سید محمد جعفری کو اکستابی نہیں فطری شاعر قرار دیا ہے اور ان کی نظموں، الیکشن کا ساقی نامہ، پرانا کوٹ، رویت ہلال کمیٹی، عیدالاضحیٰ اور وزیروں کی نماز، میرا دیوان، اسٹیکر یٹ آرٹ، کلرک، کھڑاؤنز، ابلیس کی فریاد اور مرزا غالب فلم سازوں میں وغیرہ کا حوالہ اور اشعار بھی دیے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر نجیب جمال بطور دیباچہ شناس سامنے آئے ہیں۔ کتاب میں شامل مضامین کی خواندگی سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ دیباچہ نگاری کی رمز سے بخوبی آشنا ہیں۔ انھوں نے دقتِ نظری سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچوں کا انتخاب کیا ہے۔

پنج آہنگ

''پنج آہنگ'' ڈاکٹر نجیب جمال کے تحقیقی و تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے جو سطور پبلی کیشنز، گل گشت کالونی ملتان سے ۱۹۹۷ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا، انتساب اسلم انصاری کے نام ہے، دیباچہ (کاوشِ اظہار) ڈاکٹر نجیب جمال نے لکھا ہے جس میں وہ رقم طراز ہیں!

> ''پنج آہنگ'' اردو کے پانچ آہنگ دار شاعروں کے فن کے بارے میں میرے مضامین کا مجموعہ ہے، یہ مضامین گزشتہ بیس (۲۰) برس میں لکھے گئے، اس لیے بعض مضامین پر نظرِ ثانی اور اضافے کی ضرورت تھی۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، پنج آہنگ، ملتان، سطور پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۷)

زیرِ نظر کتاب میں درج ذیل پانچ مضامین شامل ہیں:

۱۔ ولی کی غزل ۲۔ آتش کی غزل ۳۔ مومن کی غزل

۴۔ یگانہ کی غزل ۵۔ اقبال کی غزل

پہلے مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے ولی کی شعری زبان کا فنی و فکری جائزہ عمدگی سے پیش کیا ہے اور ولی کا موازنہ انگریزی زبان کے شاعر چاسر سے کیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ چاسر نے انگریزی زبان کو وسعت دی اور اس کو نئے لسانی اجتہاد سے روشناس کرایا ولی نے بھی شعوری طور پر اردو زبان کو وسعت دی، آتش کی غزل، میں مصنف نے اردو شاعری کی روایت کے علاوہ اردو اور لکھنؤ کی تہذیب و ثقافت پر بھی مفصل روشنی ڈالی ہے۔ وہ آتش کی غزل کے نمایاں اوصاف کے متعلق رقم طراز ہیں!

> ''آتش کی غزل کا نمایاں ترین وصف جوشِ حیات اور قوتِ حیات کا احساس ہے

جسے استوار کرنے میں ان کی شاعری کے مضامین کے ساتھ ساتھ ان کے آہنگ
کا بھی بھرپور حصہ ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، بیچ آہنگ، ملتان، سطور پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء ص ۵۷)

مضمون ''مومن کی غزل'' میں انھوں نے مومن کو تغزل کا شاعر قرار دیتے ہوئے ان کی شاعری میں حسن و عشق، رقیب، محبت، محاکات اور شعری آہنگ پر بھی دلیل کے ساتھ بات کی ہے اور اپنے موقف کی تائید کے لیے اشعار کا حوالہ بھی دیا ہے۔ وہ مومن کی معاملہ بندی کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں!

> ''مختصر یہ کہ مومن غزل کے شاعر ہیں اور غزل کے فن لوازمات کا گہرا شعور رکھتے ہیں، معاملہ بندی جیسے رسوا موضوع کو انھوں نے اپنی باریک بینی اور ندرت ادا سے نفسیات محبت کے شاعرانہ بیان میں بدل دیا ہے۔''

مضمون ''یگانہ کی غزل'' اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ ڈاکٹر نجیب جمال کو یگانہ کا محقق ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ یگانہ جب لکھنؤ آئے تو مشاعروں میں شریک ہونے لگے ان کے شعر کی اٹھان میں ان کی شخصیت کا تیکھا پن موجود تھا جس کی وجہ سے وہ منفرد آواز بن گئے۔ ان کی غزلیں اپنے وقت کے مؤقر ادبی رسائل میں شائع ہونے لگیں کچھ لوگوں نے یگانہ کو ملحد اور کافر بھی کہا بقول مصنف!

> ''یگانہ مجموعہ اضداد تھے یعنی ایک طرف تو ان کی غزل میں فکر اور وجدان کا رچاؤ موجود ہے جس نے متانت، سنجیدگی اور وقار کو پیدا کیا ہے اور دوسری طرف غزل میں ان کی خود پسندی اور خود پرستی کی وجہ سے ان کی تخلیقی صلاحیتی بے مصرف تنازعوں کی نذر ہو گئیں۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، بیچ آہنگ، ملتان، سطور پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء ص ۱۱۴)

اقبال کی غزل، مختصر ہونے کے باوجود اہم ہے۔ زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے قاری پانچ نمائندہ کے فکر و فن سے آشنا ہو جاتا ہے۔

ماہ و سال عندلیب

''ماہ و سال عندلیب'' ڈاکٹر نجیب جمال کے غالب پر لکھے گئے چھے (۰۶) تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، جس کی اولین اشاعت ۱۹۹۷ء میں سطور پبلی کیشنز ملتان کے زیر اہتمام عمل میں آئی۔ مصنف

نے انتساب اپنے والد مرحوم عبدالمجید کے نام کیا ہے۔ مصنف کے دیباچے کے علاوہ درج ذیل مضامین شامل ہیں:

۱۔ غالب کی شاعری اور فن کے عناصر ترکیبی ۲۔ غالب کی انفرادیت
۳۔ غالب کی تخیل پسندی ۴۔ غالب کی حقیقت پسندی
۵۔ غالب کا تصور حسن وعشق ۶۔ غالب عہد آفریں

زیر نظر کتاب کا عنوان غالب کے اس شعر سے ماخوذ ہے!

عمر میری ہوگئی صرف بہار حسن یار
گردش رنگ چمن ہے ماہ و سال عندلیب

ڈاکٹر نجیب جمال زیر نظر کتاب میں شامل مضامین کے بارے میں دیباچے میں رقم طراز ہیں!

"ماہ وسال عندلیب" میرے بالکل تازہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین اپنے موضوعات اور عنوانات کے اعتبار سے شاید نئے نہ ہوں لیکن میں نے کوشش کی ہے کہ غالب کے لفظوں، ترکیبوں، علامتوں، تمثالوں، مصرعوں اور اشعار نے مجھ سے ہم کلام ہو کر وقتاً وقتاً جو سوال کیے ہیں یا جو سوال پیدا کیے ہیں ان کے وہ جواب لکھوں جو میں اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے خود کو دیتا رہا ہوں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ وسال عندلیب، ملتان، مظہر، پبلی کیشنز، ۱۹۹۷، ص ۱۰)

پہلا مضمون "غالب کی شاعری اور فن کے عناصر ترکیبی" کے موضوع پر ہے۔ مضمون کا آغاز غالب کی پیدائش کے وقت آگرہ کی تاریخ وتہذیب کے ذکر سے کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جب غالب پیدا ہوئے اس وقت ہندوستان میں شورشیں برپا تھیں دہلی کے اجڑنے کے بعد لکھنؤ کی رنگینی عروج پر تھی، ڈاکٹر نجیب جمال غالب کی شاعری پر فارسی کے اثرات کے حوالے سے لکھتے ہیں!

"غالب کی ابتدائی شاعری خواہ وہ فارسی میں ہو یا اردو میں بیدل اور دوسرے فارسی شعرا کے اثر سے لبریز ہے۔ ان کے یہاں فارسی زبان اور شاعری کی روایات کا اس قدر غلبہ ہے کہ اس زمانے کے اردو اشعار کو معمولی سا تصرف کر کے اور محض ایک آدھ لفظ کو تبدیل کر کے باآسانی فارسی کے اشعار بنایا جا سکتا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ وسال عندلیب، ملتان، مظہر پبلی کیشنز، ۱۹۹۷، ص ۱۰)

ڈاکٹر نجیب جمال نے غالب کی شخصیت کے حوالے سے بھی بحث کی ہے۔ وہ غالب کی شخصیت کی ہئیت ترکیبی اور اس کے عوامل کا تجزیہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں!

"غالب کی شخصیت کی ہئیت ترکیبی میں بہت سے عوامل کارفرما ہیں جن میں سے کچھ تہذیبی کچھ تاریخی اور کچھ نجی نوعیت کے ہیں۔ نجی عوامل میں سب سے موثر احساس نسلی کا تفاخر ہے۔ وہ اپنے آپ کو افراسیاب کی اولاد میں سے سمجھتے تھے ان کے احساس انا کا اولین سرچشمہ بھی یہی نسلی برتری کا احساس تھا۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ و سال عندلیب، ملتان، بیکن بکس پبلیکیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۲۶)

دوسرا مضمون "غالب کی انفرادیت" کے موضوع پر ہے جس میں انھوں نے غالب کی انفرادیت کو غالب کی شخصیت، فکر و فن، اسلوب، تخیل، تلسمیات اور ندرت کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں!

"دراصل ایجاد و اختراع کا جوہر غالب کی سرشت میں داخل تھا۔ بڑا شاعر اپنے ساتھ زبان و بیان کے بڑے امکانات لے کر آتا ہے۔ غالب کے یہاں فکر کی گہرائی، جذبے کی شدت، احساس کی تازگی، تخیل کی ندرت اور شاعرانہ تجربات کی جدت یکجا ہو گئے ہیں۔ اس لیے زبان کا روایت سانچہ سخت ناکافی تھا اس لیے غالب بیان کے لیے وسعت کے متقاضی ہوئے یوں وہ زبان و بیان کی جدت کے باعث روایت شکن کہلائے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ و سال عندلیب، ملتان، بیکن بکس پبلیکیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۳۵)

ڈاکٹر نجیب جمال نے غالب کی نئی روایات اور نئے فکری رویے کے حوالے سے جن اشعار کا حوالہ دیا ہے ان میں سے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے!

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

سب رقیبوں سے ہوں ناخوش پر زنانِ مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محوِ ماہِ کنعاں ہو گئیں

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں
مانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے

اپنے موقف کی تائید کے لیے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی یہ رائے بھی درج کی ہے!

"سچ بات یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے (غالب نے) اردو غزل کی محض دوسری
فرسودہ روایات کو منسوخ کر کے نئے روایات کی بنیاد ڈالی بالکل اسی طرح تیمیمی
روایات کو بھی نئی سمتوں اور نئے معنوں سے آشنا کر کے تجدید کی راہ دکھائے ہے۔"
(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ و سال عندلیب، ملتان، سطور پبلی کیشنز ۱۹۹۷ء ص ۳۷)

مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے غالب کی انفرادیت کو ثابت کیا ہے تیسرا مضمون "غالب کی تخیل پسندی" کے موضوع پر ہے مضمون کے آغاز میں مصنف نے غالب کی شاعری کو تین ادوار میں منقسم کیا ہے۔ پہلے دور میں انھوں نے غالب کی شاعری پر بیدل کے اثرات بیان کیے ہیں، دوسرے دور میں غالب کے انداز بیان میں نمایاں تبدیلی کو دکھایا گیا ہے، تیسرے دورر میں غالب کے کلام کو سہل ممتنع کی عمدہ مثالی قرار دیا گیا ہے۔ غالب کے ادوار کے بعد مضمون نگار نے غالب سے پہلے اردو شاعری کے دو دور ایک دہلی اور دوسرا لکھنؤ کو موضوع بحث بنایا ہے۔ وہ غالب کی تخیل پسندی کے حوالے سے رقم طراز ہیں!

"غالب کے اسلوب شاعری کا سب سے قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس نے اردو
شاعری کو افکار عالیہ کا متحمل بنا دیا غالب سے پہلے بھی فکری اجزا شاعری میں
موجود تھے، جس طرح ہر بڑی شاعری میں ناگزیر طور پر ہوتے ہیں لیکن اردو
شاعری میں یہ فکر کسی بڑی فلسفیانہ سوچ یا تجربے کی آئینہ دار نہیں بن سکی تھی
غالب سے پہلے اردو شاعری میں گہرے مطالب کم ہیں صرف درد اور میر کے
یہاں مابعد الطبیعات کے حوالے سے کسی قدر فکری عناصر مل جاتے ہیں، اسی
طرح روایتی طور پر تصوف کے مضامین محدود سطح پر ہر شاعر کے یہاں موجود ہیں

> اس اعتبار سے دیکھا جائے تو غالب کے یہاں پہلی مرتبہ نمایاں فلسفیانہ سوچ اور کسی حد تک مربوط تفکر دکھائی دیتا ہے غالب ہی نے شاعری میں عمیق فکر کی گنجائش پیدا کی۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ وسال عندلیب، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۷ء، ص ۳۵)

ڈاکٹر نجیب جمال نے غالب کی حکیمانہ شاعری کو علامہ اقبال کی شاعری کی فکری احساس اور محرک قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ غالب اردو کے پہلے فلسفی شاعر اور اقبال مابعدالطبیعاتی شاعر ہیں۔ غالب کی شاعری میں فکری عناصر اسی طرح موجود ہیں جیسے نقاب میں ابھرے ہوئے ایک تار پر بھی نگاہ کا گماں ہوتا ہے۔ اپنے اس موقف کی تائید کے لیے انھوں نے غالب کا یہ شعر بھی درج کیا ہے!

اُبھرا ہوا نقاب میں ہے ان کے ایک تار
مرتا ہوں میں کہ یہ کسی کی نگاہ ہو

بلاشبہ غالب نے اردو شاعری کے مضامین کو فلسفیانہ جہت سے آشنا کیا اور زندگی اور اس کے رویوں، کائنات اور اس بھیدوں کو آشکار کیا، زیرِ نظر مضمون غالب کی تخیل پسندی کی جہات کو واضح کرتا ہے۔

چوتھا مضمون "غالب کی حقیقت پسندی" کے موضوع پر ہے۔ مضمون کے آغاز میں غالب کے عہد، ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی، غالب کے آباؤ اجداد کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ غالب کا اپنے عہد کے ساتھ حقیقی رابطہ تھا مگر انھیں میر کی طرح گزری ہوئی زندگی اور مٹتی ہوئی تہذیب کا مسلسل نوحہ کرنا پسند نہ تھا تاہم ایک شاعر اور دانشور کی حیثیت سے انھوں نے پرانی اقدار کو مٹتے اور نئی تبدیلیوں کو وقوع پذیر ہوتے دیکھا اور اپنے عہد کے تاریخی شعور کو اپنی شاعری کے ذریعے پیش کیا جس سے اردو غزل میں ایک نئی حقیقت پسندی کا آغاز ہوا۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے غالب کی حقیقت پسندی کو ان کی خواہشات، احساسات، جذبات، درد وغم، حسن اور تصورِ زندگی کے تناظر کو عمدگی سے پیش کرتے ہوئے بجا طور پر لکھا ہے کہ!

> "مجموعی طور پر غالب کے یہاں زندگی کا المیہ پہلو زیادہ نمایاں ہے اس میں غم عزت، غم ناموس، غم روزگار اور غم عشق کے علاوہ ان کی ذاتی ناآسودگیاں بھی شامل ہیں، غالب نے ان سب غموں کو ایک ایسی جمالیاتی اساس فراہم کی ہے کہ یہ زندگی کے معمولات کا حصہ بن گئے ہیں۔ غالب کی یہی حقیقت پسندی ہمیشہ ان کے کام آتی رہی اور انھوں نے باوجود ناکامیوں اور محرومیوں کے زندگی کو گوارا

بنائے رکھا وہ اپنی خستہ حالی کے باوجود اپنے آپ کو محشر خیال سمجھتے رہے اور تخلیق
حسن اور معنی آفرینی کے ذریعے غم کو بھی جمالیاتی آہنگ عطا کرتے رہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ و سال عندلیب، ملتان، مطور پبلی کیشنز ۱۹۹۷ء ص ۶۱)

پانچواں مضمون "غالب کا تصور حسن و عشق" کے موضوع پر ہے۔ غالب نے تصور حسن و عشق میں جدت طرازی سے کام لیا ہے میر تقی میر نے عشق کو کائنات کے وجود کا سبب قرار دیا ہے لیکن غالب کے نزدیک کائنات اور زندگی کا بعث عشق نہیں بل کہ حسن ہے۔" ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں!

"حسن پر تصرف حاصل کرنا، قرب کی خواہش اور عجز و نیاز کے بجائے دامن کو
حریفانہ کھینچنے کا انداز غالب کی پہچان قرار پاتے ہیں وہ اپنی دانست میں پندار
کے صنم کدے کو توڑ پھوڑ بھی دیں تب بھی ان کی انا چہرہ نمائی دکھائی دیتی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ و سال عندلیب، ملتان، مطور پبلی کیشنز ۱۹۹۷ء ص ۶۶)

مذکورہ رائے کی تائید میں ڈاکٹر نجیب جمال نے غالب کے یہ شعر بھی درج کیے ہیں!

دل پھر طواف کوئے ملامت کو جائے ہے
پندار کا صنم کدہ ویراں کیے ہوئے

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہیں
سر زیر بار منت درباں کیے ہوئے

انھوں نے غالب کے تصور حسن و عشق کیساتھ تصور محبوب اور رقیب کا بھی ذکر کیا ہے کیوں کہ حسن اور محبوب لازم و ملزوم ہیں۔ غالب کا محبوب کوئی خلائی یا ماورائی نہیں بلکہ گوشت پوست کا انسان ہے جس کے جسم میں دھڑکتا ہوا دل ہے اس کا اپنا معیار اور ترجیحات ہیں، مصنف کے مطابق غالب نے محبوب کو ساری انسانی خوبیوں اور کمزوریوں کے ساتھ اسے قبول کیا ہے یہی ان کا حقیقت پسندانہ رویہ ہے۔ غالب کا محبوب پردہ دار نہیں ہے بلکہ وہ ایک مجلسی شخصیت ہے، اک نوبہار ناز ہے، جو کبھی نشر سے تیز دشنہ مژگاں کیے ہوئے کبھی زلف سیاہ رخ پہ پریشاں کیے ہوئے لب بام دکھائی دیتا ہے، مصنف نے تصور محبوب کے ساتھ ساتھ غالب کے تصور رشک کو بھی موضوع بناتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"غالب کی محبت میں سے زیادہ شدید جذبہ رشک کا ہے۔ یہ جذبہ غالب کی انا کے

لیے بھی ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ان کے
یہاں محبت کا احساس اور اس کی حدود کا تجربہ اسی رشک کے جذبے کے تحت ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ و سال عندلیب، ملتان، بیکن بکس پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۶۷)

ڈاکٹر نجیب جمال نے اس مضمون میں غالب کے تصورِ رقیب پر بھی اجمالی تبصرہ کیا ہے پھر غالب کے تصورِ حسن و عشق پر بحث کرتے ہوئے اپنے مضمون کے عنوان کے مطابق اختتام کیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا آخری مضمون بعنوان "غالب عہد آفریں" ہے۔ بلاشبہ غالب اردو فارسی دونوں زبانوں کے اہم شاعر ہیں۔ وہ خود اردو سے زیادہ فارسی شاعر کہنا پسند کرتے تھے، ان کی خواہش تھی کہ ان کے نام فارسی کے بڑے شاعر عرفی، نظیری اور بیدل کے ساتھ لیا جائے لیکن تاریخ نے انھیں فارسی کی بجائے اردو شاعری میں زندہ رکھا ہوا ہے اور اردو کلام کی وجہ سے ہی ان کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ غالب سے متاثر ہونے والے شعراء بے شمار ہیں! بقول ڈاکٹر نجیب جمال!

"مرزا غالب کے بعد جو کچھ بھی لکھا گیا اور جس رنگ میں بھی لکھا گیا وہ سب کا
سب کسی نہ کسی طور پر غالب سے ضرور متاثر ہے، یہاں تک کہ غالب کے سب
سے بڑے مخالف اور غالب شکن یگانہ کے یہاں بھی غالب کا اثر نمایاں نظر آتا
ہے، غالب کے بعد سے آج تک اردو کے جتنے شعری مجموعے شائع ہوئے
ہیں ان میں سے بیشتر کے نام غالب کے اشعار سے اخذ کیے گئے ہیں اور یہ کوئی
معمولی بات نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غالب جدید طرزِ احساس کا بانی ہے
اور ہم اسی طرزِ احساس کے تحت ادب تخلیق کر رہے ہیں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ و سال عندلیب، ملتان، بیکن بکس پبلی کیشنز ۱۹۹۷ء، ص ۸۰)

مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے مختلف مثالوں کے ذریعے غالب کو عہد آفریں شاعر ثابت کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب مختصر ہونے کے باوجود غالبیات میں ایک اہم اضافہ ہے۔

نظارہ روئے جاناں کا

"نظارہ روئے جاناں کا" ڈاکٹر نجیب جمال کا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کی نعتوں کا انتخاب ہے۔ جو رضا اکیڈمی لاہور سے ۱۹۹۹ء میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوا۔ مولانا احمد رضا خان

بریلوی پر جامعہ الازھر (مصر) میں بھی تحقیقی کام ہوا، ایک پاکستانی طالب علم ممتاز احمد سدیدی نے ان کی عربی شاعری پر کام کیا، حازم محمد محفوظ نے "بساتین الغفران" کے عنواں سے ان کا تمام عربی کلام ادارہ تحقیقات امام احمد رضا خان کراچی اور رضا دار الاشاعت لاہور کے تعاون سے ۱۹۹۷ء میں شائع کیا۔ یہ وہ بنیادی محرکات ہیں جنھوں نے ڈاکٹر نجیب جمال کو امام احمد رضا خان کے نعتیہ انتخاب کی مہمیز دی، جس کا ذکر ڈاکٹر نجیب جمال یوں کرتے ہیں!

"پاکستانی طالب علم ممتاز احمد سدیدی کے مقالے کے مناقشے میں شریک ہونا میرے لیے نہایت خوشی کا باعث تھا۔ ان کے موضوع سے میری دلچسپی ایک کتاب بہ عنوان "نظارہ روئے جاناں کا" کی شکل میں جلد ہی منظر عام پر آنے والی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، الشیخ احمد رضا البریلوی الحنفری، مشمولہ ماہنامہ، کنز الایمان شمارہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء، ص ۴۴)

نعتیہ شاعری کا حقیقی تعلق الفاظ وتراکیب سے نہیں بلکہ جذبات ومحسوسات کی سچائی اور گہرائی سے ہے اور اس دل کشی اور اثر پذیری کا جادو ہی ہے جو احمد رضا بریلوی کی جذباتی صداقت کو عیاں کرتا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال کا کہنا بجا ہے!

"ان (احمد رضا خاں) کی نعتوں کا ایک ایک لفظ ایک ایک مصرع اور ایک ایک شعر عشق رسول ﷺ میں رقص کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔"

(نجیب جمال، اردو نعت گوئی کے امام ۔۔ امام احمد رضا خان بریلوی مشمولہ مجلہ فراست شمارہ نمبر ۲، اپریل تا جون ۲۰۰۲ء، ص ۱۱)

اردو میں نعت گوئی کو جو شرف مولانا احمد رضا خان کی گہری بصیرت اور شعری استعداد کے سبب آیا اس کی وجہ سے اب نعتیہ شاعری کی ایک کھیپ اور نعتیہ شاعری کے مجموعوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال رقم طراز ہیں!

"مولانا کی صرف ایک نعت جس کا مطلع ہے

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں، سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

اس نعت کی زمین میں پچیس نعتوں اور تین حمدوں کا سراغ لگایا جا چکا ہے، جن شعرا نے اس زمین میں گلزار معرفت کھلایا ہے، ان میں احمد ندیم قاسمی، احسان دانش، انہ لکھنوی، مولانا حسن رضا خان، سید نصیر الدین گولڑہ شریف،

نظیرلدھیانوی، پروفیسر عارف عبدالمتین، خواجہ عابد نظامی، عزیز حاصل پوری،
قمر جلالوی، بلال جعفری اور عاصی کرنالی جیسے ممتاز شعرا شامل ہیں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اردو نعت گوئی کے امام۔۔۔امام احمد رضا خان بریلوی، مشمولہ مجلہ فراست شمارہ نمبر ۱۲ اپریل تا جون ۲۰۰۲ء ص ۱۳)

زیرِ نظر کتاب کے مقدمے میں ڈاکٹر نجیب جمال نے امام احمد رضا خان کی نعت گوئی کے تمام گوشوں کو منکشف کرنے کی عمدہ کاوش کی ہے۔ نعت گوئی کے حوالے سے اپنے موقف کی دلیل کے لیے انھوں نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر جمیل جالبی اور ڈاکٹر ریاض مجید ایسے جید ناقدین کی آرا کا حوالہ بھی دیا ہے، امام رضا خان کی شاعری کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ ان کے اسلوب اور لفظوں کی صدری و معنوی خصوصیات کا تذکرہ کر کے امام احمد رضا خان کو اردو نعت گوئی کا امام قرار دیا ہے۔

شش جہات

"شش جہات" ڈاکٹر نجیب جمال کے بہاول پور کے چھے شعرا پر لکھے گئے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، جسے اردو اکیڈمی بہاول پور نے ۱۹۹۹ء میں شایع کیا، انتساب انھوں نے اپنی بڑی ہمشیرہ سردار اختر کے نام کیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب حصہ اوّل ہے، ڈاکٹر نجیب جمال نے دیباچے میں اعتراف کیا ہے کہ!

" سرزمین بہاول پور کے شعرا کے فکر و فن کی طرف متوجہ کرنے میں جناب
شاہد حسن رضوی نے محرک رول کا کردار ادا کیا۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، شش جہات، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۹ء ص ۱۲)

زیرِ نظر کتاب میں درج ذیل چھے تنقیدی مضامین شامل ہیں:

۱۔ ظہور نظر۔ ایک مطالعہ ۲۔ شہاب دہلوی۔ غم کی جمالیات کا شاعر
۳۔ نقوی احمد پوری۔ شاعر خاک نشین ۴۔ نور الزمان احمد اوج۔ تصورات جمیل کی صوتی تشکیل
۵۔ سہیل اختر۔ متوازن رومانیت کا شاعر ۶۔ مرتضیٰ برلاس کا سرمایۂ فن

پہلے مضمون کا آغاز مضمون نگار نے ظہور نظر کی معروف زمانہ غزل کے اس مطلع سے کیا ہے

دیپک راگ ہے چاہت اپنی کا ہے سنائیں تمھیں
ہم تو سلگتے ہی رہتے ہیں کیوں سلگائیں تمھیں

انھوں نے ظہور نظر کی غزل اور نظم پر بحث کرنے کے بعد اسے رومانیت کے انقلابی دبستان کا شاعر قرار دیا ہے۔ جہاں تک ان کی شاعری کے موضوعات کا تعلق ہے اس بارے میں ڈاکٹر نجیب جمال رقم طراز ہیں!

"خوف، دہشت، جبر، تشدد، شقاوت اور اس سے پیدا ہونے والا اجتماعی کرب ظہور نظر کی شاعری کا بنیادی موضوع ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ہشش جہات، بہاول پور، اردو اکیڈمی ۱۹۹۹، ص ۲۱)

دوسرا مضمون، شہاب دہلوی، پر ہے جسے ڈاکٹر نجیب جمال نے غم کی جمالیات کا شاعر قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ!

"شہاب دہلوی دراصل غم کی جمالیات کا شاعر ہے ان کے یہاں تکمیل حسن اور کوتاہی فن کے مضمون کے ساتھ ساتھ ترک آرزو کا مضمون انسانی حوالے کے طور پر موجود ہے، ایسے موقعوں پر ان کے اشعار زندہ رہنے کا جواز فراہم کرتے ہیں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ہشش جہات، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۹، ص ۵۹)

مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے شہاب دہلوی کے فکر و فن کا مطالعہ مختلف پہلوؤں سے کیا ہے اور شہاب دہلوی کے اس شعر کو ان کے تصور زندگی اور عشق کی تفسیر قرار دیا ہے!

یہ اثاثہ عشق کا ہے رائیگاں اس کو نہ کر
درد کی دولت زمانے سے چھپانی چاہیے

تیسرا مضمون، نقوی احمد پوری، پر ہے جسے ڈاکٹر نجیب جمال نے شاعر خاک نشیں قرار دیا ہے اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں!

"نقوی احمد پوری صحیح معنوں میں خاک زادہ تھا اس لیے وہ رزق خاک ہونے سے پہلے مٹی کا قرض اتارنا بھی ضروری سمجھتا تھا، اس کی غزل اس کی دھرتی اور زمین سے سچی کمٹمنٹ کا حوالہ ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ہشش جہات، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۹، ص ۷۳)

چوتھے مضمون، نور الزماں اوج کی غزل تصورات جمیل کی صوتی تشکیل، میں ڈاکٹر نجیب جمال نے

یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ان کی شاعری نہ صرف کلاسیکی تقاضے پوری کرتے ہے بل کہ جمالیاتی تصور سے بھی پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ بہار اور بہار حسن اوج کا خاصا موضوع ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا پانچواں مضمون، سہیل اختر۔ متوازن رومانیت کا شاعر کے موضوع پر ہے، سہیل اختر بنیادی طور پر رومان پرست شاعر ہیں۔ ان کی رومانیت سچی اور صحت مند رومانیت ہے جو کھرے اور فطری جذبوں کی دین ہوتی ہے۔ سہیل اختر کے چار شعری مجموعے زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں ان کا ادبی سفر پانچ دہائیوں پر مشتمل ہے ڈاکٹر نجیب جمال ان کے اسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں!

> ''سہیل اختر نے جن لفظوں، تشبیہوں، علامتوں استعاروں اور تمثالوں کے ذریعے اپنے محسوسات کو بیان کیا ہے ان میں اگر چہ کچھ زیادہ ندرت نہیں ہے لیکن اگر ان سب کو یکجا کر لیا جائے تو ایک ایسا پری خانہ بنتا ہے جس کی آئینہ بندی سہیل اختر کے دستِ ہنر مند نے کی ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر بشش جہات، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۹، ص ۱۰۲)

آخری مضمون، مرتضٰی برلاس کا سرمایہ فن، کے موضوع پر ہے، مرتضٰی برلاس جتنے بڑے افسر تھے اتنے اعلٰی شاعر بھی ہیں، قیامِ بہاول پور کے دوران انھوں نے نہ صرف اپنا شعری مجموعہ ''ارتعاش'' شائع کرایا بلکہ شعر و ادب کو بھی فروغ دینے کی کاوشیں کیں، بقول ڈاکٹر نجیب جمال!

> ''مرتضٰی برلاس پاکستان بننے کے بعد متعارف ہونے والی شاعروں کی نسل کا فرد ہے، اس عرصے میں ہونے والے حالات و واقعات کو اس نے بیک وقت ایک افسر اور ایک شاعر کی آنکھ سے دیکھا ہے اس لیے کبھی کبھی اس کی آواز میں افسر شاہانہ کا گماں ہوتا ہے، تاہم اطمینان کی بات یہ ہے کہ وہ زیادہ تر اپنے اشعار میں ایک شاعر اور ایک انسان ہی دکھائی دیتا ہے عام انسانوں سے زیادہ حساس، زیادہ گداز، زیادہ پرسوز، زیادہ درد مند، زیادہ خیر خواہ اور زیادہ پرجوش۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر بشش جہات، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۱۹۹۹، ص ۱۱۰)

ڈاکٹر نجیب جمال نے مرتضٰی برلاس کی شاعری میں مزاحمتی عناصر کا سراغ بھی لگایا ہے اور حوالے کے طور پر اشعار بھی درج کیے ہیں مثلاً

ایسی بستی کو زمیں چاٹ لیا کرتی ہے
ظلم بڑھ جائے جہاں حد سے زیادہ برلاس

لشکر فرعون آخر نیل پر بھی آئے گا
دیکھنا ایک دن دعاؤں میں بھی اثر آئے گا

زیرِنظر کتاب میں ڈاکٹر نجیب جمال نے بہاول پور کے چھ اہلِ قلم کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے اور مذکورہ نظرانداز ہونے والی ادبی شخصیات کو ادب کی دنیا میں ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا ہے۔

آیئے اُردو بولیں

''آیئے اردو بولیں'' ڈاکٹر نجیب جمال کا کتابچہ ہے جس میں عربی کے ذریعے اردو کا تعارف کرانے کی عمدہ کاوش ہے جس میں عربی کے ساتھ ساتھ اس کی اردو بھی درج کی گئی ہے، یہ کتاب جنوری ۲۰۰۱ء میں ہوئی جو دراصل سفارت خانہ پاکستان، قاہرہ کے اشاعتی سلسلے کی کڑی ہے۔ کتاب پر'' یکے از مطبوعاتِ سفارت خانہ پاکستان، قاہرہ'' درج ہے۔ اردو پڑھنے والے مصری اور عرب طالب علموں کے لیے زبان سکھانے کے جدید اصولوں پر ترتیب دیا ہوا ایک پروگرام ہے جس کی آڈیو کیسٹ کے علاوہ آڈیو ویڈیو سی ڈی بھی دستیاب ہے، اس کتاب کے معاونین میں محمد زکریا بابر، معانی السعید (مصری طالب علم) اور ریحام عبداللہ (جامعہ ازہر گرلز برانچ کی استاد) کے نام شامل ہیں۔ اظہار تشکر میں ڈاکٹر نجیب جمال رقم طراز ہیں!

> ''پروگرام'' آیئے اردو بولیں'' کی ابتدائی تیاری سے تکمیل کے مراحل تک سفیر پاکستان عزت مآب جناب انور کمال نے قیمتی مشوروں اور مواد کی فراہمی کے علاوہ جس طرح قدم قدم پر خصوصی سرپرستی فرمائی اور مصر میں اردو زبان کی تدریس اور ترویج کے لیے نئے منصوبوں کی طرف متوجہ کیا اس سے وطن عزیز پاکستان کی قومی زبان سے ان کی گہری وابستگی کا اندازہ ہوتا ہے، ان کے لیے تشکرات کا اظہار کرنا میں اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتا ہوں۔''

زیرِنظر کتاب کے تمام اسباق نہ صرف تحریری طور پر موجود ہیں بلکہ ان کی کیسٹ بھی دستیاب ہے

ڈاکٹر نجیب جمال اس حقیقت سے آشنا ہیں کہ جدید ابلاغیاتی ذرائع میں کسی زبان کو صحیح تلفظ اور ادا □ کے لیے کیسٹ ایک کارآمد ذریعہ ہوسکتی ہے۔ پروگرام کے دس اسباق میں ایک ارتقائی صورتحال ملتی ہے، سبق نمبر ۱ میں اردو کے حروف تہجی اور ان کی ادا □ کا طریقہ منفرد اور مرکب آوازوں کی مشق، زیر، زبر، پیش، تشدید، جزم اور تنوین کی پہچان جیسے مباحث پیش کیے گئے ہیں، جو اردو زبان کی بنیاد ہیں، دوسرا سبق اردو گنتی ایک تا سو تک اور اعداد و ترتیبی اور ان کا جملوں میں استعمال پر مشتمل ہے، تیسرا سبق دنوں، مہینوں، برسوں، رنگوں، حواس، اعضا، عزیز و اقارب، جانوروں، پرندوں، پھلوں اور سبزیوں جیسے اردو زبان میں کثرت سے استعمال ہونے والی اشیاء سے متعلق ہے، سبق نمبر ۴ ابتدائی جماعتوں کے لیے اردو کی مشق پر مبنی ہے، اس میں نہایت مختصر اور بامعنی جملے دیے گئے ہیں مثلاً

"گھر بڑا ہے۔۔۔۔۔۔آدمی لمبا ہے۔۔۔۔۔۔میں بیمار ہوں۔۔۔۔۔۔
کیا یہ کتاب مفید ہے۔۔۔۔۔ کیا وہ مصروف ہے۔۔۔۔۔۔ یہ ایک اچھا سکول ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، آیئے اردو بولیں، قاہرہ، سفارت خانہ پاکستان، طبع اول جنوری ۲۰۰۱، ص ۳۲)

سبق نمبر ۵ کا آغاز مختلف زبانوں کے اعتبار سے جملوں سے کیا گیا ہے، فعل حال کے دیے گئے چند جملے ملاحظہ کیجیے:

"وہ ہر رات یہاں آتا ہے، میں بھی کبھی وہاں جاتا ہوں، وہ ان کی باتوں کا اکثر جواب بھی دیتی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، آیئے اردو بولیں، قاہرہ، سفارت خانہ پاکستان، طبع اول جنوری ۲۰۰۱، ص ۴۰)

سبق نمبر ۷ عام استعمال کے الفاظ اور جملوں کی وجہ سے اہم ہے چند الفاظ دیکھئے!

"بہترین خواہشات کے ساتھ۔۔۔۔ہیلو۔۔۔۔خوش آمدید۔۔۔۔صبح بخیر۔۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔جی ہاں۔۔۔۔بہت بہت شکریہ۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، آیئے اردو بولیں، ایضاً ص ۵۴)

زیر نظر کتاب اہل عرب اور اُردو دان دونوں کے لیے مفید ہے، اس کا دوہرا فائدہ یہ ہے کہ یہ عربی سیکھنے میں بھرپور معاونت کرتی ہے۔

الشعرالاردی

" الشعر الاردی" حتی نهایته ا لقرن الثاهن عشر الهیلادی" ڈاکٹر نجیب جمال کے امیر خسرو سے میر حسن تک دس شعرا وارد و پر مشتمل مضامین کی کتاب ہے جسے ۲۰۰۰ء میں شعبہ اردو جامعہ از ہر قاہرہ مصر نے شائع کیا، ڈاکٹر نجیب جمال کے علاوہ احمد محمد احمد، ابراہیم محمد ابراہیم اور یوسف سید عامر کے نام بھی مرتبین میں شامل ہیں، جو مصر میں شعبہ اردو کے بانیوں میں شامل ہیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال کے مضامین سے قبل عربی میں دیباچہ تحریر کیا گیا ہے جس کی تمہید میں بتایا گیا ہے کہ اردو زبان کا آغاز و ارتقا کب اور کیسے ہوا، بعض محققین کے نزدیک اردو کا آغاز شمالی ہند سے ہوا اور بعض کے نزدیک جنوبی ہند سے ہوا، تمہید کے بعد "الشعر الاردی جی شمال الہند" کے عنوان سے عربی میں مضمون ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ مغلیہ سلطنت کے عہد میں دہلی کی سرکاری زبان فارسی تھی اردو شاعری کی ابتدا مغلیہ بادشاہت سے قبل خلجی سلطنت کے دور میں ہو چکی تھی جس میں امیر خسرو، سعدی کاکوری، بابا فرید گنج شکر کی شاعری کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بعد شمالی ہند میں اردو شاعری کے مختلف مراحل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ شمالی ہند (دہلی) کے شعرا کی تراکیب اور استعارات دیگر شعرا سے مختلف تھے، دوسرا مضمون "الشعر الاردی بعد توحید الشمال والجنوب" کے عنوان سے ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ مغل بادشاہ اورنگزیب کے زمانے میں شمالی ہند کے ساتھ جنوبی ہند (لکھنؤ) میں بھی شعر و شاعری کی جانب خصوصی توجہ دی جانے لگی، جس سے دہلی اور لکھنؤ کے شعرا کے اختلافات کم ہوئے۔ دونوں مراکز میں اردو شاعری کو فروغ دینے میں جن شعرا نے اہم کردار ادا کیا ان میں سب سے مشہور" ولی دکنی" تھے۔ دیباچہ نگاروں نے ولی دکنی کے اشعار اور خصوصیات کا بھی حوالہ دیا ہے۔ ولی دکنی کے بعد مرزا مظہر جان جاناں، میر تقی میر، محمد رفیع سودا و دیگر شعرا کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ دیباچے کا آخری حصہ "اغراض الشعر الاردی فی نھایۃ القرآن الثامن عشر" کے عنوان سے ہے جس کا مطلب ہے (بارہویں صدی عیسوی کے آخر تک اردو شعر و شاعری کے اغراض و مقاصد) اس حصے میں درج ذیل آٹھ اصناف شعری کا تعارف عربی میں کرایا گیا ہے۔

۱۔ حمد ۲۔ نعت ۳۔ گیت ۴۔ مثنوی

۵۔ غزل ۶۔ مرثیہ ۷۔ رباعی ۸۔ قصیدہ

مذکورہ مفصل عربی دیباچے کے علاوہ ڈاکٹر نجیب جمال کے درج ذیل شعرا کرام پر مضامین شامل ہیں۔

۱۔امیر خسرو ۲۔نظامی دکنی ۳۔محمد قلی قطب شاہ ۴۔نصرتی
۵۔ولی دکنی ۶۔شاکر ناجی ۷۔میر تقی میر ۸۔محمد رفیع سودا
۹۔خواجہ میر درد ۱۰۔میر حسن

مذکورہ مضامین کو بعد میں جامعہ از ہر قاہرہ نے جنوری ۲۰۰۲ء میں شعبۂ اردو کلیہ لغات وترجمہ کے تحت کتابی صورت میں بعنوان "امیر خسرو سے میر حسن تک" شائع کیا مگر دوسرے ایڈیشن میں شاعروں کا نمونہ کلام شامل نہیں کیا گیا۔

زیر نظر کتاب (الشعر الاردی) میں ہر شاعر کے مضمون کے بعد اس کا نمونہ کلام بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔

امیر خسرو سے میر حسن تک

"امیر خسرو سے میر حسن تک" ڈاکٹر نجیب جمال کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے جسے شعبہ اردو کلیہ لغات وترجمہ، جامعہ از ہر القاہرہ (مصر) سے جنوری ۲۰۰۲ء میں شائع کیا گیا، انتساب سفیر اسلامی جمہوریہ پاکستان قاہرہ، جناب انور کمال پاشا کے نام ہے۔

انتساب کے ساتھ میر حسن کا یہ شعر بھی دیا گیا ہے۔

غرض سو کمالوں کا یہ اک کمال
مروت کی خو آدمیت کی چال

مصنف کے لکھے گئے دیباچے کے علاوہ درج ذیل مضامین شامل ہیں:

۱۔امیر خسرو ۲۔نظامی دکنی ۳۔قلی قطب شاہ ۴۔نصرتی
۵۔ولی دکنی ۶۔شاکر ناجی ۷۔میر تقی میر ۸۔مرزا محمد رفیع سودا
۹۔خواجہ میر درد ۱۰۔میر حسن

زیر نظر کتاب کی غرض وغایت ڈاکٹر نجیب جمال نے دیباچے میں یوں بیان کی ہے:

"اردو شاعری نے گزشتہ سات صدیوں میں برصغیر پاک وہند کی تہذیبی زندگی کے ساتھ لحہ لحہ سفر طے کیا ہے اور اس عرصے میں رونما ہونے والے تاریخی، سیاسی، سماجی اور معاشرتی زندگی کے مواد ث کا تلخ وشیریں مزہ چکھا ہے، یہی وجہ

ہے کہ امیر خسرو سے لے کر اقبال تک اردو شاعری میں زندگی سانس لیتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ، اسی طرح بہت سی ان کہی کہانیوں ، ادھورے قصوں اور نارسائی کے المیوں کی روداد اردو شاعری میں اسی طرح بیان ہوئی ہے کہ

ع وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

پیش نظر کتاب "امیر خسرو سے میر حسن تک" میں اردو شاعری کے حوالے سے غم جاناں اور غم دوراں کی اجمالی روداد اٹھارہویں صدی عیسوی تک ہی بیان ہو سکی ہے مگر یہ قصہ طوارنی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازھر، ۲۰۰۲ء، ص ۱)

ڈاکٹر نجیب جمال نے اپنے دیباچے میں یہ بھی لکھا ہے کہ پیش نظر کتاب کا دوسرا حصہ بھی شایع ہوگا جس میں نظیر، آتش، نسیم، مومن، ذوق، غالب، حالی اور داغ شامل ہوں گے۔ یہ کتاب انیسویں صدی کو محیط ہوگی اس کے بعد انھوں نے بیسویں صدی کے شعرا کا ذکر بھی کیا ہے۔ جن پر وہ کتاب لکھنے کے خواہش مند ہیں، زیر نظر کتاب کا پہلا مضمون "امیر خسرو، کے حوالے سے ہے وہ مضمون کے آغاز میں امیر خسرو کے تعارف کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

"امیر خسرو اردو زبان و ادب کی تاریخ کی پہلی معلوم و معروف شخصیت ہیں انھیں اردو زبان و ادب کا محسن بھی سمجھا جاتا ہے، گزشتہ سات صدیوں میں ان کے کلام میں بہت سا تغیر و تصرف ہو چکا ہے پھر بھی ان کے بول اور قول آج بھی برصغیر پاک و ہند کی سماجی محفلوں اور خاص طور پر شادی بیاہ کے موقع پر ڈھولک کی تھاپ پر گائے جاتے ہیں، امیر خسرو کو ہفت زبان شاعر بھی کہا جاتا ہے، تاہم فارسی شاعری میں ان کا فرمایا ہوا مستند سمجھا جاتا ہے، وہ اپنے عہد کے ایک بڑے موسیقار بھی تھے، موسیقی کے آلات میں طبلہ اور ستار انھی کی ایجاد ہے، انھوں نے ایرانی اور ہندی موسیقی کے تال میل سے کیے نئے راگ اور راگنیاں اختراع کی تھیں، ان راگوں میں خیال ایمن، قول اور ترانہ جیسے راگوں کو مستقل حیثیت حاصل ہوئی۔"

(ڈاکٹر نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، مصر، جامعہ ازھر، ۲۰۰۲ء، ص ۱)

مصنف کی تحقیق کے مطابق امیر خسرو نے ننانوے کتب تصنیف کیں۔ جن میں سے اٹھائیس کتب آج بھی دستیاب ہیں۔ ان کا فارسی دیوان ''غرۃ الکمال'' ان کی زندگی میں ہی شائع ہو گیا تھا۔ ان کو شیریں مقال اور طوطی ہند بھی کہا جاتا ہے، ان کے ہندی گیتوں اور اردو شاعری کے متعلق ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں:

> ''امیر خسرو نے اردو شاعری میں ہندی گیت کی روایت سے کام لیا۔ کیوں کہ اردو کا مزاج شروع ہی سے عوامی تھا اور ہندی گیتوں کے موضوعات اور زبان بھی طبقہ عوام کی نمائندگی کرتے تھے، ہندی گیتوں کی شیرینی اور مٹھاس جدائی کے مضمون میں تاثیر اور گداز پیدا کرتی تھی، امیر خسرو نے یہی کام اردو شاعری سے لیا، یہاں تک کہ ان کی مشہور غزل، زحال مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں، میں بھی گیتوں کی روایت کے زیر اثر محبت کا اظہار عورت کی زبان سے ہی کیا گیا ہے۔''

(ڈاکٹر نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازھر، ۲۰۰۲، ص ۳)

امیر خسرو نے اردو زبان کے امکانات کو وسیع کیا اور برصغیر پاک و ہند کو تہذیبی شناخت عطا کی۔ دوسرا مضمون ''نظامی دکنی'' پر ہے جن کا نام فخر دین نظامی ہے اس مضمون میں مصنف نے نظامی دکنی کے تعارف کے علاوہ ان کی مشہور زمانہ مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' کا تاریخی پس منظر، خلاصہ اور تجزیہ کیا ہے اور اپنے مضمون میں ڈاکٹر جمیل جالبی کی کتاب ''تاریخ ادب اردو'' کے حوالہ جات بھی دیے ہیں وہ مذکورہ مثنوی کے متعلق رقم طراز ہیں:

> ''مثنوی کی کہانی ہندو دیو مالا پر مبنی ہے۔ اس میں تبدیلی ماہیت اور انتقال ارواح کا ذکر ہے جو اسی سبب سے ہے، دوسری طرف ویدانت کی بعض تشریحات میں کدم کے معنی وجود اور پدم کے معنی عدم ہونے کی وجہ سے قصے کا موضوع تصرف کی واردات بھی ہو سکتی ہے تاہم مثنوی کا مخطوطہ نامکمل ہونے کی وجہ سے حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے۔''

(ڈاکٹر نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، القاہرہ، جامعہ ازھر، ۲۰۰۲، ص ۷)

تیسرا مضمون اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر، قلی قطب شاہ، کے موضوع پر ہے۔ اس مضمون

میں مصنف نے قلی قطب شاہ کے تعارف کے علاوہ ان کی نظموں اور غزلوں پر بھی روشنی ڈالی ہے وہ ان کی نظم گوئی کے متعلق رقم طراز ہیں!

"قلی قطب شاہ کی نظموں میں مظاہر فطرت، موسموں کی کیفیت اور بدلتی رتوں کی حالت کا تذکرہ عام ملتا ہے، قدرتی مناظر کا حسن، برسات کے موسم کی رنگینی اور ہیجان اور وصال کی میٹھی رتوں کا لطف وہ موضوعات ہیں جن میں ایک جانب تو نیچرل شاعری کا انداز ملتا ہے اور دوسری طرف جنسی عزائم کے ولولہ انگیز تصورات دکھائی دیتے ہیں۔ قلی قطب شاہ نے اپنی نظموں میں انیس (۱۹) محبوباؤں کے حسن و جمال اور غمزہ وادا کا نقشہ کھینچنے کے ساتھ ساتھ اپنی عشقیہ واردات اور ناز و اختلاط کا بیان بھی کیا ہے، ان نظموں میں جذبۂ عشق کے تمام رخ ملتے ہیں شباب ان نظموں کا مرکزی موضوع ہے۔ عورت اور اس کا حسن ان نظموں کا محرک اور وصال و اختلاط کا لطف ان کی خصوصیت ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، القاہرہ مصر جامعہ ازہر ۲۰۰۲ء ص ۱۱)

قلی قطب شاہ کی نظم ہو یا غزل ان کی شاعری کا مرکزی اور مرغوب موضوع محبوب اور اس کا حسن و عشق اور وصل ہے۔ زیر نظر کتاب کا چوتھا مضمون عادل شاہی سلطنت کے نامور شاعر نصرتی پر ہے جن کا مکمل نام محمد نصرت اور تخلص نصرتی تھا، نصرتی نے غزلوں کے علاوہ قصائد، مخمس، ہجو، رباعیات کے علاوہ دو رزمیہ مثنویاں "علی نامہ" اور "تاریخ سکندری" ایک عشقیہ مثنوی "گلشن عشق" بھی لکھیں، مثنوی "علی نامہ" میں علی عادل شاہ کی فتوحات کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ یہ مثنوی خود نصرتی کو بہت پسند تھی، وہ اس مثنوی کو "شاہنامہ دکن" کہا کرتا تھا، نصرتی کو کتابیں پڑھنے کا بہت ذوق تھا۔ زیر نظر کتاب کا پانچواں مضمون "ولی دکنی" ہے۔ ولی دکنی کو بجا طور پر اردو غزل کا پہلا بڑا شاعر کہا جاتا ہے، ڈاکٹر نجیب جمال نے اس مضمون میں ولی کے تعارف کے علاوہ ان کی شاعری کا فنی فکری جائزہ بھی پیش کیا ہے وہ ولی کے تغزل کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ولی تغزل کا بانی ہے، ولی کا تغزل لفظی صفت گری کا اسیر نہیں ہوتا صفتیں خود بخود اس کی شاعری میں در آتی ہیں، تغزل کے لیے سوز و گداز ایک لازمی شرط ہے اور سوز و گداز غم سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر ولی کی شاعری میں غم کا تاثر بہت کم ہے، وہ

نشاطیہ آہنگ اور نشاطیہ لے کا شاعر ہے اس کی ساری شاعری میں مسرت و انبساط کی لہر نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ولی کا تغزل غم کے بجائے نشاط سے اخذ معنی کرتا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، القاہرہ، جامعہ ازھر ۲۰۰۲، ص ۱۹)

ڈاکٹر نجیب جمال نے ولی کی حسن پرستی اور سراپا نگری کے حوالے سے بھی بحث کی ہے اور انھیں محبوب کا بہت بڑا قصیدہ خواں اور اردو کا اولین اسلوب پرست شاعر قرار دیا ہے۔ چھٹا مضمون "شاکر ناجی" کے حوالے سے ہے، شاکر ناجی کا شمار ابہام گوئی کی تحریک کے بانیوں میں ہوتا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال کا کہنا ہے کہ:

"شاکر ناجی کی غزل ابہام کے تابع ہے اس لیے وہ اوپر اُٹھنے کی صلاحیت سے عاری ہے اس کی پرواز محدود ہے مگر مخمس شہر آشوب یا قصائد میں اس کی شاعرانہ صلاحیتیں کھل کر سامنے آتی ہیں شہر آشوب میں وہ اپنے عہد کے حالات کی تصویر کشی بڑے موثر پیرائے میں کرتا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازھر، ۲۰۰۲، ص ۲۴)

ڈاکٹر نجیب جمال نے شاکر ناجی کے تصور حسن و عشق اور محبوب پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ان کی شاعری کو ارضی شاعری اور ان کے محبوب کو خالص ہندوستانی قرار دیا ہے۔

زیر نظر کتاب کا ساتواں مضمون "میر تقی میر" ہے، بلاشبہ میر تقی میر اٹھارہویں صدی کے سب سے بڑے شاعر تھے، میر اس لحاظ سے واقعی خوش قسمت شاعر ہیں کہ ان کی شاعرانہ عظمت کا اعتراف نہ صرف ان کی زندگی میں غالب اور ذوق جیسے بڑے شاعروں نے کیا بلکہ تا حال ابن انشاء، عبید اللہ علیم اور عباس تابش تک تقریباً سبھی اہم شعراء میر کا ذکر اپنی شاعری میں کر رہے ہیں۔ میر کی شاعری کے متعلق ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں!

"میر کے اشعار ہر دور میں لوگوں کی زبان پر رہتے ہیں، یہ اشعار مختلف انسانی کیفیتوں کے ترجمان ہیں، اس لیے سفر زندگی کے سخت مقامات میں تسلی کا باعث بنتے ہیں اور اہل دل کے درمیان سوغات کی طرح تقسیم ہوتے ہیں، میر نے غزل کو بے پناہ وسعت دی، انسان کو داخلی دنیا میں جتنی گہرائی اور گیرائی ہے، جتنی رنگینیاں اور رعنائیاں ہیں، جتنی معصومیت اور پراسراریت ہے، میر کی

غزلوں میں ان سب کے مختلف اور متنوع پہلو دکھائی دیتے ہیں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازہر ۲۰۰۲ء، ص ۲۵)

ڈاکٹر نجیب جمال نے اپنے مضمون میں میر کے عہد کی دلی، اس کی تباہی اور تہذیب کا بھی ذکر کیا ہے وہ میر کے غم کو قنوطی کی بجائے رجائیت اور نشاطیہ غم قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں!

> "میر کے عہد کی تہذیبی روح زخموں سے چور تھی، طالع آزماؤں کے ہاتھوں عروس البلاد دہلی کا بار بار اجڑنا ایسا المیہ تھا جس کا کرب میر کی تخلیقی روح میں سما گیا تھا، میر نے اپنے عہد کی تاریخی واقعیت کو شاعرانہ کیفیت میں ڈھال کر پیش کیا، اس طرح انھوں نے اپنا تزکیہ ہی نہیں کیا بل کہ غم ونشاط کی امتزاجی صورت کو پیش کیا، میر کے غم میں جو ایک سنبھلی ہوئی متوازن کیفیت نظر آتی ہے اس نے زندگی اور کائنات کے بارے میں قنوطی نقطہ نظر کی بجائے اثباتی تصور کو پیدا کیا، میر نے اپنے عہد کے المیہ کو اجتماعی شعور کا حصہ بنا کر غم ونشاط کو زندگی کے لازمہ کے طور پر پیش کیا۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک" قاہرہ، جامعہ ازہر ۲۰۰۲ء، ص ۲۷)

آٹھواں مضمون، مرزا محمد رفیع سودا، کے عنوان پر ہے بلاشبہ میر وسودا کے دور کو اردو شاعری کا زریں دور کہا جاتا ہے زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے ابتدائی تمہید میں مرزا رفیع سودا کا میر کے ساتھ مختصر موازنہ کرنے کے بعد سودا کی غزلوں، قصائد، شہر آشوب، قطعات اور ہجویات پر بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ سودا کو قصیدے سے فطری لگاؤ تھا اس میدان میں ان کے زور بیاں اور قوت تخیل کے سامنے کسی شاعر کا کھڑا ہونا مشکل ہے، ڈاکٹر نجیب جمال سودا کی قصیدہ نگاری کے متعلق لکھتے ہیں!

> "سودا کی مضمون آفرینی اور معنی یابی کے جو ہر قصیدے میں پوری طرح کھلتے ہیں، ان کے قصائد مضمون آفرینی علاوہ مبالغہ آرائی اور زور بیان کا نمونہ ہیں۔ اس فن میں کوئی ان کا مقابل نہیں، اردو میں قصیدے کی قابل ذکر روایت نہ ہونے کے باوجود انھوں نے اس کی زمین کو آسمان بنا دیا، قصیدہ گوئی ہی سودا کا اصل میدان ہے، سودا نے اگر چہ فارسی شاعری میں قصیدہ نگاری کے معیار کو

دیکھتے ہوئے قصیدہ گوئی شروع کی مگر اپنی خلاقانہ صلاحیت سے اردو قصیدے کو
فارسی قصیدے کا حریف بنا دیا۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازہر، ۲۰۰۲ء، ص ۴۰)

زیرِ نظر کتاب کا نواں مضمون "خواجہ میر درد" ہے مضمون کے آغاز میں مصنف نے خواجہ میر درد اور میر تقی میر کی تہذیبی شخصیت کا موازنہ کیا ہے اور خواجہ میر درد کی شخصیت کے تین اہم عناصر تصوف، شاعری اور موسیقی کو قرار دیا ہے، بلاشبہ خواجہ میر درد ایک عملی صوفی شاعر تھے ان کی ؟ میں بادشاہ سے لے کر فقیر تک سبھی شریک ہوتے تھے۔ ڈاکٹر نجیب جمال خواجہ میر درد کے نظریہ عشق کے متعلق رقم طراز ہیں!

"اردو شاعری میں درد کا ذریعہ اظہار غزل تک محدود ہے ان کی غزل میں جہاں
فرد کی جذباتی زندگی کے مختلف پہلو اجاگر ہوئے وہاں اس کی ذہنی، فکری اور
روحانی واردات بھی ظاہر ہوئی یعنی ان کی غزلوں میں مجازی عشق کی سطح کے
ساتھ ساتھ حقیقی عشق کی سطح بھی موجود ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازہر، ۲۰۰۲ء، ص ۴۷)

ڈاکٹر نجیب جمال نے خواجہ میر درد کے تصورِ عشق کے بعد ان کے تصورِ محبوب پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ان کے محبوب کو گوشت پوست کا انسان قرار دیا ہے اور ان کے لب و لہجہ کو شائستہ اور زبان کو شستہ اور دھلی ہوئی کہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا آخری مضمون "میر حسن" ہے بلاشبہ میر حسن کو لازوال شہرت ان کی مثنوی "سحر البیان" سے ملی۔ مضمون نگار نے بجا لکھا ہے کہ اردو شاعری کی تاریخ میں مثنوی کا اعلیٰ معیار لکھنؤ میں میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" کی تخلیق کے بعد قائم ہوا، کلیات میر حسن، میں غزلوں کی تعداد پانچ سو دس ہے جن کے اشعار کی تعداد چار ہزار سے زائد ہے۔ مثنویات کی تعداد بارہ ہے اس کے علاوہ سات قصائد، ایک ترکیب بند، بارہ مخمس، ایک مسدس، رباعیات، قطعات، ہجویات، مثلث اور متفرق اشعار موجود ہیں، زیرِ نظر مضمون میں مصنف نے میر حسن کے تعارف کے ساتھ مثنوی "سحر البیان" کا خلاصہ بھی تحریر کیا ہے تاکہ قارئین کو اس مثنوی کی کہانی سے آشنائی ہو سکے، مصنف نے میر حسن کی مذکورہ مثنوی کے حوالے سے مولانا الطاف حسین حالی کی رائے کو بھی شامل کیا ہے، ڈاکٹر نجیب جمال نے اس مثنوی کی خصوصیات کا ذکر کرنے کے علاوہ اس قصے میں تہذیب و تمدن کے بارے میں لکھا ہے کہ!

''سحرالبیان'' کے قصے میں تہذیبی رجحانات بھی نہایت درجہ قابل توجہ ہیں۔ اس میں لکھنؤ کے لوگوں کی زندگی ان کے مشاغل، مصروفیات اور شب و روز کے حسی تجربات موضوع بنے ہیں، دراصل لکھنؤ میں دولت کی فراوانی سے پیدا ہونے والی رنگینوں نے سحرالبیان کے قصے کو بھی مزے دار چاٹ بنا دیا ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازہر، ۲۰۰۲ء ص ۵۷)

مصنف نے مثنوی میں شاہی محلات اور لکھنؤ کے رسم و رواج اور معاشرت کی بہت عمدہ عکاسی کی ہے اور آل احمد سرور کی اس رائے کو بھی اپنے مضمون کا حصہ بنایا ہے۔!

''اس مثنوی ''سحرالبیان'' میں زندگی لکھنؤ کی ہے، مگر قلم اور دماغ دلی والے کا۔'' جہاں تک اس مثنوی کی کردار نگاری کا تعلق ہے ڈاکٹر نجیب جمال اس بارے میں لکھتے ہیں!

''مثنوی ''سحرالبیان'' کی ایک نمایاں خوبی اس کی کردار نگاری ہے۔ بادشاہ، بے نظیر، بدر منیر اور نجم النساء کے کردار مثنوی کی جان ہیں، بے نظیر مردانہ کرداروں میں مرکزی کرداروں میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے مگر جس ماحول میں مثنوی لکھی گئی اس پر نسوانی کرداروں کا غلبہ تھا۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، جامعہ ازہر، ۲۰۰۲ء ص ۲۰)

مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے مثنوی کے قصے کے لطف کے ساتھ ساتھ میر حسن کے شاعرانہ حسن بیان سے لطف اندوز کرایا ہے۔ المختصر زیر نظر کتاب ''امیر خسرو سے میر حسن تک'' اردو زبان و ادب کے دس لافانی شعرا کے تعارف اور فکر و فن سے متعارف کراتی ہے یہ کتاب اگر چہ ضخامت میں کم ہے مگر معیار کے لحاظ سے بہت بلند ہے۔ شعرائے اردو پر لکھے گئے ان مختصر مضامین میں اشاراتی انداز میں کلام کے تمام پہلوؤں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان نکات کو اگر پھیلا دیا جائے تو نہایت بسیط مضامین لکھے جا سکتے ہیں، یہ مضامین صلائے عام دیتے ہیں۔

ندوۃ الخلیل:

''ندوۃ الخلیل'' ڈاکٹر نجیب جمال کی مختلف علمی و ادبی مضامین پر مشتمل کتاب ہے، یہ کتاب اردو اکیڈمی بہاول پور سے ۲۰۰۴ء میں منظر عام پر آئی، انتساب ڈاکٹر امجد حسین، ایاب حنظلی، ڈاکٹر احمد محمد احمد القاضی،

ڈاکٹر ابراہیم اور ڈاکٹر یوسف السید عامر کے نام ہے۔ کتاب میں درج ذیل بارہ مضامین شامل ہیں:

۱۔ اقبالیات اور مصر
۲۔ پروین شاکر کی شاعری کی اساس
۳۔ مصر اور اردو کے سفرنامے
۴۔ اردو ڈراما کا ارتقا
۵۔ جدید عربی نظموں کے منظوم اردو تراجم
۶۔ فیض احمد فیض کی اردو شاعری نئے عالمی تہذیبی نظام کی تمہید
۷۔ اردو کی قدیم شاعری پر لوک روایت کے اثرات
۸۔ جدید اردو شاعری اور عصر حاضر کی عورت
۹۔ فیض کی شاعری میں عربی الفاظ اور اصطلاحات
۱۰۔ اقبال کا نظریہ تعلیم
۱۱۔ نظیر اکبر آبادی
۱۲۔ محمود درویش کی نظموں کے اردو تراجم

مذکورہ مضامین ڈاکٹر نجیب جمال نے اپنے قیام مصر کے دوران اپریل ۱۹۹۸ء تا اگست ۲۰۰۲ء تک تحریر کیے۔ ابتدا میں یہ مضامین مصر کی مختلف جامعات و دیگر مراکز میں منعقد ہونے والے ادبی سیمینارز میں پڑھے گئے۔ مذکورہ مضامین کے متعلق محمد عابد رقم طراز ہیں!

"یہ مضامین ڈاکٹر نجیب جمال کی ادبی یادداشتیں بھی ہیں جس میں جذبے کی سچی آواز تحقیق و تجزیے میں تحلیل ہو کر تنقید کے نئے رخ اور نئے زاویے سامنے لاتی ہے۔"
(محمد عابد، ڈاکٹر نجیب جمال ادبی خدمات، تحقیقی و تنقیدی جائزہ (غیر مطبوعہ مقالہ ایم فل اردو، بی زیڈ یو، ۱۲۔۲۰۱۰ء ص ۹۳)

زیر نظر کتاب اور اس کے مضامین کے بارے میں ڈاکٹر نجیب جمال اپنے دیباچے (کاوش اظہار) میں لکھتے ہیں!

"ندوۃ الخلیل" میں شامل بارہ مضامین کی اہمیت اور نوعیت جداگانہ ہے، اس کتاب میں موجود دس مضامین ایسے ہیں جو مصر کی مختلف جامعات اور وزرات ثقافت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے بین الاقوامی سیمیناروں

میں عربی ترجمے کے ساتھ پڑھے گئے، ان تمام مضامین کے عربی تراجم شعبہ اردو
کلیہ البنات جامعہ ازھر کے چیئر مین ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم نے کیے اور وہی
میرے ساتھ ندوات میں ترجمان کے طور پر شریک رہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندوۃ النیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱)

ڈاکٹر نجیب جمال کے لیے یہ بات کسی اعزاز سے کم نہیں کہ وزرات تعلیم حکومت پاکستان نے انھیں اردو زبان و ادب کی تدریس کے لیے جامعہ ازھر کے شعبہ اردو کلیہ لغات و تراجم میں اردو اور پاکستان سٹڈیز کی چیئر پر چار سال کے لیے تعینات کیا اور ان کو سفارت خانے کے اصرار پر جامعہ عین شمس میں اعزازی طور پڑھانے اور تحقیقی مقالات کی نگرانی کے مواقع بھی میسر آئے۔

مضمون "اقبالیات اور مصر" اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اس مضمون میں مصر میں ہونے والی تحقیقات، تنقیدات، تراجم اور سوانحی کتب کے علاوہ اقبال کی زندگی میں ان کے سفر مصر سے لے کر اب تک کی کاوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے مندرجات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اقبال کو عرب دنیا اور بالخصوص مصر میں کس قدر مقبولیت حاصل ہے۔

دوسرا مضمون "پروین شاکر کی شاعری کی اساس" ہے۔ بلاشبہ پاکستان کی نسائی شاعری میں پروین شاکر کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال کے مطابق مصر میں پروین شاکر کے کلام کو تیزی سے مقبولیت حاصل ہو رہی ہے خاص طور پر اردو پڑھنے والے طالب علموں کے طبقے میں پروین شاکر ایک جانا پہچانا نام ہے۔ ان کی مقبولیت کی بڑی وجہ جامعہ ازھر، جامعہ قاہرہ، جامعہ عین شمس، جامعہ سکندریہ اور جامعہ منصورہ جیسی جامعات میں شعبۂ اردو کا فعال اور متحرک ہونا ہے۔ انقرہ یونیورسٹی میں ایک طالبہ آسمان اوزگان ترکی زبان میں پروین شاکر پر مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کر چکی ہیں۔ جو اب انقرہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کی سربراہ ہیں۔ مصر کا سب سے بڑا اخبار "الاھرام" اپنے میں پروین شاکر پر ایک وقیع فیچر بھی شائع کر چکا ہے۔

ڈاکٹر نجیب جمال، پروین شاکر کے بارے میں رقم طراز ہیں!

"پروین شاکر کو اس حقیقت کا اندازہ تھا کہ وہ اول و آخر ایک عورت تھی، ہے اور رہے گی، اسی لیے اس نے سپردگی سے لے کر رستہ بدلنے تک کے تمام مراحل کی روداد اپنے آپ کو ڈس اون (Disown) کیے بغیر سنائی ہے۔ زندگی کے

بارے میں اس کا زاویہ نظر "خوشبو" سے "انکار" تک لحہ لحہ بدلتا دکھائی دیتا ہے

مگر اس کے لہجے کی نرمی، تاثیر اور نسائیت میں کمی نہیں آتی۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندرۃ التخلیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۴ء، ص ۳۴)

ڈاکٹر نجیب جمال نے پروین شاکر کی نسائی شاعری پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ "ذوق دشت نوردی" ڈاکٹر اے۔ بی اشرف کا سفرنامہ ہے جس میں انھوں نے سفر مصر کے شب و روز کو تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے مذکورہ سفرنامے کا تجزیہ کرنے کے علاوہ سرزمین مصر میں لکھے گئے سفرناموں کی تاریخ بھی بیان کی ہے۔ انھوں نے مصر کے بارے میں لکھے گئے سفرناموں میں مولانا شبلی® نی کے سفرنامے "سفرنامہ روم و مصر و شام" کو جو ۱۸۹۲ء میں لکھا گیا پہلا سفرنامہ قرار دیا ہے۔ خواجہ حسن نظامی اور محمود نظامی نے بھی اپنے سفرناموں میں مصر کا ذکر کیا ہے۔ دور جدید کے سفرنامہ نگاروں میں مصنف نے ابن انشاء، شفیق الرحمٰن، حکیم محمد سعید اور عبدالصمد صارم کے سفرناموں کا حوالہ دیا ہے۔ وہ ڈاکٹر اے۔ بی اشرف کے سفرنامے کے متعلق لکھتے ہیں!

"سفرنامہ نگار (ڈاکٹر اے۔ بی اشرف) نے مصر میں اپنے مختصر قیام میں زیادہ تر
توجہ تاریخی مقامات اور اساطیری آثار پر مرکوز کیے رکھی، تاہم اس کے ساتھ
ساتھ اس نے مصر کی موجودہ سماجی حالت خاص طور پر لوگوں کی عادات و اطوار کا
بھی بطور خاص مشاہدہ کیا، اس طرح مختلف تہذیبوں کا تقابل کر کے بعض نتائج
بھی اخذ کیے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندرۃ التخلیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۴ء، ص ۶۳)

ڈاکٹر نجیب جمال نے سعادت حسن منٹو کی افسانہ نگاری پر بھی بہت عمدہ مضمون لکھا ہے۔ سعادت حسن منٹو کی افسانہ نگاری پر تو بہت لکھا گیا مگر منٹو کی ڈراما نگاری پر کم توجہ دی گئی۔ ڈاکٹر نجیب جمال کی باریک بین نظروں نے سعادت حسن منٹو کی ڈراما نگاری کو اوجھل نہیں ہونے دیا، مضمون کے آغاز میں انھوں نے منٹو کے افسانوں پر بات کی ہے پھر اردو میں ڈراما نگاری کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ انھوں نے منٹو کے ڈراموں بالخصوص "تین انگلیاں"، "قانون کی حفاظت" اور "ایک مرد" کا حوالہ دیا ہے اور منٹو کے ڈراما "تحفہ" کا مفصل ذکر کیا ہے وہ مذکورہ ڈرامے کے متعلق رقم طراز ہیں!

"تحفہ، ایک طنزیہ ڈراما ہے جس کے ہر مکالمے میں منٹو خندہ زن دکھائی دیتا ہے،

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ڈرامے کے مرکزی کردار جنگل کے ذریعے خود ڈراما نگار
نے اپنے گھٹی ہوئی تمناؤں کو ایک چیخ کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندوۃ المثیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۷۰)

مضمون کے اختتام پر ڈاکٹر نجیب جمال نے بتایا ہے کہ منٹو نے غالب کی زندگی پر ایک فلم "مرزا غالب" بھی لکھی تھی جس کے مقالے راجندر سنگھ بیدی نے لکھے اور جس کی ہدایات سہراب مودی نے دی تھیں۔ منٹو کی اس کہانی کو بھارت اور پاکستان میں مختلف مقامات پر سٹیج کیا جاتا رہا۔ امجد اسلام امجد عصر حاضر کے اہم شاعر اور ادیب ہیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے ان ایک نایاب کتاب "جدید عربی نظموں کے منظوم اردو تراجم" پر مضمون شامل کتاب کیا ہے، جسے مجلس ترقی ادب لاہور نے ۱۹۷۶ء میں شائع کیا تھا، مذکورہ کتاب کے بارے میں ڈاکٹر نجیب جمال تحریر کرتے ہیں!

"زیر نظر کتاب 'عکس'، جو جدید عربی نظموں کے منظوم تراجم پر مشتمل ہے
امجد اسلام امجد کی ایک ایسی مثبت کاوش ہے جس میں زمانہ حال کی عربی شاعری
کا مختصر مگر نمائندہ انتخاب شامل ہے، 'عکس'، میں چھ جدید عرب شعرا کی گیارہ
نظموں کے تراجم پیش کیے گئے ہیں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندوۃ المثیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۸۵)

مذکورہ مجموعے میں شامل نظمیں فلسطین کے پس منظر میں جدید عربی شاعری کے طرز فکر و اسلوب کو سامنے لاتی ہیں۔ یہ سب ترجمے آزاد ہیں جن کی خوبی یہ ہے کہ اصل متن میں سرایت کی ہوئی موسیقی اور توازن کو ترجمے میں ضائع نہیں ہونے دیا گیا۔

"مضمون" فیض احمد فیض کی اردو شاعری نئے عالمی تہذیبی نظام کی تمہید" میں ڈاکٹر نجیب جمال، فیض کے تعارف کے علاوہ فیض کے زمانے کے عالمی حالات کا مفصل ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں!

"فیض کا زمانہ نئے عالمی نظام کی تشکیل اور اس کے بروئے کار لانے کا زمانہ
ہے۔ جس کے مقاصد دوسری عالمی جنگ کے خاتمے پر اقوام متحدہ کے قیام کے موقع
پر اس چارٹر میں لکھ دیے گئے تھے اور جس میں دنیا بھر کی بے بس، مجبور اور محکوم قوموں
کو ہوس ملک گیری کے خلاف بین الاقوامی، امن، سلامتی اور خوشحالی کا پیغام دیا گیا۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندوۃ المثیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۹۳)

مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے فیض کی نظموں "مجھ سے پہلی سے محبت میرے محبوب نہ مانگ، رقیب، چندروز اور مری جاں اور کتے کا حوالہ بھی دیا ہے اور فیض کی شاعری کو عالمی انسانی برادری کی آواز قرار دیا ہے اور جنگ سے نفرت اور امن سے محبت فیض کا آدرش قرار دیا ہے۔ انھوں نے فیض کی چند اور نظموں' آجاؤ افریقہ، آخری رات، ایرانی طلبا کے نام، ہم جو تاریک راہوں میں مارے گئے، سروادیٔ سینا، ایک ترانہ مجاہدین فلسطین کے لیے، ↓ بچے کے لیے لوری، اور ↓ شہرا جو پردیس میں کام آئے' کا بطور خاص ذکر کیا ہے کیوں کہ یہ نظمیں فیض نے دنیا بھر کے مظلوموں، مجبوروں اور محکوموں سے اظہار محبت اور ہمدردی کے لیے لکھی تھیں۔ ان سب نظموں کے پس منظر میں جنگ سے نفرت اور امن سے محبت نمایاں نظر آتی ہے۔ شامل کتاب مضمون "اردو کی قدیم شاعری پر لوک روایت کے اثرات" میں ڈاکٹر نجیب جمال نے اردو زبان کی قدامت اور اس کے آغاز وارتقا کے ساتھ ساتھ اردو کی قدیم شاعری پر لوک روایت کے اثرات کا مفصل جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ!

> "اردو کی ابتدائی شاعری میں لوک روایت کا اثر ہمیں امیر خسرو، کبیر داس اور بکٹ کہانی، کے خالق محمد افضل پانی پتی کے یہاں نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے، یہ روایت آگے چل کر اٹھارہویں صدی میں اپنی ترقی یافتہ شکل میں اردو نظم کے عوامی شاعر نظیر اکبرآبادی کے یہاں جلوہ گر ہوگئی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندوۃ الخلیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۰۵)

زیر نظر مضمون میں ڈاکٹر نجیب جمال نے امیر خسرو اور بکٹ کہانی کا مفصل ذکر کیا ہے، مضمون "جدید اردو شاعری اور عصر حاضر کی عورت" میں مصنف نے جدید اردو شاعری کی روایت کو بیان کرنے کے بعد جدید اردو شاعری میں پہلی مرتبہ کچھ نسوانی آوازوں کا حوالہ دیتے ہوئے پروین شاکر اور نوشی گیلانی کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور مولانا حالی کی نظم "مناجات بیوہ" کو وہ پہلی نظم قرار دیا ہے جس میں پہلی مرتبہ عورت کی زندگی کے حقیقی المیے کو معاشرتی تناظر میں بیان کیا گیا تھا۔ مصنف نے کیفی اعظمی کی نظم "بیوہ کی خودکشی" کو حالی کی نظم کی توسیع اور تسلسل قرار دیا ہے۔ عورت کے مثبت روپ کے حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال کی اس رائے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا!

> "عورت وہ زندہ روپ روایتی اردو شاعری میں دکھائی نہیں دیتا جو ماں، بیوی، بہن، بیٹی یا محبوبہ کے وجود میں تصویر کائنات میں رنگ بھرتا ہے۔ دراصل برصغیر

پاک و ہند کے مردانہ اور جاگیردارانہ سماج میں عورت کی معاشرتی اور سماجی
حیثیت کو عموماً تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ اسے ایک کھلونے کی سی حیثیت دی گئی اور دل
بہلانے کا کام لیا گیا۔ پھر جب دل بھر گیا تو اٹھا کر شوکیس میں سجا دیا گیا۔"
(نجیب جمال، ڈاکٹر، ندرو تحلیل، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ص ۱۱۲)

مضمون "اقبال کا نظریہ تعلیم" ڈاکٹر نجیب جمال کی اردو زبان میر، غالب اور اقبال سے ان کی دلی
وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔ انھوں نے علامہ اقبال کے نظریہ تعلیم پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے عمل اطلاق کی
ضرورت کو محسوس کیا ہے۔ مذکورہ کتاب میں مصنف کا انداز تشریحی و توضیحی ہے، اسلوب رواں ہے۔

اُردو شاعری کی تہذیب

"اردو شاعری کی تہذیب" ڈاکٹر نجیب جمال کے اردو کلاسیکی شعرا (امیر خسرو سے مرزا غالب تک)
پر لکھے گئے تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، جسے ۲۰۰۷ء میں چولستان علمی و ادبی فورم بہاول پور نے شائع کیا،
انتساب ڈاکٹر انوار احمد کے نام کیا گیا ہے۔ "کاوش اظہار" کے نام سے دیباچہ خود مصنف نے لکھا ہے۔

زیر نظر کتاب میں درج ذیل مضامین شامل اشاعت ہیں:

۱۔ امیر خسرو	۲۔ نظامی دکنی	۳۔ قلی قطب شاہ
۴۔ نصرتی	۵۔ ولی دکنی	۶۔ شاکر ناجی
۷۔ میر تقی میر	۸۔ مرزا محمد رفیع سودا	۹۔ خواجہ میر درد
۱۰۔ نظیر اکبر آبادی	۱۱۔ میر حسن	۱۲۔ حیدر علی آتش
۱۳۔ مومن خان مومن	۱۴۔ اسد اللہ خان غالب	

ڈاکٹر نجیب جمال زیر نظر کتاب کی اشاعت کا جواز اپنے دیباچے میں یوں بیان کرتے ہیں!

"اردو شاعری نے جہاں ایک بڑے خطہ ارضی کے لوگوں کے جذبات کی سچی
ترجمانی کی وہاں ان کی سماجی اور تہذیبی زندگی کی بھرپور نمائندگی کی۔ اس خطہ
کے ڈیڑھ سو کروڑ لوگ آج بھی اردو شاعری کے آئینے میں اپنے جذبوں اور
محسوسات کا عکس تلاش کرتے ہیں۔ تیزی سے کروٹ بدلتی ہوئی زندگی اور
مشینوں کی گڑگڑاہٹ میں یہ اردو شاعری ہی ہے جو نہ صرف احساس کو لطافت،

جذبے کو حلاوت اور حسن کو ملاحت کا روپ عطا کرتی ہے بلکہ محبت و وفا اور مروّت جیسی اعلیٰ انسانی قدروں کی حامل تہذیب کو زندہ کرتی ہے، یہی شاید اس کتاب کا جواز بھی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اردو شاعری کی تہذیب، بہاول پور، چولستان علمی و ادبی فورم طبع دوم ۲۰۰۷ء ص ۶)

ڈاکٹر نجیب جمال بلاشبہ اردو شاعری بالخصوص کلاسیکی شاعری کے دلدادہ ہیں انھوں نے امیر خسرو سے لی کر غالب تک سبھی شاعروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ ان کا اسلوب دل نشین ہوتا ہے، ان کی بات اور اشعار کا انتخاب دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ اردو کے پہلے شاعر امیر خسرو پر ان کا مضمون بہت عالمانہ ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال ان کی شاعری کی خصوصیات کے متعلق رقم طراز ہیں!

"امیر خسرو کے کلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں ے ہندوی اور فارسی لہجے کو یکجا کر کے ابتدا ہی میں طرز کلام کی ایک تیسری جہت دریافت کی ہے اور اردو زبان کے امکانات کو وسیع تر کر دیا ہے، امیر خسرو کے کلام کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس نے برصغیر پاک و ہند کو تہذیبی شناخت عطا کی جس نے رفتہ رفتہ ایک تہذیبی دھارے کی شکل اختیار کر لی۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اردو شاعری کی تہذیب، بہاول پور، چولستان ادبی فورم ۱۹۹۷ء ص ۱۱)

اردو کی پہلی مثنوی کے خالق، نظامی دکنی، پر ان کا مضمون خاصے کی چیز ہے۔ ان کے بقول، دکنی اور فارسی کے امتزاج سے ریختہ کی روایت نے جنم لیا، جس کی ابتدا مثنوی، کدم راؤ پدم راؤ، اور انتہا ولی دکنی کی غزل ہے۔ اردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر قلی قطب شاہ پر ان کا مضمون بہت اہمیت کا حامل ہے جس میں انھوں نے قلی قطب شاہ کے تعارف کے ساتھ ساتھ ان کی غزلوں اور نظموں پر بھی مفصل روشنی ڈالی ہے۔ نصرتی، کو انھوں نے اردو شاعری کے ابتدائی دور کا غیر معمولی ذہین شاعر قرار دیا ہے۔ ولی دکنی کو انھوں نے اردو کا پہلا صاحب طرز شاعر قرار دیا ہے، بلاشبہ ولی نے نہ صرف اردو زبان اور اردو شاعری کو وسعت دی بل کہ اردو غزل کو منفرد شناخت بھی عطا کی، ولی کے متعلق ڈاکٹر صاحب کے دو مضامین شامل اشاعت ہیں۔ دوسرے مضمون میں انھوں نے ولی کا موازنہ انگریزی زبان کے شاعر چاسر سے کیا ہے، نیز ولی کی زبان و بیان، تراکیب، محاورات اور خصوصیات پر بحث کی ہے۔ انھوں نے ولی کی اس غزل کو جس کا مطلع ہے:

تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں ترے نین غزالاں سوں کہوں گا

کو رعایت لفظی اور لطافت زبان کا شاہکار قرار دیا ہے۔

ابہام گوئی تحریک کے نمائندہ شاعر شاکر ناجی پر ان کا مضمون ابہام گوئی اور شاکر ناجی پر روشنی ڈالتا ہے، اٹھارہویں صدی کے سب سے بڑے شاعر میر تقی میر کے انداز بیاں کے متعلق ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں!

"میر کے انداز بیاں کے بارے میں مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ ان کی شاعری میں سادگی انسانی گفتگو کے لہجے سے عبارت ہے۔ تمام اردو شاعری میں شعر کو لہجے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ لہجہ منفرد انداز گفتگو یا ان کیفیات سے عبارت ہے جو مختلف جذبات اور احساسات کے اظہار سے نمو پاتی ہیں۔ لہجے کی ایک عمومی سطح ہے جہاں شاعر محبت اور شفقت کے کسی جذبے کا اظہار کرتا ہے۔ میر کا تہذیبی لہجہ اسی عمومیت کا حامل ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اردو شاعری کی تہذیب، بہاول پور، چولستان ادبی فورم، ۱۹۹۷، ص ۵۶)

مرزا محمد رفیع سودا، والے مضمون میں مصنف نے مضمون کے آغاز میں رفیع سودا اور میر تقی میر کا موازنہ کیا ہے اور سودا کے مزاج کو میر کے مزاج سے مختلف قرار دیتے ہوئے مسعود حسن رضوی ادیب کی یہ رائے درج کی ہے!

"سودا بڑے زندہ دل تھے جن باتوں پر
دوسرے روتے وہ ان پر ہنستے تھے"

(مسعود حسن رضوی ادیب، شہر آشوب کا فن اور موضوع، مشمولہ، نگار، کراچی ۱۹۸۶، ص ۲۱۶)

ڈاکٹر نجیب جمال کی تحقیق کے مطابق سودا نے غزلیں، قصائد، شہر آشوب اور ہجویں لکھی ہیں۔ ان کی غزلوں کا آہنگ بھی بلند ہے، قصیدے سے انھیں فطری لگاؤ ہے، اس میدان میں ان کے زور بیاں اور قوت تخیل کے مقابل کسی کا کھڑا ہونا مشکل ہے ان کا مخمس، شہر آشوب، سیاسی انتشار اور اقتصادی و بدحالی کی منہ بولتی تصویر ہے، انھوں نے مرثیے بھی لکھے، رباعیاں اور قطعات بھی لکھے، مخمس کی ہیئت میں مرثیہ سب سے پہلے سودا نے لکھا، ان کے مرثیوں میں واقعات کربلا کے بیان میں مناظر فطرت اور جذبات نگاری کے عمدہ نمونے ملتے ہیں۔ سودا علم موسیقی میں ماہر تھے، سودا کی غزل کے موضوعات

کے بارے میں ڈاکٹر نجیب جمال رقم طراز ہیں!

> ''سودا کی غزل کے موضوعات میں حسن وعشق کی رمزیں، حسن محبوب کی مصوری اور سراپا کا بیان شامل ہے۔ فارسی زبان کے زیر اثر بے ثباتی عالم اور نیرنگی زمانہ کا موضوع سودا کی غزل میں بھی غالب دکھائی دیتا ہے۔ کہیں کہیں اخلاقی اور صوفیانہ مضامین بھی شامل ہیں۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اردو شاعری کی تہذیب، بہاول پور، چولستان علمی وادبی فورم طبع دوم ۲۰۱۰ء ص ۶۳)

''خواجہ میر درد'' والے مضمون میں مصنف نے عشق کو خواجہ میر درد کے تصورات اور تخیلات کا مرکزی نقطہ قرار دیا ہے۔ خواجہ میر درد کو بالعموم صوفی شاعر کہا جاتا ہے، ان کی صوفیانہ شاعری کے متعلق ڈاکٹر نجیب جمال نے بجا لکھا ہے کہ!

> ''درد کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے صوفیانہ واردات کو تصوف کی اصلاحات میں ہو بہو اسی معنویت کے ساتھ پیش کیا جس طرح وہ علم تصوف میں مروج تھیں جیسے قلب ونظر، عشق وعقل، حقیقت ومجاز، جبر واختیار، فنا فی اللہ، جز وکل، مکان ولامکان، بے ثباتی و بے اعتباری، ذکر خفی وجلی وغیرہ لیکن اس غیر شعری طرز ادا کے باوجود درد کے یہاں شعریت بھی باقی رہتی ہے اور تاثیر بھی۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اردو شاعری کی تہذیب، بہاول پور، چولستان علمی وادبی فورم طبع دوم ۲۰۱۰ء ص ۷۲)

اردو کے پہلے عوامی شاعر نظیر اکبر آبادی پر ڈاکٹر نجیب جمال نے بہت عمدہ مضمون لکھا ہے۔ نظیر اکبر آبادی پیشے کے لحاظ سے معلم تھے، اس لیے ان کی شاعری میں انسانیت کے نام ایک پیغام اور اخلاقی سبق بھی ملتا ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے نظیر کے دور کے سیاسی، تہذیبی اور تاریخی حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے نظیر کو انسانی قدروں کا سب سے بڑا نوحہ خواں اور انسان دوست دکھایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ ظاہر داری، تصنع اور بناوٹ سے دور رہتے تھے۔ ان کی شاعری کا سب سے اہم موضوع انسان سے محبت ہے، انھوں نے صوفیوں کی انسانی دوستی اور نظیر کی عوامی دوستی کو مساوی قرار دیا ہے۔

زیر نظر کتاب کے مطالعہ سے قاری امیر خسرو سے مرزا غالب تک کے تعارف اور ان کے فکر وفن سے آگاہ ہو جاتا ہے یہ کتاب اساتذہ اور طلبا دونوں کے لیے [illegible]ں مفید ہے۔

اقبال ہمارا!

''اقبال ہمارا'' ڈاکٹر نجیب جمال کے علامہ اقبال پر لکھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے جس کی ترتیب وتسوید ذی شان تبسم نے کی ہے، ۲۰۱۱ء میں شائع ہونے والی اس کتاب کے پبلشرز بیکن بکس ملتان ہیں۔ انتساب سید محمد نسیم جعفری کے نام ہے، ''کاوش اظہار'' کے نام سے دیباچہ مصنف نے لکھا ہے، زیر نظر کتاب میں شامل مضامین کی فہرست درج ذیل ہے!

۱۔ اقبال کی ابتدائی اردو شاعری
۲۔ اقبال کی شاعری کمال فن کی مثال
۳۔ مسجد قرطبہ۔۔۔اقبال کی ایک لافانی نظم
۴۔ اقبال اور عشق
۵۔ اقبال کی غزل۔۔۔ایک جائزہ
۶۔ اقبال کا نظریہ تعلیم
۷۔ قومی شعور، اردو شاعری اور اقبال
۸۔ اقبالیات اور مصر
۹۔ مقدمہ ''اقبال شاعر اور اسلام''
۱۰۔ مقدمہ ''محمد اقبال: المصلح، الفیلسوف، الشاعر الاسلامی الکبیر''
۱۱۔ تقریظ ''اقبال والازھر''
۱۲۔ متاع کاروان اقبال، پر ایک نظر

زیر نظر کتاب کی اشاعت کی غرض و غایت ڈاکٹر نجیب جمال اپنے دیباچے میں یوں بیان کرتے ہیں!

> ''مملکت پاکستان کا خواب بھی اقبال نے دیکھا تھا اور ان کی شاعری میں اس کے استحکام اور بقا کا تصور بھی موجود ہے۔ میری یہ کتاب ''اقبال ہمارا'' بھی دراصل اقبال کی شاعری کے آئینے میں اپنے 'امروز و فردا' کا اندازہ کرنے کی ایک کوشش ہے اور اس میں اقبال کی شاعری کے بنیادی نکات ہی کو دوہرایا گیا ہے۔ اقبال کی شاعری کی ساری پرتوں کو کھولنا اور اس کی فکری گتھیوں کو سلجھانا

میرا مقصد نہیں ہے، دوسرے لفظوں میں یہ کتاب اقبال کو جاننے کی ایک طالب علمانہ کاوش ہے اور بس"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ملتان، بیکن بکس ۲۰۱۱ء ص ۱۰)

کتاب کے اولین مضمون میں مصنف نے "اقبال کی ابتدائی اردو شاعری" کو بانگ درا کے دیباچے کی روشنی میں دیکھنے کی کوشش کی ہے پھر غالب اور اقبال کی شاعری کا فکری و فنی جائزہ پیش کر کے دونوں کے فن کو معیاری قرار دیا گیا ہے، مسجد قرطبہ والے مضمون میں نظم کے ہر بند کا فنی و فکری جائزہ لیا گیا ہے، یہ مضمون پہلے ادبی مجلّہ "الزبیر" شمارہ نمبر ۱۰ مارچ ۱۹۹۷ء اور کتاب "محاسن" میں بھی شائع ہوا مگر بعد میں ترمیم و اضافے کے ساتھ زیر نظر کتاب کا حصہ بنا۔ "اقبال اور عشق" ڈاکٹر نجیب جمال کا علامہ اقبال کے تصور عشق کے حوالے سے بہت اہم مضمون ہے یہ مضمون شعبۂ اردو اقبالیات، اسلامیہ یونیورسٹی کے زیر اہتمام منعقدہ اقبال سیمینار میں نومبر ۲۰۰۲ء کو پڑھا گیا، اس مضمون میں اقبال کے عشق کی مختلف سطحوں کو واضح کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں!

> "عشق کی گرمی اور تڑپ ذرے کو آفتاب اور حُسن انسان کو جہاں تاب بناتی ہے، عشق، عاشق کی آنکھ سے ٹپکا ہوا وہ آنسو ہے جو کبھی تاج محل تو کبھی مسجد قرطبہ میں آملتا ہے اور یوں مرگ انسانی، حیات جاودانی اور چونے کی عمارت، محبت کی دائمی نشانی بن جاتی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ملتان، بیکن بکس ۲۰۱۱ء ص ۶۷)

مضمون "اقبال کی غزل۔۔۔ایک جائزہ" میں ڈاکٹر نجیب جمال نے اردو غزل کی روایت، احیاء، جدت، زبان کے علاوہ اقبال کی غزل کے موضوعات پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ اردو غزل کو جدت سے آشنا کرانے میں غالب کے بعد دوسری بڑی شخصیت اقبال کو قرار دیتے ہیں۔ وہ اقبال کی غزل کی خصوصیات کے متعلق لکھتے ہیں!

> "اقبال کی غزل تہذیبی اور تمدنی مضمرات کی آئینہ دار ہے، انھیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ مسلمانوں کی زندگی اجتماعی طور پر جمود کا شکار ہے۔ وہ بے حرکت ہو چکے ہیں ان کے باطن میں کوئی غلغلہ نہیں، اقبال کی اپنی ذات، مسلم تہذیب کی داخلی کروٹ تھی، اس اعتبار سے دنیا بھر کی سیاست پر انھوں نے گہری

نظر ڈالی، ان کی شاعری بالخصوص ان کی غزل انھیں خصوصیات کی حامل ہے۔"
(نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۱۱ء، ص ۳۷)

ڈاکٹر نجیب جمال ایک نقاد اور محقق ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر تعلیم بھی ہیں اپنے مضمون "اقبال کا نظریہ تعلیم" میں انھوں نے اقبال کے نظریہ تعلیم کو اقبال کے اشعار کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ یہ مضمون عین شمس یونیورسٹی قاہرہ (مصر) میں بھی "اقبال سیمینار" میں ۸ فروری ۲۰۰۲ء کو پڑھا گیا۔ "قومی شعور اردو شاعری اور اقبال" مضمون میں برصغیر پاک و ہند میں اردو شاعری میں جس طرح کا شعور پروان چڑھا اس کا سیاسی و سماجی پس منظر پیش کرنے کے بعد اقبال کی ذہنی بیداری کے مختلف گوشوں کو واضح کیا گیا ہے۔ 'اقبالیات اور مصر' مضمون میں مصر کی جامعات میں اقبالیات کے موضوع پر جو تحقیقی مقالے لکھے گئے ان کا ذکر کرنے کے علاوہ ایک پاکستانی طالب علم ثناء اللہ کے تحقیقی اہداف پر بھی روشنی ڈالی ہے، مقدمہ، اقبال شاعر الاسلام مصر کے نوجوان ادیب و محقق سید حازم محمد احمد عبدالرحیم کی مرتب کردہ کتاب ہے جس کا مقدمہ ڈاکٹر نجیب جمال نے تحریر کیا ہے اور مذکورہ کتاب کو ایک وقیع کتاب اور اقبالیات کے ذخیرے میں ایک اچھی کتاب کا اضافہ قرار دیا ہے۔ وہ مصر میں ہونے والی اقبالیات کے حوالے سے تحقیق کے بارے میں لکھتے ہیں!

"سرزمین مصر میں اقبالیات کی تاریخ و تنقید اب نصف صدی سے اوپر کی بات ہے، اس کے اجمال و تفصیل کا یہ موقع نہیں تاہم اقبالیات کے بارے میں بزبان عربی پچاس سے زائد کتب اور دو سو سے زیادہ مضامین کے علاوہ پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم فل کی سطح پر لکھے گئے تحقیقی مقالات اس کا ایک بین ثبوت ہے۔"
(نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۱۱ء، ص ۱۱۸)

ڈاکٹر نجیب جمال نے اس مضمون میں علامہ اقبال کے ان اشعار کا حوالہ بھی دیا ہے جو انھوں نے دو بار مصر جانے کے لیے کیے۔ پہلی مرتبہ اقبال اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان جاتے ہوئے ۱۹۰۵ء میں اور دوسری مرتبہ ۱۹۳۱ء میں لندن میں منعقد ہونے والی دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کے بعد انھوں نے مصر میں قیام کیا، مصر میں اقبال کی پیدائش اور وفات کے مہینوں میں یوم اقبال کے سلسلے کی تقاریب منعقد کی جاتی ہیں۔

ڈاکٹر نجیب جمال نے زیر نظر مقدمے میں کتاب کے مرتب سید حازم محمد احمد محفوظ کے ان چار

مضامین کا حوالہ بھی دیا ہے جو سیمینار سے پہلے اور سیمینار کے بعد مختلف رسائل اور اخبارات میں شائع ہوئے۔ ان مضامین کے علاوہ کتاب کا ضمیمہ ایک الگ دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اس میں مصری اخبارات میں شائع ہونے والے اقبالی مضامین کے علاوہ گزشتہ سالوں میں اقبال کے بارے میں شائع ہونے والی کتب کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ زیرِ نظر کتاب کے بارے میں ڈاکٹر نجیب جمال نے بجا لکھا ہے کہ!

> ''مذکورہ تفصیلات اور مواد نے یکجا ہو کر جناب سید حازم محمد احمد محفوظ کی کتاب واقبال شاعر الاسلام'' کو بلاشبہ ایک وقیع کتاب بنا دیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اقبالیات کے ذخیرے میں ایک اور اچھی کتاب کا اضافہ ہوا ہے، مگر زیادہ اہم بات یہ ہے کہ مصر میں اقبال سیمیناروں کی روداد کو کتابی شکل میں محفوظ کرنے کی مستحکم روایت وجود میں آ گئی ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۱۱ء، ص ۱۳۲)

زیرِ نظر کتاب کا ایک مضمون مقدمہ ''محمد اقبال: المصلح، الفیلسوف، الشاعر الاسلامی الکبیر'' ہے جو جامعہ ازھر مصر کے استاد اور نوجوان محقق و نقاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے تالیف کی ہے۔ یہ کتاب ۱۹ نومبر ۱۹۹۸ء کو قاہرہ مصر میں منعقد ہونے والی مجلس مذاکرہ کی تفصیلات و جزئیات کا احاطہ کرتی ہے، بقول ڈاکٹر نجیب جمال!

> ''نوجوان محقق اور نقاد حازم محمد احمد عبدالرحیم المحفوظ نے حسبِ سابق اس کتاب کو فاضلانہ انداز میں مرتب کر کے مصر میں اقبال کے خصوصی محقق کا درجہ حاصل کر لیا ہے اور اس کے ساتھ ہی انھوں نے مستقبل کے محقق کے لیے تحقیق کی راہ بھی ہموار کر دی ہے۔ بہ صورت دیگر فکرِ اقبال کے بارے میں منعقد ہونے والے یہ دونوں تاریخی اجلاس رفتہ رفتہ حافظے سے محو ہو جاتے، مولف کی یہ علمی کاوش ان کی متانتِ فکر اور ذہن رسا اس کی مظہر ہے۔''

(ایضاً ص ۱۳۶)

زیرِ نظر کتاب میں ڈاکٹر نجیب جمال کی تقریظ ''اقبال والازھر'' بھی شامل ہے اس کتاب کو نوجوان مولفین سید حازم محمد احمد محفوظ اور محترمہ ② اسحاق نے ترتیب دیا ہے۔ زیرِ نظر کتاب کو مصنف نے اقبال

کی جامعہ ازھر سے قلبی اور ذہنی وابستگی کی روداد قرار دیتے ہوئے مولفین کی اس رائے سے اتفاق کیا ہے کہ اہل مصر خواہ ان کا تعلق خواص سے ہو یا طبقہ عوام سے سب اقبال سے واقف ہیں، ان کی فکر ساری دنیا کے لوگوں کے لیے اور خصوصاً مسلمانوں کے لیے تھی۔ یہ فکر قرآن اور حدیث سے ماخوذ ہے اور یہی اس کے بقائے دوام کا باعث ہے، جو کوئی بھی ایک مرتبہ اقبال کے اشعار کا عربی ترجمہ پڑھ لیتا ہے وہ اقبال کے اثر سے آزاد نہیں ہو سکتا، اقبال اور مصر کے تعلق کو مولفین نے اقبال کے خطوط کے ذریعے بھی واضح کیا ہے۔ پہلا خط اقبال نے ۱۹۰۵ء میں لکھا دوسرا خط ۱۹۲۰ء میں محمد اکبر کے خط میں کیے گئے استفسار کے بارے میں لکھا کہ" عربی زبان پڑھنا چاہتے ہیں تو مصر اچھا ہے لبنان نہیں"۔ تیسرا خط ۱۹۲۶ء میں سید سلیمان ندوی کے نام مصر میں شائع ہونے والے کتابچے" تاریخ قصہ اسلام" کے بارے میں ہے۔ چوتھا خط اسی سال سید شریف کے نام لکھا، یہ خط اپنے مندرجات کے اعتبار سے اہمیت رکھتا ہے، زیر نظر کتاب کے دیباچے میں ڈاکٹر نجیب جمال نے علمائے ازھر کے وفد سے لاہور میں اقبال کی ملاقات کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ اپنے دیباچے کے اختتام پر لکھتے ہیں!

> "کتاب" اقبال والازھر" میں شامل تمام تفصیلات اور حوالہ جات کو بڑی محنت اور عرق ریزی سے مرتب کیا گیا ہے۔ اقبالیات کے سلسلے میں مولفین کی یہ کاوش حد درجہ قابل تحسین ہے، مصر میں اقبالیات کی طباعت قابل رشک ہے، اقبال کی شاعری گزشتہ ستر (۷۰) سالوں سے دانش وران مصر کی توجہ کا مرکز رہی ہے، اقبال کے افکار تصورات کے بارے میں قابل قدر کتابیں اور مضامین مصر سے شائع ہو چکے ہیں جن کی تعداد سیکڑوں میں ہے" اقبال والازھر" بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے جس کی تالیف پر مولفین مبارکباد کے مستحق ہیں۔"

(ایضاً ص ۱۳۲)

زیر نظر کتاب کا آخری مضمون" متاع کاروان اقبال، پر ایک نظر" کے عنوان سے ہے۔ مذکورہ کتاب کے مصنف رانا غلام یاسین ہیں جنھوں نے اس کتاب میں اقبال کے خطبات، مضامین اور خطوط کے حوالہ جات اور ان پر بحث کے ذریعے اقبال کی فکر کو نمایاں کرنے کی کاوش کی ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال زیر نظر کتاب کے موضوعات کے حوالے سے لکھتے ہیں!

> "کتاب کی فہرست پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں (رانا غلام یاسین)

نے خطبہ علی گڑھ، خطبہ الہ آباد، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ (بحوالہ اجتہاد)،
سیاسی خطوط قائداعظم، عقیدہ ختم نبوت کے سیاسی اثرات، کے علاوہ جغرافیائی
حدود اور مسلمان کو موضوع بنایا ہے اور یہ سب وہ مستقل موضوعات ہیں جن پر
اقبال نے اپنی مبسوط منضبط اور سوچی سمجھی رائے کو ظاہر کیا ہے۔"

(ایضاً ص ۱۳۶)

ڈاکٹر نجیب جمال نے خطبہ الہ آباد کے موضوع کو ہندوستان کی تقسیم کا نظریاتی تصور قرار دیتے ہوئے رانا غلام یاسین کی اس رائے کو درست تسلیم کیا ہے کہ:

"یہ خطبہ نہ صرف ایک اہم دستاویز ہے بل کہ اس کے بہت سے پہلو ایسے ہیں
جن میں اقبال کے افکار مسلمانوں کے مسائل اور مطالبات اور مستقبل کے
منصوبوں کو بڑے مثبت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔"

(غلام یاسین، رانا، متاع کاروانِ اقبال، لاہور، اولیس بک سنٹر ۲۰۰۹، ص ۳۱)

ڈاکٹر نجیب جمال نے کتاب میں شامل تمام مندرجات کے متعلق رائے دینے کے بعد مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ:

"رانا غلام یاسین نے نہ صرف اقبال کی نثر میں موجود فکر کے خدوخال واضح کیے
ہیں بلکہ ان کی شاعری کے تصورات کو بھی عمدہ انداز میں پیش کیا ہے۔ یہ تمام
مضامین اپنے تمام ضروری حوالوں کے ساتھ زیر بحث لائے گئے ہیں اور بنیادی
ماخذات سے لے کر ثانوی حوالہ جات کی جو فہرست ہر مضمون کے آخر میں
موجود ہے اسے ایک نظر دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ رانا غلام یاسین نے ان
تمام مضامین کو لکھتے ہوئے دقتِ نظر سے کام لیا ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، ملتان، بیکن بکس ۲۰۱۱، ص ۱۴۰)

زیرِ نظر کتاب "اقبال ہمارا" اقبال شناسی کی روایت میں ایک وقیع اضافہ ہے جس کے مطالعہ سے اقبال کے حوالے سے نئے نکات اور امکانات سامنے آتے ہیں۔ یہ کتاب ڈاکٹر نجیب جمال کی اقبال شناسی پر دال ہے۔

عمران اقبال کے منتخب افسانے

''عمران اقبال کے منتخب افسانے'' ڈاکٹر نجیب جمال کی مرتب کردہ کتاب ہے جون ۲۰۱۳ء میں اس کی اشاعت اول، سنچری ۲۱ پبلی کیشنز کراچی کے زیر اہتمام عمل میں آئی، انتساب ڈاکٹر محمد علی صدیقی مرحوم کے نام کیا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں مرتب کے دیباچے کے علاوہ درج ذیل افسانے شامل ہیں:

۱۔ دھند	۲۔ بچھو	۳۔ ادھورے خواب کا منظر
۴۔ پاپ	۵۔ مسلمان	۶۔ اولاد
۷۔ دھنک رنگ لڑکی	۸۔ اندر کا موسم	۹۔ دہشت گرد
۱۰۔ قطرہ قطرہ	۱۱۔ ستلج برج	۱۲۔ سوکھے پتے
۱۳۔ پارٹ ٹائم جاب	۱۴۔ اعتراف	

عمران اقبال کا شمار بہاول پور کے معروف افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے پانچ افسانوی مجموعے: ''۱۔ آخری عورت، ۲۔ ادھورے خواب کا منظر، ۳۔ مون سون، ۴۔ نام گم ہو جاتے ہیں، ۵۔ برسات کی ایک رات'' زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے مذکورہ افسانوی مجموعوں میں سے چودہ افسانوں کا انتخاب کر کے اسے ''عمران اقبال کے منتخب افسانے'' کے نام سے شائع کیا ہے جو بلاشبہ مرتب کے حسن نظر اور عمدہ انتخاب کی دلیل ہے۔ وہ اپنے دیباچے میں رقم طراز ہیں!

> ''عمران اقبال کی کہانیوں کی فضا سماجی واقفیت سے جنم لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسکے کردار ہی نہیں فضا بھی مانوس ہے بل کہ فضا نگاری میں تو اسے خصوصی ملکہ حاصل ہے، اس کی پیش کردہ تہذیبی سچائیاں محض تخیل کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ مشرق و مغرب کے معاشرتی تناظر سے جنم لیتی ہیں۔ ان سب افسانوں کی خاص بات ان کا نقطۂ عروج ہے جس میں چونکا دینے والا انکشاف قاری کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، عمران اقبال کے منتخب افسانے، کراچی، سنچری ۲۱ پبلی کیشنز ۲۰۱۲ء ص ۷)

ڈاکٹر نجیب جمال کا دیباچہ عمران اقبال کے افسانوں کی تفہیم میں معاونت کرتا ہے اور عمران اقبال کا فکشن میں مقام کا تعین بھی کرتا ہے۔

زیر نظر کتاب کے پس ورق فلیپ میں چیئرمین شعبہ اردو ایس۔ ای کالج بہاول پور ڈاکٹر نواز

کاوش رقم طراز ہیں!

"افسانے کی دنیا میں عمران اقبال ایک معتبر حوالہ ہیں۔ کہانی کے بنیادی خدوخال ان کے ہاں فطری اور حقیقتوں سے قریب تر ہیں، مشاہدہ، تجربہ اور جزئیات عمران اقبال کے اسلوب کا حسن ہیں، زبان و بیان کی رنگینی اور پلاٹ کی بنت میں انھیں ملکہ حاصل ہے، عام زندگی کے موضوعات ان کے افسانوں میں سانس لیتے ہیں، جیتی جاگتی زندگی کے منظر نامے، معاشرتی ناہمواریوں کی آگہی، دیہی و شہری بلکہ مغربی دنیا کی مصوری، انسانی نفسیات کا ادراک اور جذبوں کی دھنک رنگ دنیا، ان کے اسلوب کا خاصہ ہے، سیدھے سادے انداز میں وہ ایسے منظر کشید کرتے ہیں جن میں معاشرے کے نشیب و فراز اگ تھلگ احساسات کو اجاگر کرتے ہیں، وہ اپنی کہانیوں میں ایسے کردار تخلیق کرتے ہیں جو ہمارے اردگرد متحرک ہیں، رعنائی خیال اور اسلوب کی ندرت انھیں عہد نو کے افسانہ نگاروں میں ممتاز کرتی ہے، اظہار کی شگفتگی اور زبان و بیان کا حسن انھیں ادبی تاریخ میں ہمیشہ زندہ رکھے گا۔"

زیر نظر کتاب کا پہلا افسانہ "دھند" کے عنوان سے ہے جس میں عمران اقبال نے لاہور کے ایک معروف بزنس مین شیخ عابد کی اکلوتی اولاد شہزاد کی کہانی بیان کی ہے، وہ دو ماہ کے تفریحی دورے پر سوئزرلینڈ کے قصبے سپرنگ فیلڈ میں جاتا ہے جہاں اس کی ملاقات ایک نوجوان حسین و جمیل عیسائی لڑکی جولیٹ سے ہوتی ہے دونوں کی دوستی ہو جاتی ہے، شہزاد اس سے متاثر ہو کر اسے شادی کی پیشکش کرتا ہے مگر وہ صرف دوستی رکھنا چاہتی ہے اور شہزاد کو کہتی ہے کہ:

"میں شادی کے روایتی بندھن میں اپنے آپ کو قید نہیں کر سکتی اور ویسے بھی ابھی ہم ایک دوسرے کو کتنا جانتے ہیں۔۔۔ زندگی بہت خوب صورت ہے جیسے چاہو لطف اُٹھاؤ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ انسان کو رسم و رواج کی دیواروں میں قید کر دیا جائے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، عمران اقبال کی منتخب افسانے، کراچی، سٹی پبلی کیشنز ۲۰۱۳ء ص ۱۲)

وہ شہزاد کو مزید بتاتی ہے کہ وہ نہیں جانتی کہ اس کا باپ کون ہے تمھاری طرح کا کوئی انسان محبت

کے نام پر میری معصوم ماں کے بدن کو نوچتا کھسوٹتا رہا اور پھر ہمیشہ کے لیے اسے سسکنے اور تڑپنے کے لیے چھوڑ کر واپس چلا گیا وہ یہ کہہ کر ناراض ہو کر چلی جاتی ہے اور جلدی میں اپنا پرس بھول جاتی ہے۔ شہزاد اس پرس کو کھول کر دیکھتا ہے اور اس سے اس کی ماں کی تصویر کے ساتھ ایک شخص کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے وہ کوئی دوسرا نہیں اس کے باپ کی تصویر ہوتی ہے۔ وہ بدحواس ہو کر گر جاتا ہے، وہ زندگی کا کراہت آمیز روپ دیکھ چکا تھا اس لیے واپس آجاتا ہے۔ مذکورہ افسانے میں افسانہ نگار نے مغربی ممالک کی بظاہر چمکیلی مگر اندرون سیاہ معاشرت کی عکاسی کی ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ مسلمان مالدار لوگ بیرون ملک سیر و سیاحت کے بہانے جاتے ہیں اور وہاں عیش و عشرت کے نام پر عیاشی کر کے آجاتے ہیں اور وہ جنسی تسکین کے لیے اپنا مذہب تک فراموش کر دیتے ہیں۔ مذکورہ کہانی میں اگر شہزاد کی اس لڑکی سے شادی ہو جاتی تو وہ رشتے میں اس کی بہن لگتی مگر انجانے میں وہ میاں بیوی بن کر زندگی بسر کرتے۔

ڈاکٹر نجیب جمال نے عمران اقبال کے افسانوں کا انتخاب کر کے قاری کے لیے عمران اقبال کے افسانوں تک رسائی کو سہل بنا دیا ہے۔

باب سوم

ڈاکٹر نجیب جمال بطور دیباچہ نگار

دیباچہ، فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے وارث سرہندی نے درج ذیل تین لغوی معانی لکھے ہیں:

۱۔ گال، چہرہ

۲۔ ایک قسم کی قبا جو امیر پہنتے ہیں

۳۔ تمہید، مقدمہ، کتاب کا سرنامہ

(وارث سرہندی، علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ، لاہور طبع ۱۹۹۳، ص ۷۶۹)

اصطلاحی طور پر دیباچہ سے مراد کسی کتاب یا متن سے پہلے درج وہ تعارفی یا وضاحتی مضمون ہے جس میں کتاب اور مصنف کے بارے میں معلومات اور کتاب کی اہمیت و افادیت کے بارے میں لکھا جاتا ہے اردو ادب میں دیباچہ نگاری کی اولین صورت تقریظ نگاری اور جدید ترین شکل مقدمہ نگاری خیال کی جاتی ہے، مقدمہ، کے متعلق ڈاکٹر افتخار شفیع لکھتے ہیں!

''مقدمہ، کسی علمی و تحقیقی کتاب کی تکمیل کے بعد تحریر کیا جاتا ہے۔ یہ ہر کتاب کے شروع میں ہوتا ہے، مصنف مقدمے علمی دیانت داری کے ساتھ اہم نکات بیان کرتا ہے''مقدمے'' میں صرف ضروری امور پر بحث کی جاتی ہے۔ مقدمہ نگار کے پیش نظر تفہیم و تحسین کا حصول بھی ہوتا ہے،''مقدمے'' میں اکثر وسیع معلومات دی جاتی ہیں، اردو ادب میں طویل' مقدمے، تحریر کرنے کا رواج رہا ہے حالاں کہ مقدمے کے بہت سارے مشتملات حاشیے کے طور پر بھی دیے جاسکتے ہیں۔''

(محمد افتخار شفیع، ڈاکٹر، اضاف نثر، لاہور، کتاب سرائے، ۲۰۱۲، ص ۱۲۲)

دیباچے کے حوالے سے رشید حسن خان لکھتے ہیں!

'' جب کوئی مصنف بعض چیزوں سے پڑھنے والوں کو مطلع کرنا چاہتا ہے بالخصوص وہ جو کتاب کے پس منظر سے متعلق ہوں تب وہ مقدمہ لکھتا ہے جب وہ

ضمنی طور پر یہ بتانا چاہتا ہے کہ یہ کس لیے لکھی مختصراً تو وہ دیباچہ لکھتا ہے۔"

(بحوالہ ارم سلیم، ڈاکٹر، اردو میں مقدمہ نگاری کی روایت لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۸ء، ص ۳۸)

ڈاکٹر نجیب جمال نے جہاں مختلف موضوعات پر علمی، ادبی، تنقیدی اور تحقیقی مضامین لکھے ہیں وہاں انھوں نے مختلف علمی و ادبی کتب پر دیباچے اور فلیپ بھی تحریر کیے ہیں لیکن ان کا قلم حدود میں رہتے ہوئے جولانی دکھاتا ہے۔ وہ اختصار اور جامعیت کے پہلو کو بھی مدنظر رکھتے ہیں اور موضوع کی مناسبت سے بعض تشنہ پہلوؤں کی مفصل وضاحت کرتے ہیں، اس ضمن میں وہ بنیادی اور ثانوی ماخذات سے بھی کام لیتے ہیں، انھوں نے تقریباً اپنی تمام تصانیف و تالیفات کے دیباچے خود تحریر کیے ہیں لیکن ان کی کتب "کتاب سے پہلے" اور "کتاب کے بعد" کے علاوہ احمد رضا کی مرتب کردہ یاس یگانہ کی کتاب "چراغ سخن" کے دیباچے ان کی دیباچہ نویسی کے مضبوط اور اہم حوالے ہیں۔

"چراغ سخن" بنیادی طور پر عروض و قوافی کے بنیادی مباحث پر مشتمل کتاب ہے جس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۴ء میں رسالہ عروض و قوافی کے نام سے لکھنؤ میں شائع ہوا دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۱ء میں مطبع منشی نول کشور لکھنؤ سے کتابی صورت میں شائع ہوا سرورق پر یگانہ کا یہ شعر درج کیا گیا ہے!

مرزا یاس یہ کرتے ہیں شکر کے سجدے
دعائے خیر تو کیا اہل لکھنؤ کرتے

مصنف کا نام ابوالمعانی مرزا یاس عظیم آبادی لکھنوی دیا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب کو مجلس ترقی ادب لاہور نے جون ۱۹۹۶ء میں شائع کیا اور اس کو مرتب احمد رضا نے کیا، ڈاکٹر نجیب جمال نے اس کتاب کا دیباچہ "چراغ سخن، کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ" کے نام سے لکھا ہے۔ مقدمے کے آغاز میں انھوں نے یگانہ کی غزل کو ان کی ذات کا پہلا تخلیقی اظہار قرار دیتے ہوئے ان کے شعری مجموعوں کا ذکر کیا ہے پھر یگانہ کی نثری تصانیف اور رسائل کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ!

"یگانہ کی تخلیقات کا ایک بڑا حصہ ان کی نثری تحریروں پر مبنی ہے" چراغ سخن" شہرت کا ذیہ المعروف بہ خرافات عزیز" اور "غالب شکن" ان کی نثری تصانیف ہیں، ان کے علاوہ یگانہ نے ۱۹۲۱ء میں لکھنؤ سے "کارامروز" کے نام سے ادبی رسالہ جاری کیا جس کے مجموعی طور پر چھ شمارے شائع ہوئے، بعد میں انھوں نے اناوہ سے ادبی رسالے "صحیفہ" کا اجرا کیا جس کا ایک ہی شمارہ منظر عام پر

آ سکا، ان رسائل کی بیشتر منظوم و نثور تخلیقات یگانہ کے قلم سے نکلی ہوئی ہیں۔"

(مرزا یاس عظیم آبادی" چراغ سخن" مرتبہ: احمد رضا، لاہور، مجلس ترقی ادب ۱۹۹۶، ص ۵)

ڈاکٹر نجیب جمال نے ان وجوہات کو بھی اپنے مقدمے میں بیان کیا ہے جس کی بنا پر یگانہ ادبی رسائل شائع کرنے پر مجبور ہوئے وہ یگانہ کے مضامین اور ان کے موضوعات کے حوالے سے رقم طراز ہیں!

"یگانہ کے مضامین میں موضوعات اور اسالیب کے اعتبار سے بڑا تنوع پایا جاتا ہے
ان کے بیشتر مضامین تنقیدی نوعیت کے ہیں، ان مضامین میں یگانہ بادی النظر میں
ایک جارح اور غیر توازن نقاد نظر آتے ہیں، تاہم ان مضامین کی ایک بڑی تعداد
ایسی ہے جن میں یگانہ نے سنجیدگی کے ساتھ ادبی اور لسانی مسائل پر بحث کی ہے۔"

(" چراغ سخن" ایضاً ص ۶)

دیباچہ میں ڈاکٹر نجیب جمال نے یاس یگانہ کی تصانیف و تالیفات کی فہرست بھی دی ہے تا کہ یگانہ کی زندگی کی جدلیات کا خاکہ مرتب کیا جا سکے۔ انھوں نے " نشتر یاس" پر ناقدانہ تبصرہ کرنے کے بعد زیر نظر کتاب " چراغ سخن" کا مفصل تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے جس سے یگانہ کی شخصیت اور علمیت کے مختلف گوشے قاری کے سامنے آئے ہیں وہ " چراغ سخن" کی اولین اشاعت کے متعلق لکھتے ہیں!

" چراغ سخن" عروض و قوافی کے مباحث پر مبنی رسالہ ہے اسے یگانہ نے ۱۹۱۴ء
میں شائع کیا، یہی وہ وقت تھا جب یگانہ اپنے معاصرین شعرا کے ساتھ عروضی
بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔ چراغ سخن، کے صفحات کی تعداد ۹۶ ہے اور اس کی
تقطیع کا سائز ۱۶/۲۲x۳۶ ہے، کتاب کی لوح پر یہ شعر درج ہے!

جناب یاس ہیں اور انتظام باغ سخن
ہوائے تند کے جھونکے ہیں اور چراغ سخن

یگانہ نے سرورق پر مولف کے طور پر اپنا نام یوں دیا ہے!

" یادگار آتش و میر، جناب مرزا واجد حسین یاس عظیم آبادی مصنف " نشتر یاس"
ساکن حال لکھنؤ جھوائی ٹولہ"

(چراغ سخن" ص ۹)

دیباچہ نگار (ڈاکٹر نجیب جمال) نے چراغ سخن، کی اولین اشاعت کے بعد دوسری اشاعت کا

تعارف بھی کرایا ہے اور مذکورہ کتاب کی ابتدا میں یگانہ کے دیباچے کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ!

> ''چراغ سخن'' کی ابتدا میں یگانہ نے ''شعر و سخن،'' کے عنوان سے ایک طویل دیباچہ بھی تحریر کیا ہے یہ مضمون ''نشتر یاس'' کے مقدمے ''ماہیت شاعری'' میں بیان کیے گئے اصول شاعری کے مباحث کی توسیع ہے، اس میں یگانہ نے اپنے نظریہ شعر کے متعلق اظہار خیال کرنے کے علاوہ فن شعر اور عناصر شعر پر مفصل بحث کی ہے۔''

(چراغ سخن، ص ۱۰)

دیباچہ نگار نے یگانہ کی شعر کے متعلق اس رائے کو بھی لکھا ہے کہ: ''پس شعر وہی ہے جو جذبات یا تخیلات کو الفاظ کا جامہ پہنا سکے۔''

یگانہ کے خیال میں شعر میں تاثیر محاکات اور موسیقی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے وہ محاکات اور تخیل کو شعر کے عناصر اصلی قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال کے مطابق شعر میں جذبات، تخیل، سادگی، جوش والی بحث میں یگانہ نے حالی اور شبلی کے خیالات سے بطور خاص استفادہ کیا ہے۔ یہ دیباچہ نگار کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ انھوں نے استفادہ کا لفظ استعمال کیا ہے اگر وہ چاہتے تو سرقہ کا لفظ بھی استعمال کر سکتے تھے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی طرح ڈاکٹر نجیب جمال کی یہ خوبی ہے کہ وہ مصائب کی بجائے محاسن بیان کرتے ہیں۔ انھوں نے اپنے دیباچے میں یگانہ کے وہ شعر بھی درج کیے ہیں جو یگانہ نے تخیل اور محاکات کے ضمن میں غالب اور آتش کے حوالے سے لکھے ہیں۔ انھوں نے یگانہ کی اس رائے کو جو یگانہ سے تخیل کو حد اعتدال میں رکھنے کے حوالے سے دی ہے بہت وزنی اور قابل توجہ قرار دیتے ہوئے یگانہ کی اس رائے کو نقل کیا ہے!

> ''شاعر پر لازم ہے کہ اس قوت تخیل کی باگیں لیے رہے کیوں کہ جب اس کا غلبہ طبیعت پر زیادہ ہو جاتا ہے تو قوت تمیزہ کے قابو سے جو اس کی روک تھام کرنے والی ہے باہر ہو جاتی ہے اور یہ حالت شاعر کے لیے نہایت خطرناک ہے۔''

(چراغ سخن، (دیباچہ) ص ۱۳)

ڈاکٹر نجیب جمال کے خیال میں یگانہ کی مذکورہ رائے پر عمل پیرا ہو کر شاعری میں بے جا غلو سے بچا جا سکتا ہے، یگانہ نے اپنے موقف کی تائید کے لیے جب ضرورت اقوال اور خصوصاً انگریزی کے شاعروں کے حوالے سے دیے ہیں جسے دیباچہ نگار یگانہ کی انگریزی شناسی قرار دیا ہے۔

شعر و سخن، کی بحث کے بعد یگانہ نے "معذرت" کے عنوان سے جو چند جملے تحریر کیے ہیں، ڈاکٹر نجیب جمال نے ان کو بھی نقل کیا ہے!

"ناظرین جو کچھ میں نے ان سطروں میں لکھا ہے وہ محض دل سوزی اور محبت کی راہ سے لکھا ہے، ورنہ غالب مغفور سے یا ان کے مقلدین سے مجھے کوئی عداوت تو ہے نہیں مگر جب کوئی بات حدِ اعتدال سے بڑھ جاتی ہے تو خواہ مخواہ طبیعت کو تنفر پیدا ہوتا ہے۔"

(چراغ سخن (دیباچہ) ص ۱۳)

مذکورہ رائے کا حوالہ دینے کے بعد مقدمہ نگار نے وہ جو بات بھی بیان کی ہیں جن کی بنا پر یگانہ کو معذرت کرنا پڑی یا غالب کے بارے میں یگانہ نے اپنے بعض ریمارکس "چراغ سخن" کے دوسرے ایڈیشن سے کیوں ختم کر دیے، دیباچہ نگار تفصیل اس اجمال کی کچھ یوں بیان کرتے ہیں!

"یگانہ کے لکھنؤ آنے کے بعد ان کے اور شعرائے لکھنؤ کے درمیان چشمک کا ایسا ناخوشگوار سلسلہ شروع ہوا تھا جس کا اختتام یگانہ کے مرنے پر ہوا۔ لکھنؤ کے لوگ تراش خراش، بول چال میں اور شہروں کی زبان کو اپنے برابر نہیں جانتے تھے، بیرونی ہونے کے ناطے لکھنؤ میں یگانہ کو تحفظِ ذات کا معرکہ درپیش ہوا۔ لکھنؤ کے مشاعروں کی مثالی فضا زوال پذیر تھی ایک طرح کے احساس کمتری کے ساتھ یگانہ لکھنؤ کے مشاعروں میں شریک ہوئے۔۔۔۔ شعرائے لکھنؤ غالب کے رنگِ سخن کی تقلید میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے تھے یگانہ اپنی مٹی خراب ہوتے دیکھ کر ان تمام رسوم و قیود پر معترض ہوئے جنھوں نے لکھنؤ کی غزل کو تقلید کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ چناں چہ یگانہ نے شروع شروع میں محض غالب دشمنی کے پردے میں شعرائے لکھنؤ کی دکھتی رگوں کو چھیڑا، غالب کو نشانہ بنانے سے ان کے حریف چڑتے تے اور یگانہ اس پردے میں شخصیت پرستی کے رویے کی مذمت کرنا چاہتے تھے وہ اصلاً غالب کے مخالف نہیں تھے۔"

(چراغ سخن، (دیباچہ) ص ۱۵۔۱۴)

چراغ سخن، تالیف ہے یا تصنیف اور اس ماخذات کیا ہیں اس بارے میں ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں!

"اردو میں جتنی کتابیں بھی عروض پر لکھی گئی ہیں ان کی بنیاد فارسی کی کتابیں ہیں یگانہ نے بھی "چراغ سخن" کی تالیف میں فارسی کی عروضی تالیفات ہی کو بنیاد بنایا ہے یہاں تک کہ مثالیں بھی فارسی اشعار کی دی ہیں۔ علم عروض کے بارے میں یگانہ نے متقدین کی آرا کو اہمیت دی ہے اور ان کی بہت سی باتوں کو دہرایا بھی ہے انھوں نے خود بھی "چراغ سخن" کو تصنیف کی بجائے تالیف کا نام دیا ہے اور اس کے سرورق پر اپنا نام مولف کے طور پر دیا ہے۔"

(چراغ سخن، (دیباچہ) ص ۱۵)

چراغ سخن، کی عروضی اہمیت کیا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال رقم طراز ہیں!

"چراغ سخن" میں علم عروض کے حوالے سے بہترین حصہ وہی ہے جہاں زحافات کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ عام طور پر عروض کی کتابوں میں کم علمی یا سہل پسندی کی وجہ سے زحافات کی تفصیل سے گریز کیا جاتا ہے جب کہ یگانہ نے عربی اور فارسی کے مخصوص زحافات بھی تحریر کیے ہیں۔"

(ایضاً، ص ۱۸)

ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کی علم قوافی کے حوالے سے بھی بحث کی ہے اور یگانہ کے بتائے ہوئے چھ عیوب قافیہ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ زیر نظر کتاب کے آخر میں یگانہ نے "اہل زبان و زبان دان" کے عنوان سے اپنے خیالات کا جو اظہار کیا ہے اس کا درج ذیل اقتباس ڈاکٹر نجیب جمال نے درج کیا ہے۔!

"جس شخص کو یہ یاد نہ ہو کہ اردو کب سیکھی اور کیوں کر سیکھی جو بغیر صرف و نحو پڑھنے بچپنے سے اردو زبان میں گفتگو کرتا رہا، اظہار خیالات کا فطری ذریعہ جس کے لیے یہی اردو زبان ہو وہ اہل زبان ہے، انسان غور و فکر کرتے وقت جس زبان سے کام لے وہی اس کی مادری زبان ہے اور زبان دان وہ ہے جو اہل زبان ہونے کے علاوہ زبان اردو کی صرف و نحو، ماہیت و ماخذ الفاظ سے بھی واقف ہو، زبان دان کے لیے تحقیق و تدقیق شرط ہے۔"

(ایضاً، ص ۱۹)

ڈاکٹر نجیب جمال نے "چراغ سخن" کا دوسرے ایڈیشن جو ۱۹۲۱ء میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے شائع

ہوا، کے تعارف میں بتایا ہے کہ یگانہ نے ''چراغ سخن'' طبع دوم میں ''اہل زبان اور زبان دان'' کے متن میں بہت سے اضافے بھی کیے جس سے ان کے لہجے کی شدت میں نمایاں طور پر اضافہ دکھائی دیتا ہے محاوروں کے صرف باٹل میں میر انیس، آتش اور اپنے اشعار سے مثالیں دی ہیں اور حروف ملفوظہ اور غیر مکتوبہ کے عنوانات قائم کر کے ان حروف کی اقسام اور ہر قسم کی متعدد اقسام پر اختصار سے روشنی ڈالی ہے نیز طبع دوم میں عروضی مباحث پر تحریر کیے گئے مضامین اور جواب مضامین بھی شامل کر دیے گئے ہیں دیباچہ نگار ''چراغ سخن'' طبع دوم کا ایک اہم پہلو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

''چراغ سخن'' طبع دوم کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں یگانہ نے اپنے ملکیت اور نادر و نایاب کتب کی فروخت کے اشتہار جا بجا شائع کیے ہیں۔''

(ایضاً،ص ۴۶)

مرزا یاس یگانہ علم دوست آدمی تھے انھیں کتابوں سے بہت لگاؤ تھا مگر انھوں نے اپنی قیمتی کتب غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر فروخت کی تھیں، دیباچے کے اختتام پر ڈاکٹر نجیب جمال نے ''چراغ سخن'' طبع دوم کے صفحہ آخر پر یگانہ کے عنوان ''تحفہ'' سے یہ اقتباس درج کیا ہے۔!

''عروض و قوافی پر جہاں تک ہو سکا فن عروض کی کتابوں سے فائدہ اٹھا کر صاف صاف اپنی زبان میں لکھ دیا ہے اور خدا کی ذات سے امید ہے کہ میرے حسر شعار احباب کا نشۂ جہالت ہرن ہو جائے گا، مگر ایسا احمق نہیں ہوں کہ تمام کتاب کو غلطیوں سے پاک صاف سمجھوں، میں ایک مرد جاہل بلکہ اجہل ہوں مجھ سے لغزش ہو جائے عجب نہیں، امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائیں گے۔

والسلام مع الاکرام

راقم: آپ کا خادم زبردست نہ زیردست یاس آتش پرست''

(ایضاً،ص ۴۸)

مقدمہ کے آخر میں ڈاکٹر نجیب جمال نے حواشی مقدمہ درج کیے ہیں اور ''چراغ سخن'' کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ، پیش کر کے حق دیباچہ ادا کر دیا ہے اگر کوئی آدمی ''چراغ سخن'' کا مطالعہ نہ کر پائے اور محض ڈاکٹر نجیب جمال کا دیباچہ بغور پڑھ لے تو وہ ''چراغ سخن'' سے مکمل آشنا ہو جائے گا۔

کتاب سے پہلے

''کتاب سے پہلے'' ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی مختلف کتابوں کے چند منتخب دیباچوں پر مشتمل کتاب ہے جسے ڈاکٹر نجیب جمال نے مرتب کر کے دیباچہ شناسی کے نئے در وا کرنے کی عمدہ کاوش کی ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا مقدمہ ''نایاب ہیں ہم'' کے عنوان سے چالیس صفحات پر محیط ہے جسے مرتب (ڈاکٹر نجیب جمال) نے تحریر کیا ہے، وہ مقدمے کے آغاز میں کتاب کے عنوان کی وجہ تسمیہ یوں بیان کرتے ہیں!

> ''کتاب سے پہلے'' اپنی نوعیت کی ایک منفرد کتاب ہے، منفرد اس لحاظ سے کہ اردو کے مصنفین اپنی کتابوں میں جسے بالعموم دیباچہ، پیش لفظ یا مقدمہ کہتے ہیں، اسے یہاں ''کتاب سے پہلے'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ پیش لفظ یا مقدمے کی تاریخ میں یہ ایجاد میری نہیں بلکہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی ہے انھوں نے اپنی ساری تصانیف میں دیباچے یا پیش لفظ کو ''کتاب سے پہلے'' نام دینے کا یہی جواز ہے۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب سے پہلے، لاہور، اظہار سنز اردو بازار ۱۹۹۳ ص ۷)

ڈاکٹر نجیب جمال نے کتاب کی اشاعت کی غرض و غایت اور عنوان کی وجہ بتانے کے بعد ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے تحقیقی اور تنقیدی مضامین کے متعلق بحث کی ہے وہ ان کے متعلق رقم طراز ہیں!

> ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے اولین تحقیقی و تنقیدی مضامین ''اردو زبان اور رسم الخط'' اور ''کلام غالب میں استفہام'' ماہ نامہ ''نگار'' لکھنؤ ۵۱-۱۹۵۰ء میں شائع ہوئے تھے اور اہل نقد و نظر کی توجہ کا مرکز بن گئے تھے اس وقت سے لے کر آج تک کی ان قلمی کاوشوں پر نگاہ ڈالیں تو ان کی ادبی زندگی چالیس برسوں سے زیادہ پر محیط نظر آتی ہے، ماہنامہ ''نگار'' کی بتیس سالہ ادارت اور ''نگار'' کے خصوصی شماروں کی اشاعت سے قطع نظر ڈاکٹر فرمان کی مطبوعات کی فہرست چالیس سے زائد کتابوں پر مشتمل ہے۔''

(کتاب سے پہلے، (دیباچہ) ص ۷)

یہاں ڈاکٹر نجیب جمال نے اعتراف کیا ہے کہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصانیف چالیس سے زائد ہیں اور ان میں سے بعض کتابیں اتنی ضخیم ہیں جن کے صفحات کی تعداد ایک ہزار کے لگ بھگ ہے یہ میری کوتاہی ہے کہ میں ان تمام کتابوں پر نظر نہ ڈال سکا تاہم جو کتابیں میرے مطالعے میں آئیں ان میں

سے بتیس کتابوں کا انتخاب کر کے ان کے دیباچوں کو یکجا کر دیا، ڈاکٹر نجیب جمال کا ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچوں کو یکجا کر کے کتابی صورت میں شائع کرنا یقیناً قابل قدر کام ہے۔ وہ ان دیباچوں کی اہمیت وافادیت کے بارے میں لکھتے ہیں!

"اقبال نے معجزہ فن کو خون جگر کی نمود قرار دیا تھا میں یہ دعویٰ تو نہیں کروں گا کہ ڈاکٹر فرمان کی تحریریں معجزہ فن کی حیثیت رکھتی ہیں تاہم اتنا ضرور عرض کروں گا کہ انھوں نے یہ کتابیں لکھ کر اپنی تاریخی، تہذیبی، تمدنی، علمی اور ادبی روایات کو محفوظ ضرور کر دیا ہے۔ چناں چہ اس حوالے سے ان کتابوں کے دیباچوں کی ایک مستقل اہمیت ہے۔"

(کتاب سے پہلے، (دیباچہ) ص ۸)

ڈاکٹر نجیب جمال نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے لسانیات کے کام کو بھی حوالہ بنایا ہے اس ضمن میں انھوں نے تدریس اردو، زبان اور اردو زبان، اردو املا اور قواعد، ہندی اردو تنازع جیسے اہم موضوعات کو اپنے دیباچے کا حصہ بناتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ!

"تدریس اردو" جب میری نظر سے گزری تو اسکے مندرجات نے مجھے چونکا دیا، کتاب میں ایک ایسے موضوع پر قلم اٹھایا گیا تھا جس پر یوں تو بہت لکھا گیا تھا مگر اس طرح کہ

یا ہمیں کو نہ ملا نہ اس کی حقیقت کا سراغ
یا سرا پردۂ عالم میں کوئی تھا بھی نہیں

"تدریس اردو" میں نہ صرف یہ کہ موضوع کا احاطہ کیا گیا تھا بلکہ زبان، املا اور رسم الخط جیسی مبادیات کو بھی موضوع بحث بنایا گیا تھا اور ہر موضوع پر ایسی بنیادی اور بھرپور معلومات بہم پہنچائی گئی تھیں کہ تشنگی کا احساس ختم ہوتا ہوا محسوس ہوا، میں نے لکھا تھا "تدریس اردو" آسان ترین پیرائے میں لکھی گئی ایک ایسی دلچسپ تصنیف ہے جو اپنے موضوع کے تمام ① پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے اسے ایک معلم نے اپنے برسوں کے عملی تجربے اور اپنی تخلیقی استعداد کو بروئے کار لا کر تحریر کیا ہے۔"

(کتاب سے پہلے، (دیباچہ) ص ۹)

ڈاکٹر نجیب جمال کی یہ بات اس لیے بھی نظرانداز نہیں کی جاسکتی کہ لسانیات بالخصوص زبان، املا اور رسم الخط کے حوالے سے بہت کم لکھا گیا ہے اور اگر کسی نے لکھا ہے تو ترجمہ شدہ ہے یا مبہم ہے اس کے برعکس ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "تدریس اردو" طلبا کی ذہنی صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سادہ اور سلیس انداز میں لکھی گئی ہے راقم اسطور کر یہ کتاب پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے، ڈاکٹر نجیب جمال کے مطابق ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا ترجیحی موضوع اردو شاعری ہے اردو شعرا کے تذکروں کا مطالعہ جیسا انھوں نے کیا ہے ایسا کم ہی کسی نے کیا ہوگا، ان کی معرکہ آرا تصنیف "اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری" اسی عرق ریزی کا نتیجہ ہے، مطالعے کے اسی تسلسل میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے شاعری کی اصناف کی طرف خصوصی توجہ دی اور یوں اردو رباعی کا فنی ارتقا، نواب مرزا شوق کی مثنویاں، دریائے عشق اور بحرالمحبت کا تقابلی مطالعہ، اردو کی نعتیہ شاعری، اردو کی بہترین مثنویاں اور اردو کی ظریفانہ شاعری جیسی کتب معرض وجود میں آئیں۔ غالب اور اقبال سے جو عشق ڈاکٹر فرمان فتح پوری کو رہا ہے اس کا تقاضا تھا کہ وہ ان تین بڑے شاعروں پر مستقل تصانیف قلم بند کرتے ان کی یہ آتش شوق، غالب شاعر امروز و فردا، میر انیس حیات اور شاعری اور اقبال سب کے لیے، کی صورت میں بھڑکتی دکھائی دیتی ہے۔ شاعری اور شعرا کے بارے میں مضامین الگ ہیں جو ان کے مضامین کے مجموعوں اور رسائل میں ملتے ہیں، فن تاریخ گوئی، کے موضوع پر ان کی کتاب بھی دراصل شاعری سے ان کی دلچسپی کا مظہر ہے۔ دیباچہ نگار نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی شاعری سے دلچسپی اور شاعری پر ان کی تحریر کی گئی کتب کا اجمالی تعارف اپنے دیباچے میں عمدگی سے کرایا ہے، زبان اور قواعد کے متعلق ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تصانیف کو دیباچہ نگار نے ان کی اردو اور پاکستان سے محبت کا لافانی مظہر قرار دیا ہے۔ نیاز فتح پوری سے فرمان فتح پوری کی محبت کا ذکر انھوں نے عقیدت سے کیا ہے۔ "نگار" کے نیاز نمبر کے علاوہ انھوں نے نیاز فتح پوری پر ڈاکٹر فرمان کی لکھی گئی دو کتب نیاز فتح پوری شخصیت اور فن اور نیاز فتح پوری دیدہ و شنیدہ کا بھی حوالہ دیا ہے جو دیباچہ نگار کی ڈاکٹر فرمان فتح پوری سے محبت و عقیدت کا مظہر ہے، انھوں نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے سفرنامے "دیرو بازدید" کا بھی حوالہ دیا ہے نیز "اردو افسانہ اور افسانہ نگار" کو اپنے طرز کی ایک منفرد تالیف قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے ڈاکٹر فرمان کی تحقیقی و تنقیدی مضامین کے پانچ مجموعوں تاویل و تعبیر، نیا اور پرانا ادب، تحقیق و تنقید، ادبیات و شخصیات اور اردو شاعری اور پاکستانی معاشرہ کا ذکر کر کے ان کے مختلف ادبی جرائد میں شامل اشاعت پانچ سو مضامین کا حوالہ دے کر کہا ہے کہ:

"ڈاکٹر فرمان کے تحقیقی وتنقیدی کام کے تنوع اور اس کی اہمیت کے پیش نظر ہم
انھیں با آسانی اردو کے چند بہترین محققوں اور نقادوں کی صف میں شامل
کر سکتے ہیں۔"

(کتاب سے پہلے، ص ۸)

ڈاکٹر نجیب جمال نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے اسلوب کو سادہ اور دل نشیں قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:

"ڈاکٹر فرمان کا قلم ذمہ داری کے تقاضوں سے آشنا ہے، اسی لیے ان کی تحریروں
میں سلیس نگاری کے باوجود کہیں بھی ہلکا پن نہیں ہے، کتاب کے موضوع سے
لے کر متن تک اور افکار سے لے کر اسلوب تک کی تمام منزلیں سادہ بھی ہیں اور
دل نشیں بھی، معنی آفرین بھی اور حیات افروز بھی۔"

(کتاب سے پہلے، ص ۸)

ڈاکٹر نجیب جمال نے تحقیق اور تنقید میں ناگزیر ربط پر زور دیا ہے۔ وہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی اس رائے سے متفق نظر آتے ہیں کہ " تنقیدی شعور سے بے نیاز رہ کر تحقیق اپنی ادبی اہمیت نہیں منوا سکتی۔" دیباچہ نگار نے ڈاکٹر فرمان کے تمام تحقیقی کاموں کے پیچھے ان کی محنت، ریاضت اور کمٹمنٹ کے دخل کو تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی محنت کا اثر ہے کہ وہ معمولی بات کو بھی غیر معمولی بنا دیتے ہیں، وہ حقیقی معنوں میں ایک سخن شناس ہیں اور خون جگر سے رخ برگ گلاب نکھارنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتب کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن میں اردو شاعری کی مختلف اصناف، ہیئتوں اور اسالیب کو تحقیق وتنقید کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کتاب میں اردو شاعری کے حوالے سے نو دیباچے شامل ہیں جن میں اردو شاعری کی مختلف اصناف، ہیتوں اور اسالیب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے، ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "اردو رباعی کا فنی وتاریخی ارتقا" کے حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال نے اپنے دیباچے میں اس کتاب کا مکمل تعارف پیش کیا ہے، اسی طرح ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "اردو کی بہترین مثنویاں" کے متعلق وہ اپنے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

"اردو مثنوی ایک ایسا موضوع ہے جس پر ڈاکٹر فرمان نے بہت عرصہ تک غور کیا
اور مسلسل لکھا ہے۔ انھوں نے اس سلسلے میں اپنے آپ کو کسی خاص عہد یا کسی
خاص مثنوی تک محدود نہیں رکھا بلکہ اردو مثنوی کی مکمل تاریخ اور روایت ان کا

موضوع ہے۔"اردو کی بہترین مثنویاں" کو انھوں نے الگ سے مدون کر کے شایع کیا اس طرح مثنویوں کے تقابلی مطالعے کو بھی اہمیت دی ہے۔"

(کتاب سے پہلے، ص ۲۵)

اردو شاعری کی مختلف ہیئتوں کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے "اردو کی ظریفانہ شاعری" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ دیباچہ نگار نے ظریفانہ شاعری کی مختصر روایت بیان کر کے ظریفانہ شاعری کے بارے میں اٹھنے والے بعض سوالات کا مدلل جواب دیا ہے۔ غالب پر لکھی ہوئی کتاب "غالب شاعر امروز و فردا" کے بارے میں ڈاکٹر نجیب جمال نے اپنے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی غالب کے حوالے سے ذہنی و جذباتی وابستگی کے حوالے سے لکھا ہے:

"کتاب کے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان نے غالب کے ساتھ اپنی ذہنی و جذباتی وابستگی کی اور بھی بہت سی وجوہ بیان کی ہیں جن کی وجہ سے غالب کا فن آج صدرنگ موج کی طرح ہے، غالب پر اب تک ہونے والے تمام تحقیقی و تنقیدی کام پر بھی ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی گہری نظر ہے۔"

(کتاب سے پہلے، ص ۳۱)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب "اقبال سب کے لیے" اقبال شناسی کے حوالے سے بہت اہم ہے اس کتاب میں جن مسائل و مباحث اور محرکات کی حقیقی تصویر پیش کی گئی ہے ان کا اجمالی ذکر ڈاکٹر نجیب جمال اپنے دیباچے میں یوں کرتے ہیں!

"اقبال سب کے لیے" والہانہ عقیدت کا اظہار ہے۔ یہ کتاب اقبال کی پیدائش کے جشن صد سالہ کے موقع پر اس احساس کے ساتھ پیش کی گئی کہ سیکڑوں کتابوں، ہزاروں مقالوں کی موجودگی میں معیار و افادیت کے لحاظ سے بہت کم حصہ ایسا ہے جسے اقبال شناسی کا نام دیا جا سکے۔"

(کتاب سے پہلے، ص ۳۲)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تذکرے اور تاریخ کے حوالے سے لکھی گئی تین کتب (اردو شعرا کے تذکرے اور تذکرہ نگاری، ارمغان گوکل پرشاد، اور فن تاریخ گوئی اور اس کی روایت، کے متعلق دیباچہ نگار نے لکھا ہے کہ یہ تین کتابیں ایسی ہیں جنھیں کئی اعتبار سے اولیت حاصل ہے۔ اول الذکر تحقیقی اعتبار سے

اتنی اعلیٰ پائے کی کتاب ہے کہ اسی پر کراچی یونیورسٹی نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کو ڈی ۔ لٹ ڈگری دی اور پاکستان رائٹرز گلڈ نے داؤد ادبی انعام عطا کیا۔ دوسری کتاب ایک نادرو نایاب تذکرہ جو نایاب تھی اس تذکرے کی تقریباً سو سال کے بعد دریافت اور از سرِ نو ترتیب و تدوین کا سہرا بھی ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے سر ہے۔ تیسری کتاب اردو شاعری کی روایت کے ایک اہم فن کو موضوع بناتی ہے، اپنے دیباچے میں ڈاکٹر نجیب جمال نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے لسانیات سے عشق اور اس موضوع پر ان کی کتب کا مختصر جائزہ پیش کیا ہے اس کے بعد نیاز فتح پوری کے جاری کردہ ادبی مجلّہ ''نگار'' کا ذکر بھی کیا ہے نیز نیاز فتح پوری کی شخصیت و فن کا حوالہ بھی دیا ہے، زیرِ نظر کتاب کے دیباچہ نگار (ڈاکٹر نجیب جمال) کے متعلق محمد عابد رقم طراز ہیں:

> ''ڈاکٹر نجیب جمال کی یہ کتاب ''کتاب سے پہلے'' اپنے منفرد کام اور مقدمے کی باریک بینی کی وجہ سے ایک معتبر حوالے کی حیثیت رکھتی ہے۔ انھوں نے تحقیق و تنقید کے لیے زبان کی اس سطح کو دریافت کیا ہے جو حد درجہ جمالیاتی، رواں اور نہایت مؤثر ہے، تحقیق میں اس پیرائے کو استعمال میں لانا تحقیق و تنقید کے اسلوب کی ایک نئی جہت دریافت کرتا ہے۔''

(محمد عابد، ڈاکٹر نجیب جمال کی ادبی خدمات، مقالہ ایم فل اردو، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان، سیشن ۲۰۱۲۔۲۰۱۰، ص ۱۵۰)

کتاب کے بعد

ڈاکٹر نجیب جمال کی دیباچہ شناسی کے حوالے سے ایک اہم کتاب ''کتاب کے بعد'' کے عنوان سے ہے اس کتاب میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے پندرہ دیباچے شامل ہیں ۔ کتاب کا دیباچہ بعنوان ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور دیباچہ شناسی'' بہت اہمیت کا حامل ہے، جس میں ڈاکٹر نجیب جمال دیباچہ نگاری کے اصول بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''دیباچہ نگار کو مصنف اور کتاب کے بارے میں نہایت اختصار کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مطالب بیان کرنے ہوتے ہیں، خاص طور پر کتاب کے متن اور اس کی پیش کش کے بارے میں ایک رائے قائم کرنی ہوتی ہے اور یہ بھی خیال رکھنا ہوتا ہے کہ لازماً رائے ایسی ہونی چاہیے کہ دیباچہ نگار کی باتیں کتاب باتھوں

میں اٹھانے والے کے اشتیاق میں اضافہ کرے۔"

(کتاب کے بعد، (دیباچہ) ص ۲۶)

ڈاکٹر نجیب جمال کا دیباچہ پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف دیباچہ شناسی کے اصولوں سے واقف ہیں بلکہ وہ اپنے دیباچے میں ان پر عمل بھی کرتے ہیں دیباچے کے آغاز میں انھوں نے اردو میں دیباچہ نگاری کی اولین صورت تقریظ نگاری اور جدید ترین شکل مقدمہ نگاری یا دیباچہ نگاری کو قرار دیا ہے، دیباچہ نگاری کی روایت کو بابائے اردو مولوی عبدالحق کے بعد جن محققین نے اسے آگے بڑھایا اس میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کا نام بہت اہم ہے۔ انھوں نے بے شمار ادبا اور شعرا کی کتب پر دیباچے تحریر کیے ہیں جو سب کے سب مختلف النوع موضوعات پر ہیں۔ سید محمد جعفری کے مجموعہ کلام "شوخیٔ تحریر" کا دیباچہ جو ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے بعنوان: سید محمد جعفری اور ظریفانہ شاعری" تحریر کیا ہے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے اپنے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچے کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

> "ڈاکٹر فرمان نے سید محمد جعفری کی انفرادیت کو نمایاں کرتے ہوئے انھیں اکبر کی توسیع قرار دیا ہے تاہم ان کے خیال میں سید محمد جعفری کی شاعری کا کینوس ان کے ہم عصر مزاح نگار شعرا کے مقابلہ میں زیادہ رنگین اور وسیع ہے "شوخیٔ تحریر" کے دیباچے میں سید محمد جعفری کی زندگی کے حالات، واقعات اور مشاغل کو بھی موضوع بنایا گیا ہے تاکہ ان کے فکر و نظر کی کشادگی اور تخلیقات کی رنگا رنگی کو ان کی ذات کے آئینے میں دیکھا جا سکے۔"

(کتاب کے بعد، ص ۱۳۰)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری ادب کی ہمہ جہت شخصیت تھے۔ تحقیق، تنقید اور شاعری لسانیات کے ساتھ ساتھ ان کا قلم ناول نگاری اور افسانہ نگاری میں بھی خوب چلتا تھا، ڈاکٹر نجیب جمال نے اپنے دیباچے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دو دیباچوں "امراؤ جان ادا" اور "پل صراط" کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ڈاکٹر فرمان نے اپنے تفصیلی مقدمے میں ناول کا ہر پہلو سے جائزہ لیا ہے اور خاص طور پر ان زاویوں کو سامنے لائے ہیں جو ابھی تک نظروں سے پوشیدہ تھے یا جن پر ابھی تک تفصیل سے بحث نہیں ہو سکی تھی۔ ماہتاب محبوب کے افسانوں کے مجموعے "پل صراط" دیباچہ بھی اپنے نفس مضمون کے

اعتبار سے ماہتاب محبوب کی کہانیوں اور ان کے اسلوب کے معیار کو سامنے لاتا ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچوں کا باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے، اپنے مقدمے میں ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ ڈاکٹر فرمان کے دیباچے کا کوئی بھی اہم پہلو نظر انداز نہ ہو، ان دیباچوں پر ڈاکٹر نجیب جمال کے مقدمے اسلوب بہت دلکش اور موثر ہے، دیباچہ نگار کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے دیباچے کو بامعنی بنانے کے لیے اپنے متعلقہ موضوع کی تفہیم کے در وا کرے اس حوالے سے ڈاکٹر نجیب جمال بڑے صاحب بصیرت ہیں۔ مظفر عباس کے سفرنامے پر بات کرنے سے پہلے وہ دور حاضر میں اس صنف ادب کے ساتھ ہونے والی سستی شہرت کے متعلق رقم طراز ہیں:

> "سفرنامے کی صنف اب اردو میں اجنبی نہیں رہی بلکہ آج کل تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سفرنامہ لکھنے کے لیے سفر کرنے سے زیادہ ایک عمر و الٰمس کی ضرورت ہوتی ہے، بازار میں جس طرف جائیں ایسے ہی سفرناموں کی بھیڑ ہے بعض سفرنامہ نگار تو ایسے بھی ہیں جنھوں نے سفرنامے لکھ کر آمدنی کے ریکارڈ قائم کر دیے ہیں اور جب وہ کے۔ ٹو کی چوٹی پر پرواز کرتے ہوئے اپنے کسی سفرنامے کی تقریب رونمائی منعقد کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ ادب کی کم از کم ایک صنف تو ایسی ہے (اگر چہ کچھ لوگوں کو اسے ادب تسلیم کرنے میں تعرض ہے) جو ادیب اور پبلشر دونوں کو آسمانوں پر اڑا رہی ہے۔"

(کتاب سے بعد، ص ۲۳۔۲۲)

ڈاکٹر نجیب جمال کے دیباچے پڑھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دیباچہ نگاری کے اوصاف سے بخوبی آشنا ہیں۔ انھوں نے متعدد شعری مجموعوں کے دیباچے تحریر کیے ہیں جو ان کی شاعری سے دلچسپی اور لگن کا مظہر ہیں۔ ان کے نزدیک ہائیکو کی صنف اردو شاعری میں ایک خوش گوار اضافہ ہے، اختر شمار کے ہائیکو کے مجموعے "روشنی کے پھول" پر ان کا دیباچہ نہ صرف ہائیکو کی اہمیت کو واضح کرتا ہے بلکہ اختر شمار کی ہائیکو کے تجربات کو وضاحت سے بیان کرتا ہے، وہ اختر شمار کے ہائیکو کے بنیادی استعارہ آنکھ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> "آنکھ، اختر شمار کی ہائیکو کا مرکزی استعارہ ہے، جس کے ذریعے اس نے مسلسل انتظار کی کیفیت کا بیان رخ بدل بدل کر کیا ہے، آنکھ کا تاروں سے بھیگنا، اپنی آنکھوں کو رات ہوتے ہی آسمان پر بونا، ریت میں گاڑ آنا، آنکھوں کی تعبیریں

خوابوں میں ہارنا۔۔۔ تکنے والی آنکھوں کا گھر میں چھوڑ آنا، یہ سب ایسی باتیں ہیں جن سے اس کا وجود ہلکی ہلکی آنچ میں جلتا رہتا ہے، ہجر کی یہ آگ اسے مسلسل تڑپاتی اور مضطرب رکھتی ہے۔"

(روشنی کے پھول (دیباچہ) ہائیکو کا مجموعہ از اختر شمار، ملتان، کاروان ادب، جون ۱۹۸۵ء ص ۳)

نسیم شاہد کے شعری مجموعہ "آئینوں کے شہر میں سنگ باری" پران کا لکھا ہوا دیباچہ آغاز ہی میں فرانس ریلولائی کے الفاظ سے قاری کی توجہ اپنی طرف مبذول کرا دیتا ہے، وہ الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

"میں ایک ایسا خط نہیں چاہتی جس سے تمھاری علمیت یا عقلیت ظاہر ہو، میں تو ان بولوں کے سننے کی مشتاق ہوں جو بے ساختہ تمھارے دل سے نکلے ہوں۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، آئینوں کے شہر میں سنگ باری، مشمولہ، وجدان، بہاول پور، شمارہ اگست ۱۹۸۳ء ص ۱۱۳)

"آنکھیں غزل ہیں آپ کی" ملتان کے نمائندہ شاعروں کی غزلوں کا انتخاب ہے جس پر ڈاکٹر نجیب جمال کا لکھا ہوا دیباچہ انتخاب کی غرض وغایت اور ملتان کی شعری فضا پر روشنی ڈالتا نظر آتا ہے۔ وہ دیباچے میں رقمطراز ہیں:

"اس انتخاب کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں ملتان کے تمام غزل گو شعرا کی منتخب غزلیں موجود ہیں۔ یہ وہ شعرا ہیں جو ادبی مرکز اور جدید ذرائع ابلاغ سے دور ہونے کی وجہ سے مناسب پذیرائی سے محروم ہیں مگر ان کے سچے کھرے شاعر ہونے میں کوئی دورائے نہیں ہو سکتی۔"

(آنکھیں غزل ہیں آپ کی، ملتان، احساس پبلشرز ۱۹۹۵ء ص ۷)

صحافت کے موضوع پر خالد محمود عالی کی دو کتب ۱۔ پاکستان کے صحافتی قوانین ۲۔ اصطلاح سازی کی ضرورت اور اطلاعتی ونشریاتی اصطلاحات پر ڈاکٹر نجیب جمال کے دیباچے ان کی صحافت شناسی پر دال ہیں۔ صحافت عصر حاضر کی عکاسی کرتی ہے اس حوالے سے حقیقی اور سچی صحافت اپنے دور کی تاریخ کہلا سکتی ہے۔ اعلیٰ اور معیاری صحافت کا مقصد ظلم، ناانصافی اور استحصال کا خاتمہ اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کو فروغ دینا ہے، دیباچہ نگار جہاں ایک نقاد ہیں وہاں ایک محقق بھی ہیں اس لیے وہ دیباچے میں اس کتاب کے ایک تشنہ پہلو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میری رائے میں اور بہتر ہوتا اگر مصنف صحافتی اور نشریاتی اصطلاحات پر قلم

اٹھانے سے پہلے کچھ اور موضوعات پر اجمالاً روشنی ڈالتے جیسے اصطلاح کیا ہے!
تصورات، ایجادات اور اختراعات لفظی و معنوی کے سلسلے میں وضع اصطلاحات
کی کیا اہمیت ہے۔"

(مقالہ محمود (اردو میں اصطلاح سازی کی ضرورت (مقدمہ) بہاول پور، عالی پبلی کیشنز: ۱۹۹۵ء ص ۱)

یہ دیباچہ جہاں کتاب اور صاحب کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے وہاں اس موضوع پر مزید کام کی تحریک بھی پیدا کرتا ہے۔ دیباچے میں کتاب کے مندرجات کا عمدگی سے تعارف کرایا گیا ہے اور کچھ ایسی اصطلاحات کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو قاری کے لیے دلچسپی کا باعث ہیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال حمد و نعت سے بھی لگاؤ رکھتے ہیں، جس کا ثبوت ان کے وہ دیباچے ہیں جو انھوں نے حمدیہ اور نعتیہ شعری مجموعوں میں رقم کیے ہیں۔ "تو خالق ہے تو مالک ہے" میلسی میں مقیم قومی سیرت ایوارڈ یافتہ شاعر خورشید بیگ میلسوی کا حمدیہ مجموعہ کلام ہے جس کے دیباچے میں ڈاکٹر نجیب جمال تحریر کرتے ہیں:

"حمد کا سب سے خاص موضوع رب ذوالجلال کی بڑائی، بزرگی اور عظمت کا
بیان ہے، خورشید بیگ اپنی تمام تر عجز بیانی اور منکسر المزاجی کے باوجود اس
میدان میں سرخرو دکھائی دیتا ہے، وہ توحید کی اہمیت اور ضرورت سے آشنا ہے،
اسے لفظ 'کن' کی معجزنمائی کا اندازہ ہے، وہ خالق و مالک اور قادر مطلق کے معنی
جانتا ہے، اسے تصرفاتِ خلاق ازل کا بھی پتا ہے، وہ اسمائے ربانی کے ساتھ
جڑی ہوئی کریمی و رحیمی و مغفوری سے بھی واقف ہے اور وہ خود بھی چشم بینا سے
جلوہ صد ہزار کا نظارہ کر سکتا ہے، اس کا ہر بُن مو صدائے لاالٰہ اور صدائے کن فیکون
سن سکتا ہے، وہ خلاق کی تمام صفات سے بہرہ ور ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے ذہن
و دل کے دریچے کھلے ہوئے ہیں اور اس کے لفظوں کی رسائی بے اندازہ ہے۔"

(خورشید بیگ میلسوی، تو خالق ہے تو مالک ہے، لاہور، حلقہ اہل قلم، ۲۰۱۰ء ص ۲۵)

دیباچہ نگار نعت نگاری سے بھی قلبی لگاؤ رکھتے ہیں:

"ساغر چینوٹی کی نعت گوئی" کے عنوان سے ان کے شعری مجموعے "ردائے عشق محمدؐ" پر ڈاکٹر نجیب جمال کا دیباچہ نعت گوئی کے موضوع سے ان کی محبت و عقیدت کا مظہر ہے۔ وہ نعت گوئی کو بظاہر آسان مگر مشکل فن سمجھتے ہیں وہ شاعر کے دل کو محبت، احترام اور عقیدت کے جذبے سے لبریز ہوتا نعت

کی شرط اوّل سمجھتے ہیں، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ مقام رسالت کی شان بیان کرنا کوئی معمولی ذمہ داری نہیں۔ وہ مذکورہ کتاب کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

"مقام رسالت کی شان بیان کرنا ایک ایسی ذمہ داری ہے جس کے لیے تخلیقی عمل، شعری ریاضت، لسانی لطافت اور بیان کی قدرت کے ساتھ ساتھ اسوۂ حسنہ کی باریکیوں نزاکتوں اور لطافتوں کا احساس ہونا بھی ضروری ہے۔"

(ساغر چینوٹی کی نعت گوئی (دیباچہ) مجموعہ "ردائے عشق محمدؐ" مشمولہ ماہ نو، لاہور جلد نمبر ۵۴ ستمبر تا اکتوبر ۲۰۰۱ء ص ۱۲)

ڈاکٹر نجیب جمال نے سفرناموں پر بھی دیباچے لکھے ہیں۔ نعیمہ راؤ کی کتاب "سفر جذب شوق" پر تحریر کیا ہوا ان کا دیباچہ اس سفرنامے کے اسلوب بیان اور روداد سفر حج و عمرہ کی سعادت کی کیفیت کو بیان کرتا ہے، جہاں ان (ڈاکٹر نجیب جمال) کی شخصیت میں ہمہ گیری و ہمہ جہتی ہے وہاں اردو ادب میں نئے نئے موضوعات و اصناف پر دیباچے لکھتے رہتے ہیں۔ انھوں نے بعض کتب پر تبصرے بھی لکھے ہیں، جن کا مقصد کتاب اور مصنف کو قارئین سے متعارف کرانا ہوتا ہے، تبصرہ ہو یا دیباچہ نقاد کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس فن پارے کو غیر جانبداری کے ساتھ پرکھے اور اپنی رائے کو متوازن رکھے، ہمیں یہ وصف ڈاکٹر نجیب جمال کے دیباچوں میں دکھائی دیتا ہے۔ ان کے دیباچوں کا ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ وہ بعض نوعیت کی معلومات بھی فراہم کرتے ہیں نظرانداز گوشوں کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، محاسن و مصائب کو اجاگر کرتے ہیں یوں ان کے دیباچے کتاب اور قاری کے درمیان داخلی ہم آہنگی کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔

آخر میں کچھ اور کتابوں کی فہرست ذیل میں دی جا رہی ہے جن کے دیباچے ڈاکٹر نجیب جمال نے لکھے اور تفہیم و تجزیے کے در وا کیے۔

۱۔ "یہی دن ہیں محبت کے" (شاعری، طارق اسد، احساس پبلشرز، ملتان، ۱۹۹۵ء
۲۔ محمد طفیل کی خاکہ نگاری (محو قلم کا بیاں) فوزیہ ارشد، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۹۷ء
۳۔ آئینوں کے شہر میں پہلا پتھر (شاعری) نسیم شاہد، جاوید اکیڈمی چہلیک، ملتان، ۱۹۹۵ء
۴۔ "مترادفات غالب" مقصود حسینی، قصور ۱۹۹۷ء
۵۔ "اک اور منظر" (شاعری)، ممتاز اطہر، سنوریز اکادمی، ملتان ۲۰۰۳ء
۶۔ "معاملہ" (شاعری)، غلام حسین ساجد، ۲۰۰۵ء

باب چہارم

ڈاکٹر نجیب جمال کے غیر مدوّن مضامین کا تنقیدی جائزہ

مضمون، انشائیہ اور مقالہ نثر کی ابتدائی صورتیں ہیں۔ انشائیہ بے حد لطیف اور شخصی و داخلی ہوتا ہے جب کہ مضمون نثر کی وہ صنف ہے جس میں کسی خاص موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہو۔ مضمون نگاری کا مقصد کسی حقیقت، خیال یا نقطۂ نظر کو قاری تک پہنچانا ہے زبان و بیان کی دلکشی اور اسلوب کی ندرت بھی اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اردو میں مضمون نگاری کے بانی سر سید احمد خاں ہیں مضمون کی کئی قسمیں ہیں مثلاً ادبی، تنقیدی، مذہبی، سائنسی، صحافتی، سیاسی، سماجی اور فلسفیانہ مضامین وغیرہ۔ ڈاکٹر نجیب جمال کے مضامین علمی، ادبی، تنقیدی اور تحقیقی نوعیت کے ہیں۔ ان مضامین میں زیادہ تر دادِ شاعری کے موضوع سے متعلق ہے۔ شاعری سے انھیں خاص لگاؤ ہے جس کا اظہار انھوں نے اپنے مضامین کی پہلی کتاب "نگاہ" میں یوں کیا ہے:

> "اگر میں یہ کہوں کہ شاعری سے مجھے عشق ہے تو شاید یہ میرے احساسات کی کم تر ترجمانی ہوگی۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر "نگاہ" ملتان بیکن بکس، ۱۹۹۲ء ص ۷)

ڈاکٹر نجیب جمال کے غیر مدون مضامین کی تعداد بے شمار ہے، ان کے مضامین اپنے وقت کے اہم اور معتبر ادبی رسائل و اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ ان مضامین کے مطالعے سے ہر سطح کا قاری اپنے علمی، فکری اور جمالیاتی ذوق کی تکمیل کرتا ہے، وہ تنقید کے تمام دبستانوں کا شعور رکھتے ہیں، ان کا ہر مضمون معنی آفریں اور پُر مغز ہے۔ ان مضامین میں اس قدر تخلیقی وفور موجود ہے کہ ان کی تنقید کا اسلوب بھی تخلیقی ہو گیا ہے۔ ذیل میں ڈاکٹر نجیب جمال کے غیر مدون مضامین کا تنقیدی اور تخلیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

ڈاکٹر نجیب جمال شاعری کے اسلوب اور اس کی رمزوں سے بخوبی آشنا ہیں جس کا عملی اظہار وہ

مختلف شعرا کی شاعری سے متعلق اپنے مضامین میں کرتے رہتے ہیں وہ اپنے ایک مضمون میں شاعری اور شاعروں کے متعلق رقم طراز ہیں:

"میرے نزدیک شاعری کی وہ تعریف زیادہ اہم ہے جو ورڈز ورتھ نے کی ہے کہ "شاعری ذہنی افراتفری پر غلبہ پانے کا ایک ممکن ذریعہ ہے" اس طرح شاعری انسانی تہذیب کے شیرازے کو درہم برہم ہونے سے بچالیتی ہے اور مکمل تباہی کو روک لیتی ہے۔ یہ عمل شاعری کبھی اجتماعی سطح پر اور کبھی انفرادی سطح پر انجام دیتی ہے۔ شاعر کے اندر محبت، شفقت، ہمدردی، مروت، خوف، غم، غصہ، عزت اور اسی طرح کے دوسرے جذبات ہوتے ہیں جو عام لوگوں کے جذبوں سے زیادہ سیمابی، زیادہ پیچیدہ، زیادہ پر معنی، زیادہ پر لطف اور زیادہ رنگین (کبھی کبھی سنگین) ہوتے ہیں۔"

(طارق اسد، یہی دن ہیں محبت کے، (دیباچہ) ملتان، احساس پبلشرز، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۵)

ڈاکٹر نجیب جمال کے نزدیک احساسات و جذبات کی بھی اپنی الگ زبان ہوتی ہے وہ حسیت اور رومانیت کے متعلق نسیم شاہد کے شعری مجموعے میں لکھتے ہیں:

"سکوتِ شب کی اپنی ایک زبان ہوتی ہے جسے کسی لفظ کسی کنایہ اور کسی صوت و صدا کی ضرورت نہیں ہوتی جو بے ساختہ اور براہِ راست اپنا اظہار کرتی ہے اور جو نا سنائی دینے کے باوجود جانا پہچانا حسی تجربہ ہوتی ہے یہی حسی تجربہ جب شاعرانہ خلوص سے ہم آہنگ ہوتا ہے تو فطرت اور زندگی کی گنجوں سے معمور لطیف رومانیت میں ڈھل جاتا ہے، ذہنی اور تجریدی تصورات جیتی جاگتی شکل میں محسوسات اور کیفیات کی تتلیوں کی طرح ہاتھوں کی گرفت میں آجاتے ہیں۔"

(آئینوں کے شہر میں سنگ باری، مشمولہ "وجدان" بہاول پور شمارہ نمبر ا، اگست ۱۹۸۳، ص ۱۳)

مذکورہ اقتباس کی خواندگی سے مترشح ہوتا ہے کہ جیسے قاری کوئی نثری نظم پڑھ رہا ہو اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر نجیب جمال کا اسلوب خشک اور دقیق نہیں بلکہ شاعرانہ اور پر لطف ہے، ان کے مضامین کو پڑھتے ہوئے قاری اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا بلکہ اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ بس پڑھتا ہی چلا جائے اور تحریر ختم نہ ہو۔ ڈاکٹر نجیب جمال کے نزدیک ٹی ایس ایلیٹ کی ہم نوائی میں روایت کا شعور اور

انفرادی تجربہ جب یکجا ہوتو تغزل کی متنوع کیفیات جنم لیتی ہیں اوران تمام کیفیات کو کسی فن پارے سے سمیٹ کر قاری کے سامنے دھنک کی صورت میں پیش کر دینا یہ ہر نقاد کا کام نہیں، یہ انداز ہمیں ڈاکٹر نجیب جمال کے مضامین اور تنقید نگاری میں نظر آتا ہے وہ شاعری کے اسرار و رموز کے ساتھ ساتھ تنقید اور نقاد کے منصب سے بھی بخوبی آشنا ہیں، وہ جانتے ہیں کہ نقاد پر لازم ہے کہ وہ ادبیات کی ان تمام صورتوں پر غور کرے جن سے زندگی کی تشریح کی جاتی ہے، اس کے لیے وہ مشرق و مغرب کے تنقیدی اصولوں اور تخلیقی معائر کا مطالعہ کرے وہ راقم السطور کی تنقیدی مضامین پر مشتمل کتاب (آئینہ خیال) کے بارے میں لکھتے ہیں:

''شفیق الرحمٰن الہ آبادی تنقید کے میدان میں نووارد ہیں اور ابھی انھیں اس دشت کی سیاحی میں ہفت خواں طے کرنا ہے اس کے لیے انھیں مشرق و مغرب کے تنقیدی اصولوں اور تخلیقی معائر کا مطالعہ کرنا ہے، میتھیو آرنلڈ نے یہ کہہ کر نقاد پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد کر دی تھی کہ وہ بہترین تخلیق کے لیے سازگار ماحول پیدا کرے، اس پہلو سے نقاد کے لیے روایت سے لے کر جدیدیت تک کے مراحل سے آشنائی ضروری ہے تاہم اس سے بھی بڑھ کر دنیا کی معروف زبانوں کے عظیم ادب کا ادراک وہ جوہر ہے جو تقابلی مطالعے سے مزید چمکتا ہے۔''

(شفیق الرحمٰن الہ آبادی، آئینہ خیال، ملیسی، مرزا پبلشرز، ۲۰۰۸، ص ۸)

ڈاکٹر نجیب جمال پختہ گو شاعروں کی تحسین اور نو آموز لکھاریوں کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کرتے ہیں اوران پر تنقیدی مضامین لکھ کر ان کے درخشاں مستقبل کی پیش گوئی بھی کرتے ہیں، جیسا کہ نواز کاوش کے متعلق لکھتے ہیں:

''اپنے پہلے مجموعہ شعر کی اشاعت کے بعد یقیناً اس کے اعتماد میں اضافہ ہوگا اور وہ نئی نئی زمینیں اختراع کر سکے گا۔۔۔ فی الوقت یہی کیا کم ہے کہ وہ آہستگی سے مگر بتدریج اپنی پہچان کروا رہا ہے، اس کا یہ اولین شعری مجموعہ ''در جمود پر موج گل کی دستک'' کی طرح ہے مجھے یقین ہے اس کی پذیرائی ہوگی۔''

(نواز کاوش کی غزل۔۔۔در جمود پر موج گل کی دستک'' مشمولہ، اثر پیر، بہاول پور)

ڈاکٹر نجیب جمال کے تمام مضامین نہ صرف ان کی الفت کا ثبوت ہیں کیوں کہ وہ اردو زبان کی اہمیت سے واقف ہیں وہ اس امر پر افسوس کرتے ہیں کہ اردو زبان کی اہمیت کو ہمیشہ فراموش کیا جاتا رہا ہے۔ ایک سوال کہ سابق چیف جسٹس (جواد ایس خواجی کے حکم کے باوجود اردو کو سرکاری علمی اور دفتری زبان کا درجہ کیوں نہیں مل رہا)، کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ:

"مجھے تو خود اردو زبان کا مقدمہ لڑتے ہوئے عمر گزر گئی ہے، میں تو اردو کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں کے فروغ کا بھی مدعی ہوں، دراصل ہماری علاقائی زبانوں کے فروغ میں اردو کی طاقت ہے کہ اردو اب گنگا جمنی تہذیب کی نمائندہ کے طور پر نہیں بلکہ گلوبلائزیشن کے اصولوں کے مطابق دنیا کی دوسری بڑی چھوٹی زبانوں سے اپنے روابط کے تحت زندہ رہے گی۔ اردو زبان کے اندر بے پناہ قوت نمو موجود ہے، سرکاری سرپرستی کے بغیر بھی اس نے نہ صرف اپنے آپ کو زندہ رکھا بلکہ بین الاقوامی زبان کا درجہ پایا ہے، جن دنوں ڈاکٹر انوار احمد مقتدرہ قومی زبان کے چیئرمین تھے ایک مذاکرے اس وقت کے چیئرمین فیڈرل پبلک سروس کمیشن رانا بھگوان داس سے ہم نے سوال پوچھا تھا کہ پڑوسی ملک کی طرح آخر ہمارے یہاں کب تک اپنی قومی اور علاقائی زبانوں میں سول سروس کیا امتحان ہوں گے تو انھوں نے بڑی بے چارگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ دسیوں مرتبہ اس جانب حکومت وقت کی توجہ دلا چکے ہیں، خطوط لکھ چکے ہیں مگر کبھی حوصلہ افزا جواب نہیں ملا، تو عملاً کچھ ایسی ہی صورت حال ہے اور ہم تھکنے والے نہیں ہیں، آغاز تو ہو چکا ہے مجھے امید ہے کہ اب یہ کشتی کنارے لگ ہی جائے گی، کس کس بات کا رونا روئیے حکومت کا، مقتدر حلقوں کا، سرکاری اداروں (ترقی اُردو کے لیے بنائے گئے) کا، تعلیمی اداروں کی دو عملی کا یا خود ہم سبھوں کے اپنے منافقانہ رویوں کا۔"

(ڈاکٹر نجیب جمال کا ایک انٹرویو، مشمولہ پیلوں ملتان، شمارہ نمبر ۲۲، مئی تا اگست ۲۰۱۸ء ص ۶۲)

یاس یگانہ ڈاکٹر نجیب جمال کا خاص میدان ہے۔ انھوں نے سب سے زیادہ مضامین یاس یگانہ کی شخصیت وفن کے حوالے سے تحریر کی ہیں جو ملک کے موقر ادبی رسائل دریافت، بازیافت، الماس،

معیار، فنون، قومی زبان وغیرہ میں شائع ہوتے رہے بقول ان کے غالب اور یگانہ اپنے مضامین، تجربات اور خاص طور پر اپنے ڈکشن میں بالکل مختلف شاعر تھے، غالب کی عظمت کا اعتراف ہو چکا ہے یگانہ کا باقی ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ یگانہ کے غیر حتزلانہ مزاج کے باوجود انھوں نے غیر عشقیہ موضوعات میں تغزل آمیز زبان اور چاؤ سے بھر پور لہجے اور آہنگ کا جو اہتمام کیا ہے وہ ان کی انفرادیت ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال یگانہ کے غیر متوازن انداز کے متعلق اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> "یگانہ کی غیر متوازن انداز تحریر سے قطع نظر انھوں نے مختلف شعرا کے بارے میں جو رائے دی ہے اور خاص طور پر ان کی شاعری کے مستقبل میں امکانات کے بارے میں جو نتائج مرتب کیے ہیں ان میں سے بیشتر کے ساتھ اتفاق کیا جا سکتا ہے تاہم ان کے غیر متوازن انداز نے خود ان کی تنقیدی صلاحیت کو نقصان پہنچایا حالاں کہ ان میں تنقید کی فطری صلاحتیں موجود تھیں مگر وہ سب کی سب بے جا معرکہ آرائیوں کی نذر ہو گئیں، حالات نے ان کے ہاتھ سے قلم چھین کر تیغ تھما دی تھی۔"

(یگانہ کے معرکے (قسط سوم) مشمولہ "صحیفہ" لاہور شمارہ نمبر ۱۳۵ جنوری تا مارچ ۱۹۹۳ء ص ۴۳)

ڈاکٹر نجیب جمال پاکستان میں وہ پہلے نقاد ہیں جنھوں نے یگانہ پر مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی، اس لیے ان کو یگانہ شناس کہنا بے جا نہ ہوگا، یگانہ پر لکھے گئے ان کے مضامین اور مقالے مستند اور اہمیت کے حامل ہیں بالعموم یگانہ کو غالب کا دشمن اور غالب شکن تصور کیا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر نجیب جمال کے بقول یگانہ غالب کی بجائے غالب کی ہونے والی تقلید کے مخالف تھے۔

ڈاکٹر نجیب جمال نے جہاں شاعری کی مختلف اصناف کے حوالے سے مضامین تحریر کیے ہیں وہاں افسانہ نگاری کو بھی نظر انداز نہیں کیا، افسانہ نگاری کے میدان میں بھی وہ روایت کے ساتھ ساتھ جدید افسانہ نگاروں کے فن سے آشنا ہیں۔ ان کے خیال میں افسانہ بھی نظم کی طرح پورے آدمی کا تقاضا کرتا ہے شاعرانہ تجربے کی طرح افسانوی تجربہ بھی اپنے اندر تکمیل وحدت کا حامل ہوتا ہے، وہ سائرہ ہاشمی کے افسانوں کا جائزہ لیتے ہوئے ان کے افسانوں کے موضوع کے متعلق رقم طراز ہیں:

> "سائرہ ہاشمی کے افسانوں کا موضوع وہ عورت ہے جسے کائنات کا حسن کہا گیا ہے، منٹو نے اس عورت کا چونکا دینے والا روپ دکھایا تھا لیکن سائرہ ہاشمی نے

جدید زمانے کی عورت کی جذباتی زندگی کا نقشہ اتارا ہے اگرچہ یہ تصویر کا ایک رخ ہے لیکن اس رخ کی عکاسی کا سائرہ نے حق ادا کر دیا ہے۔"

(سائرہ ہاشمی کی افسانہ نگاری، مشمولہ سیپ، کراچی شمارہ نمبر ۴۵، ۱۹۸۴ء ص ۱۹۳)

ڈاکٹر سلیم اختر کے افسانوی مجموعے "چالیس منٹ کی عورت" پر لکھا ہوا ان کا مضمون نہ صرف افسانہ نگار کی شخصیت کے مختلف پہلو سامنے لاتا ہے بلکہ ان کے فنِ افسانہ نگاری پر ایک مبسوط مضمون ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں:

"سلیم اختر کی انفرادیت یہ ہے کہ اس نے بے رحم حقیقت نگار یا طناز افسانہ نگار بننے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنی تخلیقی استعداد اور توانائی کو بروئے کار لا کر اپنا ایک الگ اسلوب تراشا۔ اس اسلوب میں کہیں شعریت، کہیں نغمگیت اور کہیں تصویریت پیدا کر کے اس کے ہر منظر کو قابلِ محسوس بنا دیا ہے۔"

(ڈاکٹر سلیم اختر کی افسانہ نگاری، مشمولہ ماہِ نو، لاہور شمارہ نمبر ۱۰، اکتوبر ۱۹۹۵ء ص ۸۸)

ڈاکٹر نجیب جمال نے کچھ عرصہ بہاول پور اسلامیہ یونیورسٹی میں درس و تدریس کی خدمات سرانجام دیں اس دوران انھوں نے نہ صرف انتظامی و تدریسی امور نبھائے بلکہ سرزمین بہاول پور کے شعرا، ادبا اور وہاں سے شائع ہونے والے علمی و ادبی جرائد کے حوالے سے بھی مضامین تحریر کیے۔ انھوں نے اپنے ایک مضمون "ریاست بہاول پور میں ادبی اظہار کے قرینے" میں ریاست بہاول پور کی اہمیت پر یوں روشنی ڈالی ہے:

"ریاست بہاول پور اپنے دامن میں علم و ادب اور تاریخ و ثقافت کے ایسے دل پذیر و دل نشیں و رنگین گل بوٹے رکھتی ہے کہ اس کی ناگزیر حیثیت سے صرفِ نظر کرنا ناممکن نہیں رہتا۔"

(ریاست بہاول پور میں ادبی اظہار کے قرینے، مشمولہ معیار، شمارہ نمبر ۸، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، جولائی دسمبر ۲۰۱۲ء ص ۱۹)

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال کا شمار ڈاکٹر نجیب جمال کے پسندیدہ شعرا میں ہوتا ہے جس کا ثبوت ان کی کتاب "اقبال ہمارا" ہے وہ اپنے ایک مضمون "اقبال کی غزل" ایک جائزہ، میں لکھتے ہیں:

"اقبال کی غزل تہذیبی اور تمدنی مضمرات کی حامل ہے۔ انھیں اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ مسلمانوں کی زندگی اجتماعی طور پر جمود کا شکار ہے، وہ

بے حرکت ہو چکے ہیں، ان کے باطن میں کوئی غلغلہ نہیں اقبال کی اپنی ذات مسلم
تہذیب کی داخلی کروٹ تھی اس اعتبار سے دنیا کی سیاست پر انھوں نے دوررس
نظر ڈالی ان کی شاعری بالخصوص ان کی غزل انھی خصوصیات کی حامل ہے۔"

(اقبال کی غزل۔ ایک جائزہ "مشمولہ" غالب" کراچی شمارہ نمبر ۱۱۔۱۰،۱۹۷۷ ص ۲۶)

ڈاکٹر نجیب جمال نے زندگی کا ایک حصہ جامعہ زکریا ملتان میں درس وتدریس کے فرض کی ادا میں بسر کیا اس دوران انھوں نے ملتان کے نمائندہ شعرا پر اپنے مخصوص انداز میں مضامین اور تبصرے تحریر کیے ملتان کے ان نمائندہ شاعروں میں ایک اہم نام ڈاکٹر اسلم انصاری کا بھی ہے، ڈاکٹر نجیب جمال نے ان کے اولین شعری مجموعہ "خواب و آگہی" پر مضمون لکھا، جس میں ڈاکٹر اسلم انصاری کی شاعری کے بہت سے در قاری پر وا کیے۔ ایک اقتباس ملاحظہ فرمایئے:

"اسلم انصاری کی شاعری کا ایک سرا جدید شعری رویوں کے ساتھ ملا ہوا ہے تو
دوسرا سرا غزل کی زندہ روایت کے ساتھ جڑا ہوا ہے، اس کی غزل میں میر کی غزل
کا لوچ، مصحفی کی گہری داخلیت، مومن کا تغزل، غالب کا تخیل، فراق کے فکرو احساس
کو جمالیاتی آہنگ میں پیش کرنے کا انداز اور ناصر کی غزل میں اظہار پانے والا
سفر اور ہجرت کا استعارو نئی معنی آفرینی اور منفرد لہجے میں پایا جاتا ہے۔"

(خواب و آگہی پر ایک نظر، مشمولہ، سائبان، شمارہ نمبر ۳، جنوری ۱۹۸۳، ملتان ص ۳۹)

ڈاکٹر نجیب جمال کی مذکورہ رائے اس لحاظ سے بہت جامع اور وقیع ہے کہ انھوں نے اسلم انصاری کے ساتھ ساتھ میر، مصحفی، مومن، غالب، فراق اور ناصر کاظمی کی غزلوں کی خصوصیات کو بھی واضح کر دیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مضمون نگار کا شاعری اور شاعروں کے حوالے سے مطالعہ بہت وسیع ہے اور وہ کسی بھی شاعر کا تقابلی جائزہ لینے پر قادر ہیں۔ ان کے شاعری اور اس کی اہمیت پر لکھے گئے مضامین اس بات کا مظہر ہیں کہ ڈاکٹر نجیب جمال اردو شاعری کے سچے عاشق اور پارکھ ہیں۔ وہ اپنے ایک مضمون "ساتواں در اور شاعری" میں فن اور فنون لطیفہ کی تعریف کرنے کے بعد تمام فنون لطیفہ میں شاعری کی فوقیت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"شاعری کو عملاً تمام فنون لطیفہ کی قائم مقام ہونے کا شرف حاصل ہے یعنی
شاعری فنون لطیفہ کے تمام اہداف کو تنہا بروئے کار لاسکتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ

شاعری کا وسیلہ اظہار لفظ ہیں جو بیک وقت تصویر کے رنگوں، لکیروں، موسیقی
کے سُروں کے اتار چڑھاؤ، پتھر میں چھپے مجسمے کے نقوش، اداکاری کے تیور اور
رقص کے پیچ و خم کو مصور کر سکتے ہیں۔"

(ساتواں در اور شاعری، مشمولہ نوائے وقت (ادبی ایڈیشن) راولپنڈی، اسلام آباد، ۲۰ مارچ ۱۹۹۹ء)

ڈاکٹر نجیب جمال نے نہ صرف کلاسیکی شعرا پر مضامین قلم بند کیے ہیں بلکہ عصر حاضر کے جدید شعرا پر بھی لکھا ہے۔ "میں خیال ہوں کسی اور کا مجھے سوچتا کوئی اور ہے" جیسی مشہور زمانہ غزل کے خالق سلیم کوثر کے شعری مجموعے "محبت ایک شجر ہے" پر لکھا ہوا ان کا مضمون سلیم کوثر کی شاعری کی بہت سی پرتوں کو کھولتا ہے۔ اس کی شاعری کی مختلف جہات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر نجیب جمال لکھتے ہیں:

"سلیم کوثر محبت کا شاعر ہے وہ اپنے مجموعہ شعر میں دل کی تمام گرہوں اور پیچ در پیچ
سلسلوں کے بھید کھولتا ہے۔ محبت جہاں اس کے نزدیک ایک چھتنار درخت
ہے وہاں بارش کی پہلی پھوار بھی ہے اور چھاؤں بھی، دریاؤں کی روانی بھی ہے
اور ہنگامہ فرصت بھی ہے اور بھرے شہر کی حکومت بھی، صحراؤں کی وسعت بھی
ہے اور خرابوں کی وحشت بھی، عالم غربت بھی ہے اور پھر ملنے کی حسرت بھی۔"

(محبت کا شاعر، سلیم کوثر، سفینۂ ادب، ملتان ۱۹۹۵ء ص ۱۷۳)

ڈاکٹر نجیب جمال نے قرۃ العین حیدر کے ناولٹ (اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو) پر ایک تحقیقی مضمون لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر صرف شاعری پر نہیں بلکہ ادب کی تمام اصناف پر ہے۔ انھوں نے داستان، ناول، ناولٹ اور افسانہ سبھی اصناف پر جامع مضامین لکھے ہیں اپنے مضمون میں وہ قرۃ العین حیدر کی کہانیوں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"قرۃ العین حیدر کی کہانیاں ہمیں دم بخود ہی نہیں کرتیں بلکہ کہتے ہی سوئے
ہوئے درد جگا دیتی ہیں۔ خصوصاً "اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو" کا قصہ تو کتنی ہی گم
شدہ چوٹوں اور ان کے درد کی ٹیسوں کو پھر سے تازہ کر دیتا ہے۔"

(اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو" مشمولہ" جرنل آف ریسرچ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان شمارہ نمبر ۱۵، ۲۰۰۹ء ص ۳)

ڈاکٹر نجیب جمال کی مضمون نگاری میں موضوعات کا تنوع اور اسلوب کی انفرادیت و دلکشی سامنے آتی ہے ان کے مضامین پڑھتے ہوئے قاری اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا بلکہ دلچسپی اور ذوق و شوق سے

پڑھتا چلا جاتا ہے، کہیں کہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قاری نثر نہیں نظم پڑھ رہا ہے اسلوب کی یہ چاشنی ڈاکٹر نجیب جمال کے مضامین میں جگہ جگہ نظر آتی ہے وہ فلسفیانہ موضوعات کو بھی ادبی چاشنی میں بدل دیتے ہیں جیسا کہ ایک مضمون بعنوان ! شاہ ولی اللہ کے عمرانی افکار زوال سلطنت اور اردو شاعری" میں انھوں نے شاہ ولی اللہ کے خیالات اور اردو شاعری کے افکار میں اشتراک خیال وفکر کی صورتوں کو تلاش کیا ہے۔ تاریخ ایسے خشک موضوع کو شعر وادب کے لبادے میں پیش کر کے قاری کو اکتانے نہیں دیا یہی ان کا کمال ہے جوان کو ہم عصر مضمون نگاروں اور ناقدین سے ممتاز بناتا ہے۔

ذیل میں ڈاکٹر نجیب جمال کے ۱۶۸ مطبوعہ تحقیقی وتنقیدی مضامین کی ایک فہرست دی جارہی ہے ان کے کچھ مضامین غیر مطبوعہ بھی ہیں جوان کی زیر ترتیب مضامین کی کلیات "میٹھے گھاٹ کا پانی" میں شامل ہوں گے۔ انھیں اس فہرست میں شامل نہیں کیا گیا۔

فہرست تحقیقی وتنقیدی مضامین

۱۔ "اقبال کی غزل": غالب' کراچی (اقبال نمبر) شمارہ ۱۱-۱۰، ۱۹۷۷ء

۲۔ "ولی کی شعری زبان"، ملتان یونیورسٹی میگزین، ۸-۱۹۷۷ء

۳۔ "سائرہ ہاشمی کی افسانہ نگاری": سیپ' کراچی، شمارہ ۴۵، ۱۹۸۲ء

۴۔ "عرش صدیقی کی افسانہ نگاری": نگار پاکستان' کراچی، شمارہ ۸-۷، جولائی اگست ۱۹۸۲ء

۵۔ "خواب وآگہی پر ایک نظر": سائبان' ملتان، شمارہ ۳، جنوری ۱۹۸۳ء

۶۔ "تحریک علی گڑھ اور سرسید": اعجاز' کراچی، شمارہ ۲، اگست ۱۹۸۳ء

۷۔ "آئینوں کے شہر میں"، (نسیم شاہد کے شعری مجموعے پر مضمون) وجدان، بہاول پور شمارہ ۱، اگست ۱۹۸۳ء

۸۔ "پریم چند، ایک تخلیقی ماڈل": سائبان' ملتان، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۸۴ء

۹۔ "روشنی کی رفتار۔ نیاز فتح پوری": نگار پاکستان' کراچی، شمارہ ۸، اگست ۱۹۸۴ء

۱۰۔ "روشنی کے پھول" (اختر شمار کے ہائیکو مجموعے کا دیباچہ)' کاروان ادب' ملتان، جون ۱۹۸۵ء

۱۱۔ "مجید امجد اور میں": فکر نو' ملتان، شمارہ ۱، ۸۷-۱۹۸۶ء

۱۲۔ "جدید شعری رویے کا شاعر، مصدق اقبال": فکر نو' ملتان، شمارہ ۲، ۸۷-۱۹۸۶ء

۱۳۔ "فارسی غزل کا ارتقا"، جرنل آف ریسرچ (ہیومینٹیز)، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان، شمارہ ۶-۵، ۸۹، ۱۹۸۸ء

۱۴۔ ''راشد کی نظم''، صریر' کراچی، شمارہ۲، (سالنامہ) جون،۱۹۹۰ء

۱۵۔ ''شاہ ولی اللہ کے عمرانی افکار''، زوال سلطنت اور اردو شاعری'، ماہ نو' لاہور، اگست۱۹۹۰ء

۱۶۔ ''یگانہ کے مقطعے''، اوراق' لاہور، شمارہ نمبر۱۲، دسمبر۱۹۹۰ء

۱۷۔ ''یگانہ کے لسانی مضامین''، فنون' لاہور، شمارہ۳۲، اپریل، مئی جون۱۹۹۰ء

۱۸۔ ''خواب و آگہی کا شاعر۔ اسلام انصاری''، فنون' لاہور، شمارہ۳۳، جولائی، اگست ستمبر۱۹۹۱ء

۱۹۔ ''آزاد کا تنقیدی شعور''، قومی زبان' کراچی، شمارہ۱۰، اگست۱۹۹۱ء

۲۰۔ ''تدریس اردو''، قومی زبان' کراچی، شمارہ۱۲، اکتوبر۱۹۹۱ء

۲۱۔ ''شاعری، تنقیدی حیات''، زلال'، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی میگزین۹۱۔۱۹۹۰ء

۲۲۔ ''یگانہ کا قیام لاہور''، صحیفہ' لاہور، مجلس ترقی ادب لاہور، شمارہ نمبر۱۳۱، جنوری۔ مارچ۱۹۹۲ء

۲۳۔ ''یگانہ کے معرکے(۱)''، صحیفہ' لاہور، مجلس ترقی ادب، لاہور، شمارہ۱۳۳، جولائی۔ ستمبر۱۹۹۲ء

۲۴۔ ''یگانہ کے معرکے(۲)''، صحیفہ' لاہور، مجلس ترقی ادب، لاہور، شمارہ۱۳۴، اکتوبر۔ دسمبر۱۹۹۲ء

۲۵۔ ''یگانہ کے معرکے(۳)''، صحیفہ' لاہور، مجلس ترقی ادب، لاہور، شمارہ۱۳۵، جنوری۔ مارچ۱۹۹۳ء

۲۶۔ ''یگانہ کا غیر مدون کلام''، نقوش' لاہور (سالنامہ) شمارہ۱۴۰، ۱۹۹۲ء

۲۷۔ ''یگانہ، غالب اور غالب شکن''، نگار پاکستان' کراچی، شمارہ۴، اپریل۱۹۹۴ء

۲۸۔ ''حالی کی تنقید۔ ایک مطالعہ''، جنرل آف ریسرچ' (ہیومینٹیز) بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، ملتان، شمارہ۹، ۱۹۹۴ء

۲۹۔ 'ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی تنقید''، نگاہ' (راقم کے تحقیقی و تنقیدی مضامین پر مبنی کتاب) بیکن بکس ملتان، ۱۹۹۴ء

۳۰۔ ''مومن خان مومن اور نیاز فتح پوری''، نگار پاکستان' کراچی، شمارہ۱۱، نومبر۱۹۹۴ء

۳۱۔ ''مسائل زبان اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری''، فرمان فتح پوری، حیات اور خدمات (۲)' مرتبہ امراؤ طارق، فتح پور ایجو کیشنل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۹۴ء

۳۲۔ ''شہر ملتان میں باب سخن'' (دیباچہ)، آنکھیں غزل ہیں آپ کی' (شعرائے ملتان کی غزلوں کا انتخاب) مرتبہ گل نوخیز اختر، احساس پبلشرز، ملتان، ۱۹۹۵ء

۳۳۔ ''طارق اسد، نوحہ گر بھی نغمہ سرا بھی'' (دیباچہ)، طارق اسد کا مجموعہ کلام' یہی دن ہیں محبت کے'، احساس پبلشرز، ملتان، ۱۹۹۵ء

۳۴۔ ''سلیم کوثر، محبت کا شاعر''، سفینۂ ادب' ملتان، ۱۹۹۵ء

۳۵۔ ''ڈاکٹر سلیم اختر کی افسانہ نگاری''، ماہِ نو' لاہور، اکتوبر، ۱۹۹۵ء

۳۶۔ ''مرتضےٰ بیگ برلاس کا سرمایۂ فن''، ماہِ نو' لاہور، دسمبر ۱۹۹۵ء

۳۷۔ ''اردو صحافت اور سودائے عشق'' (دیباچہ)، پاکستان کے صحافتی قوانین' مئولف خالد محمد عالی۔ عالی پبلی کیشنز، بہاول پور ۱۹۹۵ء

۳۸۔ ''اردو میں اصطلاح سازی کی ضرورت'' (دیباچہ)، اطلاعاتی و نشریاتی اصلاحات' مئولف خالد محمود عالی، عالی پبلی کیشنز، بہاول پور، ۱۹۹۵ء

۳۹۔ ''نواز کاوش کی غزل۔ در جمود پر موجِ گل کی دستک''، الزبیر' بہاول پور، شمارہ ۲، ۱۹۹۶ء

۴۰۔ ''تحقیق و تنقید۔ منظر نامہ''، فنون' لاہور، شمارہ ۳۶، جنوری۔ اپریل، ۱۹۹۶ء

۴۱۔ ''چراغِ سخن کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ''، نقوش' لاہور، شمارہ ۱۴۳، (سالنامہ) ۱۹۹۵ء

۴۲۔ ''نایاب ہیں ہم'' (دیباچہ) کتاب سے پہلے (ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دیباچے، مرتبہ ڈاکٹر نجیب جمال، اظہار سنز، لاہور، ۱۹۹۴

۴۳۔ ''ظہور نظر۔ ایک مطالعہ''، فنون' لاہور، جون۔ دسمبر۔ ۱۹۹۷ء

۴۴۔ ''مومن کی غزل''، قومی زبان' کراچی، ستمبر ۱۹۹۷ء

۴۵۔ ''یگانہ کی رباعی''، قومی زبان' کراچی، اکتوبر ۱۹۹۷ء

۴۶۔ ''نقوش احمد پوری۔ شاعر خاک نشیں''، الزبیر' بہاول پور، شمارہ ۱، ۱۹۹۷ء

۴۷۔ ''کشور ناہید کا شعری آہنگ اور سیاسی واقعیت''، اہلِ قلم' ملتان، جنوری ۱۹۹۷ء

۴۸۔ ''ظہور نظر کی غزل''، الزبیر' بہاول پور، دسمبر ۱۹۹۶ء

۴۹۔ ''مسجدِ قرطبہ۔ اقبال کی ایک فلانی نظم''، الزبیر' بہاول پور، شمارہ ۱۰، مارچ ۱۹۹۷ء

۵۰۔ ''اقبال کی ابتدائی اردو شاعری' بانگ درا' کے دیباچے کی روشنی میں''، جرنل آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومنٹیز، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور' ۲۰۰۵ء

۵۱۔ ''ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی دیباچہ شناسی''، ڈاکٹر فرمان فتح پور احوال آثار، مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی میں شامل۔ الوقار پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۵ء

۵۲۔ ''محمد طفیل کی خاکہ نگاری'' (دیباچہ)، ہجوِ قلم کا بیان' مصنفہ: فوزیہ ارشد، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۹۷ء

۵۳۔ ''شفیق آصف کا رنگِ تغزل''؛ اوراق لاہور (خاص نمبر) ۱۹۹۷ء

۵۴۔ ''ممتاز اطہر کی شعری جمالیات''؛ ادب دوست لاہور، اگست ۱۹۹۷ء

۵۵۔ ''زمزمہ محبت کا شاعر۔ سلیم کوثر''؛ سطور ملتان، شمارہ ۱۰، ۱۹۹۷ء

۵۶۔ ''نئی شاعری، پرانی شاعری۔ ظفر اقبال کے جواب میں''؛ ادبی افق لاہور، ۱۹۹۷ء

۵۷۔ ''رنگِ ملال کی شاعرہ۔ نوشی گیلانی''؛ ادب دوست لاہور، ۱۹۹۷ء

۵۸۔ ''غالب کی اشعری اور فن کے عناصر ترکیبی''؛ ماہ و سالِ عندلیب (راقم کی کتاب میں شامل) سطور پبلی کیشنز، ملتان ۱۹۹۷ء

۵۹۔ ''غالب کی انفرادیت''؛ شام و سحر لاہور، دسمبر ۱۹۹۷ء

۶۰۔ ''غالب کی تخیلی فکر''؛ ماہِ نو لاہور، فروری ۱۹۹۷ء

۶۱۔ ''غالب کی حقیقت پسندی''؛ ماہ و سالِ عندلیب (راقم کی کتاب میں شامل) سطور پبلی کیشنز، ملتان، ۱۹۹۷ء

۶۲۔ ''غالب کا تصورِ حسن و عشق''؛ ماہ و سالِ عندلیب (راقم کی کتاب میں شامل) سطور پبلی کیشنز، ملتان ۱۹۹۷ء

۶۳۔ ''غالب عہد آفریں''؛ ماہ و سالِ عندلیب (راقم کی کتاب میں شامل) سطور پبلی کیشنز، ملتان ۱۹۹۷ء

۶۴۔ ''سفرنامہ نگاری اور ذوقِ دشت نوردی''؛ الزبیر بہاول پور (سفرنامہ نمبر) ۱۹۹۷ء

۶۵۔ ''عالمی ادب کے اردو تراجم''؛ آہنگ لاہور، نومبر ۱۹۹۷ء

۶۶۔ ''آنس معین کی غزل''؛ ادبی افق لاہور، مارچ ۱۹۹۷ء

۶۷۔ ''قاسم جلال کی دکانِ فن'' (قاسم جلال نمبر)، بہاول پور، ۱۹۹۸ء

۶۸۔ ''اردو زبان اور ابلاغِ عام۔ روایت، اہمیت اور تقاضے''؛ اخبارِ اردو اسلام آباد، اگست ۱۹۹۸ء

۶۹۔ ''اقبالیات اور مصر''؛ اخبارِ اردو اسلام آباد، فروری ۱۹۹۹ء

۷۰۔ ''فن کا موثر ترین اظہار۔ شاعری''؛ ادبی صفحہ نوائے وقت اسلام آباد، ۲ مارچ ۱۹۹۹ء

۷۱۔ ''محمد اقبال المصلح، الفیلسوف، الشاعر الاسلامی الکبیر'' (دیباچہ) مئولف ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ، دار الثقافہ، القاہرہ، ۱۹۹۱ء

۷۲۔ ''مصر اور اردو سفرنامے''؛ اخبارِ اردو اسلام آباد، دسمبر ۱۹۹۹ء

۷۳۔ ''اردو نعت گوئی کے امام، احمد رضا خان بریلوی''؛ مولانا الامام احمد رضا خان، مئولف ڈاکٹر حازم محمد احمد

محفوظ، دار الاتحاد، قاہرہ ۱۹۹۹ء

۷۴۔ ''بے سمت ہوائیں۔ ایک تجزیہ''، انٹریپر بہاول پور (طارق محمود نمبر) شمارہ ۲۰، ۱۹۹۹ء

۷۵۔ ''اقبال شاعر الاسلام'' (دیباچہ) مئولف ڈاکٹر سید حازم محفوظ، دار الثقافہ، قاہرہ) ۱۹۹۹ء

۷۶۔ ''جناح، ایک قلم۔ تحفظات وتوقعات''، روزنامہ نوائے وقت، اسلام آباد ۱۰ مارچ۔ ۱۲ مارچ، ۱۹۹۹ء

۷۷۔ ''شباب دہلوی۔ غم کی جمالیات کا شاعر''، 'شش جہات' میں شامل، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۹ء

۷۸۔ ''نورالزماں احمد اوج کی غزل۔ تصورات جمیل کی صوتی تشکیل''، 'شش جہات' میں شامل، اردو اکیڈمی بہاول پور، ۱۹۹۹ء

۷۹۔ ''سہیل اختر۔ متوازن رومانیت کا شاعر''، 'شش جہات' میں شامل، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۹۹ء

۸۰۔ ''آتش کی غزل''، 'پنج آہنگ' میں شامل، سطور پبلی کیشنز، ملتان، ۱۹۹۷ء

۸۱۔ ''یگانہ کی غزل''، 'پنج آہنگ' میں شامل، سطور پبلی کیشنز، ملتان، ۱۹۹۷ء

۸۲۔ ''ع۔س۔ مسلم کی نظمیں۔ زندگی کی طرف ایک قدم''، 'ع۔س۔ مسلم شخصیت اور فن' مرتبہ ڈاکٹر طاہر تونسوی، مقبول اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۹ء

۸۳۔ ''تحریک آزادی اور اردو شاعری''، 'مجلّہ گورنمنٹ ایس ای کالج' بہاول پور، ۱۹۹۷ء

۸۴۔ ''اردو کے مختلف نام''، 'مجلّہ اردو سوسائٹی، کلیۃ الدراسات الانسانیہ، جامعہ ازہر، القاہرہ، ۲۰۰۰ء

۸۵۔ ''اقبال اور ازہر''، دیباچہ کتاب 'اقبال والازہر' مئولفین ڈاکٹر حازم محمد محفوظ، ② سحاق، القاہرہ، ۲۰۰۱ء

۸۶۔ ''مترادفات غالب۔ ایک بھرپور تحقیقی کاوش'' (دیباچہ) کتاب 'اردو شعری فکری و لسانی رویے' مقصود حسنی، قصور، ۱۹۹۷ء

۸۷۔ ''اردو ڈراما کا ارتقا اور سعادت حسن منٹو کی ڈراما نگاری''، 'ماہِ نو' لاہور

۸۸۔ ''جدید عربی نظموں کے منظوم اردو تراجم''، 'مجلس الاعلیٰ للثقافۃ' مصر بمقام الاوبرا پڑھا گیا۔ (کتاب 'ندوۃ الخلیل' میں شامل) ۲۰۰۲ء

۸۹۔ ''فیض احمد فیض کی شاعری نئے عالمی تہذیبی نظام کی تمہید''، 'انگارے' ملتان، جون ۲۰۰۳ء

۹۰۔ ''پروین شاکر کی شاعری کی اساس''، 'اردویات' اردو سوسائٹی کلیۃ البنات، جامعہ الازہر قاہرہ، ۲۰۰۱ء

۹۱۔ ''جدید اردو شاعری اور عصر حاضر کی عورت''، 'ادب عالیہ' انٹرنیشنل جلد ۳، شمارہ ۳۹، جولائی اگست ستمبر ۲۰۰۳ء

۹۲۔ ''اردو کی قدیم شاعری پر لوک روایت کے اثرات''، کتاب 'ندوۃ التخیل' مطبوعہ اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۲۰۰۴ء

۹۳۔ ''نظیر اکبر آبادی کی اردو شاعری میں انسانی رواداری'' کتاب، کتاب 'ندوۃ التخیل' مطبوعہ اردو اکیڈمی، بہاول پور ۲۰۰۴ء

۹۴۔ ''اقبال کا نظریہ تعلیم''، راقم کی کتاب 'اقبال ہمارا' میں شامل، بیکن بکس، ملتان، ۲۰۱۱ء

۹۵۔ ''محمود درویش کی نظموں کے اردو تراجم''، 'ماہ نو' لاہور، اپریل ۲۰۰۳ء

۹۶۔ ''فیض احمد فیض کی شاعری میں عربی الفاظ و اصطلاحات''، راقم کی، کتاب 'ندوۃ التخیل'، اردو اکیڈمی بہاول پور، ۲۰۰۴ء

۹۷۔ ''پاکستانی ثقافت کی تعمیر و تشکیل میں قومی زبان کا کردار''، 'نگار پاکستان'، کراچی، جنوری ۲۰۰۳ء

۹۸۔ ''صحرا چمکتا ہے۔ ایک تجزیہ''، 'الزبیر' بہاول پور، جلد ۴۴، شمارہ ۲، ۲۰۰۳ء

۹۹۔ ''اقبال کا تصورِ عشق''، راقم کی کتاب 'اقبال ہمارا' بیکن بکس، ملتان ۲۰۱۱ء

۱۰۰۔ ''کمپیوٹر کی ترقی کے دور میں اردو کا مستقبل''، 'نگار پاکستان' کراچی، مارچ ۲۰۰۳ء

۱۰۱۔ ''آل احمد کی غزل''، 'سائبان انٹرنیشنل' بہاول پور، ۲۰۰۳ء

۱۰۲۔ ''ایک منظر اور کی شاعری''، 'سائبان انٹرنیشنل' بہاول پور، ۲۰۰۳ء

۱۰۳۔ ''عزیزہ مصر ایک کامیاب ناول''، 'ماہ نو' لاہور، مارچ ۲۰۰۴ء

۱۰۴۔ ''اردو زبان اور قومی ترقی''، 'نگار پاکستان' کراچی، مارچ ۲۰۰۴ء

۱۰۵۔ ''فراق کی شاعری کی حسیاتی اور جمالیاتی فضا''، 'ارتقا' کراچی (فراق نمبر) جنوری ۲۰۰۴ء

۱۰۶۔ ''معاملہ کی غزلیں'' (دیباچہ)، غلام حسین ساجد کے شعری مجموعے 'معاملہ' میں شامل۔ ادب لطیف لاہور (مکرر اشاعت) نومبر ۲۰۰۶ء

۱۰۷۔ ''ترقی پسند تحریک، نظریے کی فعالیت اور سماجی شعور کی اہمیت کا حوالہ''، 'ارتقا' کراچی (سجاد ظہیر، ترقی پسند ادب نمبر) ۲۰۰۶ء

۱۰۸۔ ''حفیظ جالندھری'' (دیباچہ)، کتاب 'حفیظ جالندھری کی خدمات' مصنف پروفیسر عزیز قریشی، چولستان فورم، بہاول پور، ۲۰۰۵ء

۱۰۹۔ پیش لفظ ''تم بھی خواب دیکھو گے''، محمود احمد، ۲۰۰۵ء

۱۱۰۔ ''علامہ محمد فضل حق خیر آبادی''،'الزبیر' بہاول پور، جلد ۴۷، شمارہ ۳، ۲۰۰۶ء

۱۱۱۔ ''ساغر چینوٹی کی نعت گوئی''(دیباچہ) مجموعہ شعر 'ردائے عشق محمد' ۲۰۰۶ء

۱۱۲۔ ''اردو شاعری اور ساتواں در''،'ماہ نو' لاہور، فروری ۲۰۰۷ء

۱۱۳۔ ''ارتقا کا ترقی پسند ادب اور سجاد ظہیر نمبر''،'ارتقا' کراچی، مارچ ۲۰۰۷ء

۱۱۴۔ ''اردو میں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی ادبی جہتیں''،'دریافت' شمارہ ۶، ریسرچ جرنل نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، ۲۰۰۷ء

۱۱۵۔ ''پیش نظر، کی شاعری''،صفدر سلیم سیال کے شعری مجموعے پیش نظر کا تجزیہ، 'تحقیق' لاہور، شمارہ ۱۰، جلد ۳۸، اکتوبر ۲۰۰۷ء

۱۱۶۔ ''اقبال کی شاعری، کمال فن کی مثال''، راقم کی کتاب 'اقبال ہمارا' مطبوعہ بیکن بکس ملتان ۲۰۱۱ء

۱۱۷۔ ''قومی تشخص میں زبان وادب اور ثقافت کا کردار''،'قومی زبان' کراچی، شمارہ ۵، جلد ۸۰، ۲۰۰۸ء

۱۱۸۔ ''یگانہ آرٹ''،'دریافت' نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، جنوری ۲۰۰۹ء

۱۱۹۔ ''اردو شاعری کا جدید لب ولہجہ اور یگانہ کے اثرات''،'آئندہ' کراچی، شمارہ ۵۳۔۵۴، جنوری تا جون ۲۰۰۹ء

۱۲۰۔ ''یگانہ کی زبان''،'بازیافت' اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۲۰۰۹ء

۱۲۱۔ ''پنجاب کی شاعری میں انسان دوستی''،'بازیافت' اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۲۰۰۹ء

۱۲۲۔ ''اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجیو، ایک مطالعہ''، جرنل آف ریسرچ' بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان ۲۰۰۹ء

۱۲۳۔ ''عباس رضوی کی تنقید''(دیباچہ) کتاب 'نقد امروز' کراچی، ۲۰۰۹ء

۱۲۴۔ ''بہاول پور کا ادب''(دیباچہ) ڈاکٹر نواز کی کتاب 'بہاول پور کا ادب'، چولستان علمی وادبی فورم بہاول پور، ۲۰۱۰ء

۱۲۵۔ ''شگفتہ الطاف کا شعری اظہار''(دیباچہ) شعری مجموعہ 'ساحلوں کی آواز'، الحمد پبلشرز، لاہور ۲۰۱۰ء

۱۲۶۔ ''متاع کاروان اقبال اور اس کی اہمیت''(دیباچہ) کتاب 'متاع کاروان اقبال' اویس بک سنٹر، اردو بازار، لاہور، ۲۰۰۹ء

۱۲۷۔ '' ⑨راؤ کا سفر جذب وشوق''(دیباچہ) کتاب 'سفر جذب وشوق' چولستان علمی وادبی فورم، بہاول پور، جنوری ۲۰۱۰ء

۱۲۸۔ ''خورشید بیگ میلسوی کی حمد نگاری''(دیباچہ)، حمدیہ مجموعہ کلام 'تو خالق ہے تو مالک ہے' مرزا کلینک، میلسی، ۲۰۱۰ء

۱۲۹۔ ''یگانہ کا قیام پاکستان''؛ 'الماس' شمارہ ۱۱، ریسرچ جرنل شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور، سندھ، مارچ ۲۰۰۹ء

۱۳۰۔ ''یگانہ کے آخری ایام''؛ 'معیار' تحقیقی مجلہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جلد ۲ شمارہ ۴، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۰ء

۱۳۱۔ ''قومی شعور، اردو شاعری اور اقبال''، دستاویز بین الاقوامی کانفرنس 'ادب اور قومی شعور' منعقدہ ۱۴، ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸، مرتبین: ڈاکٹر یوسف خشک، ڈاکٹر صوفیہ خشک، شاہ عبداللطیف بھٹائی یونیورسٹی، خیر پور، سندھ، ۲۰۱۰ء

۱۳۲۔ ''یگانہ، جرات گفتار اور ہمت کردار کی مثال''؛ 'تحقیق' سندھ یونیورسٹی، جام شورو، جلد ۱۷، شمارہ ۲، جولائی۔دسمبر ۲۰۰۹ء

۱۳۳۔ ''اقبال۔ جمال الدین افغانی اور اتحاد عالم سالامی'' بالاشتراک خالد اقبال یاسر؛ 'دریافت'، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد، شمارہ نمبر ۱۰، ۲۰۱۰ء

۱۳۴۔ ''آزاد کی تنقید۔ایک جائزہ''؛ 'معیار' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۱ء

۱۳۵۔ ''گوہر ملسیانی کی غزل'' (دیباچہ) گوہر ملسیانی کا شعری مجموعہ 'آفتاب آگہی کا سلسلہ'؛ قومی زبان' کراچی، اکتوبر ۲۰۱۱ء

۱۳۶۔ ''واجد علی کی روک ٹوک'' (دیباچہ)، واجد علی کے کالموں کا مجموعہ 'روک ٹوک'، بہاول پور ۲۰۱۱ء

۱۳۷۔ ''ریاست بہاول پور میں ادبی اظہار کی جملہ صورتیں''؛ تحقیقی مجلہ 'علوم اسلامیہ' خاص شمارہ، جلد ۱۵، شمارہ ۱، اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور، ۲۰۱۱ء

۱۳۸۔ ''اٹھارویں صدی عیسوی کی اردو شاعری میں سماجی و تہذیبی زوال کا منظر اور تصوف کا میلان'' بالاشتراک ذی شان تبسم، جرنل آف ریسرچ، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، جون ۲۰۱۱ء

۱۳۹۔ ''اٹھارویں صدی عیسوی کی اردو شاعری یا متوازی تاریخ''؛ 'تحقیق' سندھ یونیورسٹی، جام شورو، جلد ۱۸، شمارہ ۲، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۰ء

۱۴۰۔ '''معمولات زیست کا شاعر'' (دیباچہ)، ڈاکٹر جاوید اقبال کا شعری مجموعہ 'مگر ممکن ہے'، چولستان علمی وادبی فورم ۲۰۱۲ء

۱۴۱۔ ''عشق ستم کا نشانہ، معتوب زمانہ، یگانہ''؛ 'الماس' ریسرچ جرنل، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیر پور، سندھ ۲۰۱۱ء

۱۴۲۔ ''اردو زبان کی ہم رشتگی سرائیکی زبان کے ساتھ''، بین الاقوامی کانفرنس 'اردو اور عصر حاضر' زیر اہتمام ایکسپریس نیوز چینل، کراچی، سنچری پبلی کیشنز، کراچی ۲۰۱۲ء

۱۴۳۔ ''زہرا نگاہ کی شاعری، نسائی اظہار کی جہتیں''، بالاشتراک بشیر احمد، جرنل آف ریسرچ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی شمارہ ۲۱۔ جون ۲۰۱۲''

۱۴۴۔ ''میراجی اور مغالطے''، ریسرچ جرنل 'بنیاد'، لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنس، لاہور، ۲۰۱۲ء

۱۴۵۔ ''ریاض احمد کا شعری تجربہ''، 'الزبیر' بہاول پور، شمارہ ۳، ۴، ۲۰۱۳ء

۱۴۶۔ ''آزاد انصاری، مقلد حالی'' بالاشتراک واصف اقبال، جرنل آف ریسرچ، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، شمارہ ۲۳، جون ۲۰۱۳ء

۱۴۷۔ ''میر کی شاعری کے انسانی حوالے''، 'دستاویز' بین الاقوامی کانفرنس منعقدہ شاہ عبداللطیف یونیورسٹی، خیر پور ۲۰۱۴ء

۱۴۸۔ ''ممتاز حسین: مارکسزم سے روحانیت تک'' جرنل آف ریسرچ، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، بالاشتراک محمد شفیع الدین، دسمبر ۲۰۱۳ء

۱۴۹۔ ''جدید اردو غزل، وجودیت کے تناظر میں'' بالاشتراک قاضی عطاء الرحمٰن، جرنل آف ریسرچ، بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی، شمارہ ۲۵، جون ۲۰۱۴ء

۱۵۰۔ ''اردو میں اختصاریہ نویسی کی روایت'' بالاشتراک زاہد شاہین 'مجلہ تحقیق' کلیہ علوم شرقیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور، جنوری۔ مارچ ۲۰۱۳ء

۱۵۱۔ ''اردو کی نئی شعری جمالیات''، 'لوح' (سہ ماہی) راولپنڈی، ۲۰۱۹ء

۱۵۲۔ ''مجید امجد کی فطرت پسندی''، 'انگارے' ملتان، ۲۰۱۵ء

۱۵۳۔ ''تجریدیت اور اردو ناول'' بالاشتراک مظہر حسین، جرنل آف ریسرچ، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، جون ۲۰۱۰ء

۱۵۴۔ ''آواز کی لہر پر چلا میں، صابر ظفر کا ایک اور تخلیقی حوالہ''، 'پیلھوں' ملتان، اپریل تا اگست ۲۰۱۹ء

۱۵۵۔ ''آرزوؤں اور حسرتوں کی داستان'' (دیباچہ) آپ بیتی مرزا غالب، خالد ندیم نشریات، ، لاہور ۲۰۱۹ء

۱۵۶۔ ''اختر شمار کا فن'' (دیباچہ) اختر شماریاں (اختر شمار کی کلیات)، رنگ ادبی پبلی کیشنز، کراچی ۲۰۱۹ء

۱۵۷۔ ''اشفاق احمد ورک کا ہنر'' (دیباچہ) 'نوعیت' (تنقیدی مضامین) علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۱۹ء

۱۵۸۔ ''مزید گنجے فرشتے کے چند مزید پہلو''؛ الحمرا' لاہور، اگست ۲۰۲۰ء

۱۵۹۔ ''مدحتِ رسول میں گم ۔ صبیح رحمانی''؛ قومی زبان' کراچی، ستمبر ۲۰۲۰ء

۱۶۰۔ ''گل جہاں کی نظم 'کھڑیاں' کا تجزیاتی مطالعہ''؛ ادبِ لطیف' لاہور، ستمبر ۲۰۲۰ء

۱۶۱۔ ''چشمہ پھوٹنے کی آس میں لکھی گئی نظمیں'' (دیباچہ)؛ رنگ خوابیدہ پڑے ہیں' شاہد اشرف، مثال پبلشرز، فیصل آباد، ۲۰۲۰ء

۱۶۲۔ ''رہگزارِ عمرِ رواں'' (دیباچہ)؛ عرفانِ ذات' خودنوشت اسد علی احمد، الکتاب گرافکس، ملتان، ۲۰۲۰ء

۱۶۳۔ ''انور جمال ۔ تخلیق سے تنقید تک'' (دیباچہ) تنقیدی مضامین؛ تخلیق سے تنقید تک' انور جمال، بکس اینڈ ریڈرز، ملتان، ۲۰۲۰ء

۱۶۴۔ ''فاروق جویدہ کی نظم، مصر کی طرف لوٹ آؤ'' ترجمہ ڈاکٹر احمد محمد احمد قاضی، تحریر و تعارف' ادبِ لطیف'، لاہور، اکتوبر نومبر ۲۰۲۰ء

۱۶۵۔ ''میر کی شاعری میں اعلیٰ انسانی اقدار کی نمود''؛ تحقیقی زاویے' اسلام آباد، الخیر یونیورسٹی، بھمبر

۱۶۶۔ ''ذوقِ سفر، مقامِ خلافت اور جدید ترکی''؛ پیلھوں' ملتان، مئی تا اگست، ۲۰۱۸ء

۱۶۷۔ ''یگانہ مثالی انا ۔ ایک تجزیہ''؛ کولاژ' کراچی، اگست تا اکتوبر ۲۰۱۲ء

۱۶۸۔ ''اردو ناول میں رومانیت''؛ صنوبر' منہاج یونیورسٹی، لاہور ۲۰۱۹ء

باب پنجم

ڈاکٹر نجیب جمال بطور محقق یگانہ

ڈاکٹر نجیب جمال علم وادب کی ہمہ جہت شخصیت ہیں۔ ان کا علمی اور تحقیقی کام کئی حوالوں سے اعتبار کی سند پر فائز ہے۔ انھوں نے ادب کی مختلف اصناف اور کتب پر گراں قدر تنقیدی اور تحقیقی مضامین تحریر کیے ہیں جو بے حد اہمیت کے حامل ہیں لیکن ڈاکٹر نجیب جمال کی شناخت اور انفرادیت کا ایک معتبر حوالہ وہ مضامین مقالات اور کتب ہیں جو انھوں نے یگانہ کے حوالے سے تحریر کی ہیں۔ انھوں نے اپنی تحریروں میں یگانہ کے ساتھ مکمل انصاف کیا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ ان کا وسعتِ مطالعہ ہے جس نے ان کے مشاہدے کو وسیع کر دیا ہے، وہ بطور محقق یگانہ، مرزا یاس یگانہ کی زندگی اور فن سے متعلق ایسے واقعات اور معنی خیز نکات کو سامنے لائے ہیں جو گوشۂ گمنامی میں ہونے کے باعث اکثر محققین کی نگاہ سے اوجھل تھے وہ خود اس بات کے معترف ہیں کہ انھیں یگانہ کی ذات اور فن سے دلچسپی رہی ہے، وہ یگانہ کے بارے میں گزشتہ دو دہائیوں سے تحقیق میں مصروف ہیں، یگانہ کے موضوع پر ان کی ایک کتاب بعنوان ''حیاتِ یگانہ'' زیرِ طبع ہے جو تقریباً پانچ سو صفحات پر مشتمل ہوگی ان کی ایک کتاب ''محاسن'' میں ''یگانہ فن'' کے عنوان سے ایک گوشہ مختص کیا گیا ہے، جس میں یگانہ کے حوالے سے چار مضامین شامل ہیں، یگانہ شناسی کا حق ادا کرتے ہوئے انھوں نے یگانہ کے متعلق درج ذیل تین کتب شائع کی ہیں ۱۔ غالب شکن اور یگانہ ۲۔ یگانہ تحقیقی وتنقیدی مطالعہ ۳۔ منتخب کلام یگانہ۔ یگانہ کے سلسلے میں ان کی تمام تر کوششوں کا محور یگانہ کو قید ملامت سے رہائی دلانا اور ایک معتوب شاعر کو اس کا صحیح مقام دلانا ہے۔ مذکورہ کتب کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ پیش خدمت ہے۔

''غالب شکن اور یگانہ''

یگانہ کے موضوع پر ڈاکٹر نجیب جمال کی اولین کتاب '' غالب شکن اور یگانہ'' ہے، جس کی

اشاعت اوّل جولائی ۱۹۹۰ء میں ''کاروانِ ادب'' ملتان کے زیر اہتمام عمل میں آئی، اس کتاب کا انتساب غالب شناس یگانہ فہم ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نام ہے، پس ورق فلیپ ڈاکٹر اسلم انصاری نے تحریر کیا ہے، زیر نظر کتاب میں مصنف کے پیش لفظ کے علاوہ درج ذیل مضامین شامل اشاعت ہیں:

۱۔ مقدمہ، غالب شکن اور یگانہ

۲۔ مرزا غالب اور میں

۳۔ تقلید غالب

۴۔ غالب شکن

ویسے تو اردو تحقیق و تنقید میں بہت کام ہو چکا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ بھی ہو رہا ہے لیکن بعض شاعر اور ادیب ایسے بھی ہیں جنھیں نظر انداز کیا گیا۔ ان میں ایک بڑا نام یاس یگانہ چنگیزی کا بھی ہے اس سے قطع نظر کہ یاس یگانہ، غالب کے مرتبے کا شاعر ہے یا نہیں لیکن ایسا شاعر اور ادیب ضرور تھا جس نے اپنے وقت میں محققین اور ناقدین اور قارئین کی توجہ کو اپنی تحریروں اور شاعری کی طرف مبذول کرا لیا تھا، اس تناظر میں ڈاکٹر نجیب جمال نے زیر نظر کتاب کی اشاعت کی غرض و غایت اپنے پیش لفظ میں یوں بیان کی ہے:

> ''ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ (یگانہ) آج بھی شاعر کی حیثیت سے کم اور ''غالب شکن'' کی حیثیت سے زیادہ جانے جاتے ہیں۔ میرا یہ حسن ظن بھی ہو کہ موجودہ دور میں یگانہ کو ذرا فاصلے سے دیکھنے کا موقع میسر آ چکا ہے (غالب شکن) کی اشاعت ایک حقیقی مگر معتوب شاعر کو قید ملامت سے رہائی دے گی۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر: ''غالب شکن اور یگانہ'' ملتان، کاروان ادب، جولائی ۱۹۹۰ء ص ۱۲)

مقدمہ (غالب شکن اور یگانہ) میں مصنف نے یگانہ کے غالب شکن بننے کے محرکات اور آغاز کا مفصل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ان دو مکتوبات کا حوالہ بھی دیا ہے جو یگانہ نے پروفیسر مسعود حسن رضوی ادیب کو لکھے تھے جو بعد میں کتابی صورت میں شائع بھی ہوئے، ڈاکٹر نجیب جمال نے غالب شکن، دو آتشہ (دوسرا ایڈیشن) کا مکمل متن بھی شامل کتاب کیا ہے۔ یگانہ غالب کی بجائے غالب کی ہونے والی کورانہ تقلید کے مخالف تھے جب کہ ان کے حریف غالب پرست تھے۔ جس کی وجہ سے خاص طور پر لکھنؤ میں غالب کے

بُت کی پوجا کی جارہی تھی۔

"یگانہ نے غالب شناسی کے میدان میں تنقید و تحقیق کو اپنے غیر معتدل اور تلخ لہجے سے اعتدال اور توازن کی راہ پر ڈالا اور ان کے بعد غالب کی خامیوں اور کمزوریوں پر گرفت کرنے کا رویہ پیدا ہوا۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، غالب شکن اور یگانہ، ملتان، کاروانِ ادب، جولائی، ۱۹۹۰، ص ۳۰)

ڈاکٹر نجیب جمال نے ان محرکات کا سراغ بھی لگایا ہے جن کی بنا پر یگانہ کو اور ان کی شاعری کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور وہ اپنے عہد کے اہم ناقدین کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے میں ناکام رہے، شاعر ادیب انھیں تنک چڑھا، تنگ مزاج، خود پسند اور متکبر سمجھنے لگے، اپنے موقف کی تائید میں مصنف نے چند ناقدین مثلاً میکش اکبر آبادی اور مجنوں گورکھپوری وغیرہ کے اقتباسات بھی پیش کیے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کا دوسرا مضمون یگانہ کا تحریر کردہ ہے جس کا عنوان ہے:

"مرزا غالب اور میں" اس مضمون میں یگانہ نے ان ادیبوں اور دوستوں کا ذکر کیا ہے جو یگانہ کے طرف دار یا مخالف ہیں، انھوں نے اپنے اور غالب کے حوالے سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کی دو وجوہات بیان کی ہیں۔ ایک تو بلحاظ نفسِ مضمون دوسرا بہ لحاظ طرزِ لب ولہجہ، زیرِ نظر کتاب کا تیسرا مضمون "تقلید غالب" ہے، جس میں یگانہ نے ہندوستانیوں کی اندھی تقلید کو موضوع بنایا ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا تیسرا مضمون "غالب شکن" (مکتوب یگانہ) کا مکمل متن ہے جو یگانہ نے سید مسعود حسن رضوی ادیب ایم۔اے کو لاتورودکن سے ۲۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کو ارسال کیا تھا۔ مذکورہ کتاب کے اختتام پر یگانہ نے غالب کی شاعرانہ چوریوں کے ثبوت کے طور پر ایک مضمون بعنوان "چوریاں نقالیاں" بھی شامل کیا ہے (یہ مضمون "غالب شکن" کی پہلی اشاعت میں شامل نہیں تھا) اس ضمن میں یگانہ نے عرفی، ظہوری، رومی، بیدل اور صائب کے ایسے فارسی زبان کے اشعار درج کیے ہیں جن کا مفہوم غالب نے سرقہ کیا ہے، کتاب کے آخر میں "میٹھی میٹھی چٹکیاں" کے عنوان سے یگانہ کی بتیس (۳۲) رباعیوں کو شامل کیا گیا ہے جن میں یگانہ نے غالب کو طنز کا نشانہ بنایا ہے، ویسے تو یگانہ شناسی کے حوالے سے کچھ اور کتب بھی مرتب ہوئی ہیں لیکن ڈاکٹر نجیب جمال کی یہ کتاب مختصر ہونے کے باوجود جامع اور معیاری ہے۔

منتخب کلام یگانہ

منتخب کلام یگانہ'' یگانہ کلام کا انتخاب ہے، جس کی اولین اشاعت نومبر ۲۰۱۷ء میں پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق جاوید کی زیر نگرانی نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد کے زیر اہتمام عمل میں آئی، یہ کتاب ''رنگ سخن'' سیریز کے تحت نامور شعرا کے منتخب کلام پر مشتمل ''اسمارٹ بکس'' کی اشاعت کے سلسلے کی ایک کڑی ہے، جسے ڈاکٹر نجیب جمال نے عرق ریزی کے ساتھ مرتب کیا ہے، پیش لفظ ڈاکٹر انعام الحق جاوید نے لکھا ہے، وہ زیر نظر کتاب کی اشاعت کی غرض وغایت یوں بیان کرتے ہیں:

> ''شاعری کا انتخاب انتہائی مشکل کام ہے اسی لیے تو غالب کو اعتراف کرنا پڑا کہ
>
> شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے
>
> اس سلسلے میں کوشش کی جاتی ہے کہ انتخاب اس اسکالر سے کرایا جائے جس نے متعلقہ موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کی ہو تاکہ ہر اعتبار سے ایک مکمل کتاب تیار ہو سکے ''یگانہ، شخصیت وفن'' ڈاکٹر نجیب جمال کے پی۔ ایچ۔ ڈی کے مقالے کا عنوان تھا چناں چہ جناب ڈاکٹر نجیب جمال نے ہماری درخواست پر یگانہ کے کلام پر گہری نظر ڈالی اور ایک بالکل نیا اور سیر حاصل انتخاب مرتب کر دیا، ان کا یہ انتخاب نہ صرف یگانہ کے فن کا عکاس ہے بلکہ ڈاکٹر نجیب جمال کے سلیقے اور شعور کی گہرائیوں کا بھی آئینہ دار ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ یگانہ کا کوئی اچھا یا معروف شعر اس انتخاب میں شامل ہونے سے رہنے نہ پائے جس کے باعث امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب طلبہ، اساتذہ اور عام قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگی۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، منتخب کلام یگانہ، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن ۲۰۱۷ء، ص ۲۱)

زیر نظر کتاب میں مرتب نے منتخب کلام سے قبل دیباچے کے طور پر ''انتخاب کلام یگانہ ہی کیوں'' اور حیات یگانہ، پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد یگانہ کی زندگی کے چند اہم اور دلچسپ واقعات و متعلقات کے ساتھ ساتھ یگانہ کے حوالے سے معروف ناقدین کی آرا بھی درج کی ہیں۔ ڈاکٹر نجیب جمال اپنے دیباچے میں اردو غزل کی روایت پر روشنی ڈالنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ بیسویں صدی میں اردو غزل جو جدید حسیت اور نئی شعری جمالیات کی تلاش تھی غزل کے روایت مضامین عشقیہ

جذبات اور گل و بلبل کا اضطراب اپنی جگہ مگر نئی صدی جو مطالبات کر رہی تھی اور انسان کی بوالعجبی، زندگی کی لایعنیت اور فرد کی تنہائی کا جو منظر نامہ پیش کر رہی تھی اسے اردو غزل میں پیش کرنے کے لیے اینٹی غزل طرز احساس کی ضرورت تھی جیسے حسرت، فانی، جگر اور اصغر جیسے حمزلین کی موجودگی میں تخلیقی اجتماعیت کا حصہ بنا دینے کا فریضہ یگانہ کو ادا کرنا پڑا، ڈاکٹر نجیب جمال کے مطابق یگانہ نے غزل کو حقیقی زندگی کے تجربات کے اظہار کا ذریعہ بنایا، ان کا یہ رویہ جہاں اینٹی غزل مزاج کی پیداوار ہے وہاں ادب کی روایتی، فرسودہ اور جامعہ قدروں سے بغاوت کی وجہ سے بھی ہے۔

یگانہ کی شاعری ایک نئی شعری زبان اور تازہ لہجے کے امکان کی جستجو کا نام ہے، ان کی غزل ایک پامال اور پایاب ماحول میں یقین اور اعتماد کے ساتھ اپنی بات، اپنے لہجے اور اپنی لفظیات کے ذریعے کہنے کی ایک منفرد مثال ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے زیر نظر کتاب کے انتخاب کا جواز پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:

> "یگانہ کے لہجے کا بانکپن اپنی طرف متوجہ کرتا ہے، ان کی خود اعتمادی، حوصلہ مندی، فعالیت، بلند آہنگی اور ہمت مردانہ ایسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے وہ جدید ذہن کے قریب تر محسوس ہوتے ہیں اور آج میر و غالب کے بعد اردو غزل کا مستقبل بن رہے ہیں، انتخاب کلام یگانہ کا میرے پاس یہی ایک جواز ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، منتخب کلام یگانہ، اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۷ء، ص ۲۶)

ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کی شخصیت و فن کے حوالے سے جن ناقدین کی آرا درج کی ہیں ان میں سلیمان ندوی، مجنوں گورکھپوری، مجتبیٰ حسین، باقر مہدی، سلیم احمد، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ڈاکٹر شمیم حنفی، مشفق خواجہ، عابد علی عابد، جوش ملسیانی، شمس الرحمٰن فاروقی اور ڈاکٹر وزیر آغا قابل ذکر ہیں:

مرتب نے انتخاب کلام یگانہ کا آغاز درج ذیل حمدیہ قطعہ سے کیا ہے

واں نقاب اٹھی کہ صبح حشر کا منظر کھلا
یاں کسی کے حسن عالم تاب کا دفتر کھلا
غیب سے پچھلے پہر آتی ہے کانوں میں صدا
اٹھو اٹھو رحمت رب علا کا در کھلا

حمدیہ کے بعد ایک نعت (اٹھ میرے کالی کملی والے) شامل کی گئی ہے۔ حصہ غزلیات میں

تر اسی (۸۳) غزلیں شامل ہیں۔

زیر نظر کتاب میں ۲ مثلث اور ۵۳ رباعیات بھی شامل ہیں۔ رباعی کی صنف چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے جس میں ایک مکمل مضمون بیان کیا جاتا ہے۔ رباعی کا پہلا دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہوتا ہے اس کا وزن مخصوص ہے یہ کسی بھی موضوع پر لکھی جاسکتی ہے، وسیم فرحت کارنجوی یگانہ کی رباعیوں کے متعلق لکھتے ہیں:

"اردو شاعری میں رباعی یگانہ کی حاضری تک محض ادق مضامین، فلسفیانہ معاملات اور تشکیک وعقیدہ کے اظہار کا ذریعہ تھی، یگانہ نے پامردی کے ساتھ اس بیش قیمتی صنف سخن کا دائرہ موضوعات وسیع کیا، انسانی پراگندگی، ذہنی مسائل، شکست و ریخت، سماجی اختر ادازیاں وغیرہ سے متعلقہ مضامین کو یگانہ نے اپنی رباعی میں شایان شان مقام عطا کیا، موضوعات کا تنوع، مردانہ کس بل اور فکر کی انفرادیت نے یگانہ کی رباعیوں کو ایک خاص مرتبہ بخشا۔"

(وسیم فرحت کارنجوی، یگانہ چنگیزی (شخصیت وفن) جہلم، بک کارنر پبلشرز، ۲۰۱۵، ص ۶۲)

یگانہ کی ایک رباعی ملاحظہ کیجیے:

یگانہ ہوں میں

مہمان ہے تو صاحب خانہ ہوں میں
آئینہ حسن جاودانہ ہوں میں
مجھ سا کوئی دوسرا نہ تجھ سا کوئی
یکتائے جہاں تو ہے، یگانہ ہوں میں

کتاب کے آخر میں متفرقات کے عنوان سے ۱۰۷ اشعار شامل ہیں چند اشعار دیکھیے:

بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو پہچانا
خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدا نہ گیا

میر کے آگے زور کچھ نہ چلا
تجھ بڑے مرزا یگانہ دبنگ

کیوں آپ سے بیگانہ، بے گانہ ہے زمانہ
"غالب شکن" جو ٹھہرے پھر پوچھنا ہی کیا ہے

زیرِ نظر کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ کتاب دیدہ زیب سرورق کے ساتھ نہایت مناسب قیمت (صرف ۱۱۰ روپے) میں شائع کی گئی ہے، اس کی اشاعت کا سہرا نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد اور کتاب کے مرتب جناب ڈاکٹر نجیب جمال کے سر جاتا ہے جنھوں نے یگانہ کے کلام کا انتخاب کر کے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے، یہ انتخاب اگرچہ مقدار میں کم ہے مگر معیار کے لحاظ سے اس میں کوئی کمی نہیں ہے۔ اس کتاب کی اشاعت سے یگانہ شناسی میں اضافہ ہوا ہے۔

یگانہ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ پر مختلف حوالوں اور جہتوں پر کام کیا ہے، اس حوالے سے ان کی چار کتب شائع ہو چکی ہیں جو یگانہ کی شخصیت اور شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "یگانہ، تحقیقی و تنقیدی مطالعہ" ان کا پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ ہے، جسے اظہار سنز لاہور نے ۲۰۱۳ء میں ترمیم و اضافے کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا ہے، اس کتاب میں مصنف نے یگانہ کی شخصیت و فن کا مفصل تحقیقی و تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔

انتساب

زیرِ نظر کتاب تین حصوں اور درج ذیل دس ابواب میں منقسم ہے:

حصہ اول:

باب اول: یگانہ کا عہد

باب دوم: یگانہ کی زندگی

باب سوم: یگانہ کی سیرت

باب چہارم: یگانہ کے ادبی معرکے

حصہ دوم: حدیث یگانہ

باب پنجم: یگانہ کی مطبوعہ تصانیف و تالیفات (اجمالی جائزہ)

باب ششم: یگانہ کی متفرق شعری تخلیقات ونثری تحریریں

باب ہفتم: یگانہ کی غیرموزوں کلام (ترک یا متقبول)

حصہ سوم: یگانہ آرٹ۔(چیترے بازی یا پہلوداری)

باب ہشتم: یگانہ فن

باب نہم: یگانہ کی غزل

باب دہم: یگانہ کی رباعی

باب یازدہم: یگانہ کی شعری زبان

باب دوازدہم: یگانہ اور ذہن جدید

دیباچہ حسب سابق ڈاکٹر نجیب جمال نے خود تحریر کیا ہے جس میں انھوں نے زیر نظر کتاب کی غرض وغایت اور محرکات پر روشنی ڈالی ہے۔ مصنف کو یگانہ پر مقالہ لکھنے کا خیال ۱۹۷۹ء میں اس وقت آیا، جب ایم۔اے کے مقالہ نگاروں کا زبانی امتحان لینے کی غرض سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری ملتان یونیورسٹی (بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی کا ابتدائی نام) تشریف لائے اور انھوں نے مصنف کو یگانہ پر مقالہ لکھنے کی دعوت دی، انھوں نے فوراً حامی بھر لی کیوں کہ انھیں شاعری سے ایک قلبی مناسبت رہی تھی اور وہ گزشتہ کئی سالوں سے ملتان یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں کلاسیکی اردو کا پرچہ بھی پڑھا رہے تھے۔

باب اول میں مصنف نے یگانہ کے عہد کی سیاسی، سماجی اور ادبی تنظیموں کا مفصل ذکر کرنے کے علاوہ میر تقی میر سے لے کر اقبال اور یگانہ تک کے لہجوں کی روایت، نمود اور تکمیل کا ذکر کرتے ہوئے بجا لکھا ہے کہ:

"یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ میر کے دھیمے اور نرم لہجے کی روایت کے متوازی جو توانائی اور قوت کے، لہجے کی روایت سودا سے شروع ہوئی آتش کے یہاں جس کی نمود ہوئی اور غالب کے ہاں جس کی تکمیل ہوئی اس لب و لہجے کی بھرپور تکمیل بیسویں صدی میں اقبال کے بعد یگانہ ہی کے یہاں ہوئی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، یگانہ، تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، لاہور، اظہار سنز، اردو بازار ۲۰۱۳ء ص ۳۰)

مذکورہ باب میں مصنف نے یگانہ کی زندگی اور شخصیت کو سیاسی وسماجی تہذیبی وتمدنی، مذہبی، فکری، علمی اور ادبی تناظر میں دیکھنے کی بہت عمدہ سعی کی ہے، نیز ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، تحریک خلافت کی

ناکامی کے جائزے کے ساتھ ساتھ یگانہ کے عہد کو تہذیبی وتمدنی پس منظر میں دکھا کر مصنف عمرانی نقاد کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔

باب دوم "یگانہ کی زندگی" کی عنوان سے ہے جس کی ابتدا میں یگانہ کا تعارف، خاندانی پس منظر، پیدائش، تعلیم، اساتذہ، شادی، اولاد، علمی وادبی سرگرمیاں، ملازمت، ریٹائرمنٹ، مختلف شہروں میں قیام اور وفات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

مذکورہ باب میں ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کی سوانح حیات کو زمانی اعتبار سے ترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے، اس باب کی تکمیل کے لیے انھوں نے یگانہ کی سوانحی تحریروں، خطوط اور ان پر شائع ہونے والے مضامین بالخصوص بلند اقبال (یگانہ کی صاحبزادی) سے یگانہ کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کی ہیں گویا انھوں نے بنیادی اور ثانوی دونوں ماخذات سے اس باب کو مکمل کیا ہے۔

باب سوم میں یگانہ کی شخصیت اور حسن معاشرت پر بحث کی گئی ہے، یگانہ کے حالات زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے آخری عمر تک اپنی انا کی پرورش کی، ان کی خودستائشی اور احساس برتری نے ان کی شخصیت کو بہت نقصان پنچایا، ان کی طبیعت میں پیکار کا جوہر تھا وہ غالب کے طرف داروں اور بے جا تعصب رکھنے والوں کو بزکھی کی طرح برابر کاٹتے رہے، اپنے اس رویے کی وجہ سے انتظار حسین کے خیال میں وہ:

"فرقہ ملامتیہ کے آخری آدمی نظر آتے ہیں۔"

(انتظار حسین، کالم، باتیں اور ملاقاتیں، مشمولہ روزنامہ مشرق، لاہور، ۱۰ فروری ۱۹۸۱، ص ۸)

بقول ڈاکٹر نجیب جمال:

"یگانہ کی شخصیت کا مطالعہ دراصل ایک مضطرب اور بے چین روح کا مطالعہ ہے۔ ان کی زندگی میں اگر طمانیت اور فراخی کا صرف ایک لمحہ تلاش کیا جائے تو مایوسی ہوتی ہے۔"

(نجیب جمال، ڈاکٹر، یگانہ تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، لاہور، اظہار سنز ۲۰۱۳، ص ۱۳۲)

مذکورہ باب میں ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کی شخصیت اور کردار کا جائزہ ان کے ذاتی محاسن، طرز معاشرت، شاعرانہ اطوار، بے روزگاری اور ثابت قدمی کے تناظر میں پیش کیا ہے۔

باب چہارم میں یگانہ کی لکھنؤ آمد، شعری فضا، ان کے شعری مجموعے نشتر یاس اور چراغ سخن کی

اشاعت اور شعرائے لکھنؤ سے یگانہ کی محاذ آرائی، ہجوگوئی، یگانہ کی غزل پر اعتراضات ان کے لہجے کی جارحیت کے محرکات، یگانہ کی اودھ اخبار سے برطرفی، غالب اور یگانہ کا ذہنی اشتراک، غالب کے بارے میں یگانہ کے مضامین کا تجزیہ اور غالب دشمنی کی حقیقت، محاسن کلام غالب، کی اشاعت اور یگانہ کا ردعمل، ترانہ کی مزاحیہ رباعیاں، غالب شکنی کے عوامل اور اس کی شان نزول پر بحث کی گئی ہے۔ مصنف کے مطابق یگانہ کی عمر کا ایک بڑا حصہ علمی وادبی معرکوں میں گزرا لکھنؤ آنے کے بعد سے بستر مرگ تک ان کو معرکوں سے فرصت نہ ملی۔۔۔ یگانہ نے تمام عمر تحفظ ذات کی جنگ لڑی تھی مگر ان کا انداز حملہ آور سورماؤں کا سا تھا، بقول میکش اکبرآبادی:

"جب مجھے معلوم ہوا کہ یگانہ نے مرزا غالب پر بھی اعتراضات کیے ہیں تو مجھے ان کے نام سے نفرت ہوگئی اور میں نے انھیں بھول جانے کی کوشش کی اور بھول گیا۔"

(میکش اکبرآبادی، مرزا یگانہ چنگیزی کے ساتھ چند لمحے، مشمولہ نقوش، ۱۱ ہور اکتوبر ۱۹۵۸ص ۲۳۷)

یگانہ نے اپنے آپ کو نظر انداز ہوتا دیکھ کر اصغر، جوش، اور جگر کی شاعری کو تنقید کا نشانہ بنایا، ان کا دوسرا ہدف ترقی پسند ادب اور ادب لطیف تھے، جنھیں وہ "ادب خبیث" کہتے تھے مذکورہ باب میں ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کے ادبی معرکوں کی تفصیل پہلی مرتبہ درست سیاق وسباق کے ساتھ بیان کی ہے۔

باب پنجم یگانہ کی مطبوعہ تصانیف وتالیفات کے اجمالی جائزے پر مشتمل ہے، مصنف کی تحقیق کے مطابق یگانہ کا مطبوعہ تصنیفات وتالیفات کا عرصہ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۷ء تک پھیلا ہوا ہے اس عرصے میں ان کے چار شعری مجموعے "بعنوان، نشتر یاس، آیات وجدانی، ترانہ اور گنجینہ، شائع ہوئے۔ پہلا شعری مجموعہ "نشتر یاس" لکھنؤ سے ۱۹۱۴ء میں شائع ہوا دوسرے شعری مجموعے "آیات وجدانی" کے تین ایڈیشن شائع ہوئے، پہلا ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں لاہور سے دوسرا ۱۹۳۱ء میں دہلی سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں دکن سے طبع ہوا، رباعیوں کا مجموعہ "ترانہ" ۱۹۳۳ء میں لاہور سے منظر عام پر آیا اور آخری مجموعہ کلام "گنجینہ" ۱۹۴۷ء میں لاہور سے شائع ہوا، اسی طرح نثری کتب اور رسائل میں "چراغ سخن" کا پہلا ایڈیشن ۱۹۱۴ء میں دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۱ء میں لکھنؤ سے شائع ہوئے، یگانہ نے دو ادبی رسائل کارامروز اور صحیفہ کے نام سے جاری کیے، یگانہ کی دو متنازعہ کتب کا بڑا چرچا رہا ان میں سے پہلی کتاب "شہرت کاذبہ" ہے اور دوسری کتاب "غالب شکن" تھی، جس کی وجہ سے یگانہ

پر کئی طرح کے مصائب ٹوٹے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کی تصانیف کے مختلف ایڈیشنز کے حوالے سے ان کے فکری ارتقا پر بھی روشنی ڈالی ہے اور ثانوی ماخذ کا استعمال کرتے ہوئے یگانہ کی غیر مطبوعہ بیاضوں سے بھی مدد لی ہے۔

باب ششم یگانہ کے شعری مجموعوں اور نثری تحریروں کے فنی جائزے پر مشتمل ہے، جس میں یگانہ کے قطعات، سہرا، مثلث، نعت، ترجمہ، تنقیدی و تحقیقی مضامین، تبصرے، تاریخی، مذہبی، علمی، لسانی اور سوانحی مضامین کے ساتھ ساتھ ان کے خطوط پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ وہ یگانہ کی مکتوب نگاری کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

> ''ذاتی دوستوں کے نام یگانہ کے خطوط میں ان کی شخصیت کی تمام پرتیں موجود ہیں، شعلہ کے نام یگانہ کے خطوط میں ۱۹۲۸ء کے بعد سے یگانہ کے انتقال کے چند ماہ قبل تک کے شب و روز کی تفصیل موجود ہے، بہر صورت یگانہ کے خطوط اہل خانہ کے نام ہوں یا اہل فن کے نام، مشاہیر کے نام ہوں یا احباب کے نام، تمام خطوں میں ان کی غیر معمولی شخصیت کی ہیئتیں کھلتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، یگانہ تحقیقی و تنقیدی مطالعہ، لاہور، اظہار سنز ۱۹۱۳ء، ص ۲۹۰)

جہاں تک یگانہ کی نثر نگاری کا تعلق ہے، مصنف نے ان کی تحریروں میں اخلاص، خود اعتمادی، بغاوت، بے خوفی، جرأت مندی اور بے باکی جیسی صفات کی نشاندہی کی ہے۔ مذکورہ باب میں مصنف نے یگانہ کی مضمون نگاری کے حوالے سے بحث کر کے قارئین کو یگانہ کی نثر نگاری کی ایک مضبوط جہت سے متعارف کرایا ہے۔

ساتواں باب ''یگانہ کے غیر مدون کلام'' کے عنوان سے ہے جس میں ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کے چار شعری مجموعوں (نشتر یاس، آیات وجدانی، ترانہ، گنجینہ) میں ایسے کلام کا سراغ لگایا ہے جو مشترک ہے، اس ضمن میں انھوں نے یگانہ کی چھ ایسی بیاضوں سے بھی استفادہ کیا ہے جن میں غزلوں، رباعیوں اور دوسری اصناف کے ایسے بے شمار اشعار کا حوالہ دیا ہے جنھیں یگانہ نے کسی شعری مجموعے میں شامل نہیں کیا تھا نیز مصنف نے یگانہ کے ایسے اشعار کی سند بھی دی ہے جو مختلف رسائل میں شائع تو ہوئے مگر یگانہ نے انھیں مطبوعہ مجموعوں میں شامل نہیں کیا بلاشبہ یہ ان کا تحقیقی کام ہے۔

آٹھواں باب ''یگانہ کا فن'' کے عنوان سے ہے جس میں مصنف نے یگانہ کی معاشی تنگ دستی اور فنکارانہ تجسس، آرٹ، مذہب، شاعری کے بعض منفی رجحانات اور اس کے محرکات، حریفوں سے معرکہ آرائی، احساس محرومی، انسان کی عظمت کا احساس، شاعری کے کراماتی عناصر، بلند آہنگی، تصورِ فن، مزاحمتی رویہ، انتہا پسندی، ان کی شاعری پر آتش، میر اور غالب کے اثرات ان کی بے دماغی اور مذہبی آزاد خیالی کا تجزیہ پیش کیا ہے، یگانہ کے اندازِ فکر کے حوالے سے مصنف نے ڈاکٹر عبادت بریلوی کی یہ رائے درج کی ہے:

''یگانہ نے اپنے مفکرانہ انداز کے سہارے ایک ایسی بلند آہنگی اور شدت پیدا کی کہ اس کی حدیں رفعت اور ترفع سے جا ملیں۔''

(عبادت بریلوی، ڈاکٹر، غزل اور مطالعۂ غزل، کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۴۴ء، ص ۳۹۴)

مذکورہ باب میں ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کے فنکارانہ تجسس کے حوالے سے ان کی شاعری کے مثبت اور منفی رجحانات اور محرکات کا دقتِ نظری سے سراغ لگایا ہے۔

نواں باب ''یگانہ کی غزل'' کے موضوع پر ہے، جس میں مصنف نے اردو غزل کی روایت، یگانہ کی غزل پر لکھنؤ کے اثرات، یگانہ کے ذہنی تضادات، داخلیت و خارجیت، حسن و عشق کا رویہ، استفہامیہ انداز، رجائی آہنگ، محاورں کا استعمال، طنزیہ انداز، تغزل اور یگانہ کے مقطعوں پر بحث کی ہے، لکھنؤ آنے کے بعد یگانہ باقاعدگی سے مشاعروں میں شریک ہوے لگے، ان کا لب ولہجہ کلاسیکل انداز رکھتا تھا، نشترِ یاس، کی غزلوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مزاجاً آتش کے زیادہ قریب تھے۔ ''آیات وجدانی'' کی اشاعت کے بعد یاس سے یگانہ میں تبدیلی کا عمل بھی مکمل ہو چکا تھا۔

شمس الدین صدیقی کے بقول:

'' یاس یگانہ کی غزل میں وہی تازہ حوصلہ مندی، وہی حرکت اور تڑپ، وہی مردانگی اور توانائی جلوہ گر ہوتی ہے، جس کا مظاہرہ اہلِ وطن سیاسی، سماجی اور اقتصادی سطح پر کر رہے تھے۔''

(شمس الدین صدیقی، تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند (جلد پنجم) لاہور، پنجاب یونیورسٹی ۱۹۵۵ء، ص ۴۳)

مذکورہ باب میں مصنف نے یگانہ کی غزل کے علاوہ ان کے نظریۂ فن بالخصوص ایسے پہلوؤں کا کھوج بھی لگایا ہے جو یگانہ کی سوچ کا مستقل محور رہے۔

دسواں باب ''یگانہ کی رباعی'' کے موضوع پر ہے جس میں مصنف نے رباعی کے فن اوزان، ماہیت، تاریخ، روایت پر روشنی ڈالنے کے بعد یگانہ کی رباعی اور اس کے محرکات اور موضوعات پر بحث کی ہے، یگانہ، مشاعروں میں اکثر و بیشتر اپنی رباعیاں سنایا کرتے تھے، غزلوں کی نسبت رباعیوں میں ان کا زورِ بیان کھل کر سامنے آتا ہے، ان کی رباعیوں کا اولین مجموعہ ''ترانہ'' ۱۹۴۳ء میں منظرِ عام پر آیا، یگانہ اپنے ذہن میں گونجنے والی آوازوں اور یادوں کو سوز بنا کر رباعی میں پیش کرتے ہیں، وہ طویل ردیفوں میں کامیاب رباعی کہنے پر قدرت رکھتے تھے۔

کعبہ کی طرف دور سے سجدہ کر لوں
یادِ بر کا آخری نظارہ کر لوں
کچھ دیر کی مہمان ہے جاتی دنیا
ایک اور گنہ کر لوں کہ توبہ کر لوں

ڈاکٹر نجیب جمال کی تحقیق کے مطابق یگانہ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ رباعیوں کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے، موضوعات کے اعتبار سے ان میں خاصا متنوع ہے، طنزیہ اور مزاحیہ رباعیوں کے علاوہ ایک بڑی تعداد سنجیدہ، حکیمانہ، اخلاقی، معاشرتی اور سماجی مضامین پر مشتمل رباعیوں کی ہے۔ مذکورہ باب میں فاضل مصنف نے یگانہ کی رباعیوں کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ رباعی کے حوالے سے یگانہ کے حکیمانہ رویے، تکنیک، خود پسندی، انانیت اور طنز و مزاح کا تجزیہ بھی عمدگی کے ساتھ کیا ہے۔

گیارہواں باب ''یگانہ کی شعری زبان'' کے حوالے سے ہے جس میں ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ کے پیرایۂ زبان و بیان پر روشنی ڈالی ہے، یگانہ نے اردو شاعری کا رخ جس طرح ٹھیٹھ اردو محاورے اور زبان کی طرف موڑا، اس باب میں اس کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے یہ دلیل دی ہے کہ نظمِ معریٰ اور نظمِ آزاد کی نئی لسانی تشکیلات کے غلغلے کے مقابل یگانہ نے شعوری طور پر غزل اور رباعی میں ٹھیٹھ اردو کے الفاظ کے استعمال کو فروغ دیا تا کہ غزل کی زبان کی نئی لغت تشکیل پا جائے۔ اس زبان کے امکانات کو بعد میں فراق نے روشن تر کیا۔ مذکورہ باب میں یگانہ کی محاورہ دانی کا جائزہ اور ان کی شعری زبان کے جملہ محاسن کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

گیارہویں باب میں مصنف نے یگانہ کی ادبی و شاعرانہ قدر و قیمت کا تعین کیا ہے، غزل کے احیا کی کوششوں میں یگانہ کے کردار کو خوب واضح پایا ہے اور ان کی فیصلہ کن بحثوں اور معرکہ آرائیوں کے سبب

اردو شاعری میں رونما ہونے والی مفید تبدیلیوں کے حوالے سے یگانہ کی ادبی حیثیت کا تعین کیا گیا ہے۔ نیز یگانہ اور معاصرین کی غزل کے موازنے کے علاوہ جدید تر غزل اور جدید تر نسل کے مزاج اور یگانہ کی غزل میں عصری جدلیت کی کشاکش کو موضوع بنایا گیا ہے اور یگانہ کی غزل کو اس کا پیش رو مانا گیا ہے، مقالے کے آخری حصے میں بارہ ضمیموں کو مرتب کر کے یگانہ کی زندگی اور فن کے چند ناگزیر حوالوں اور ضروری کوائف کو پہلی مرتبہ منظر عام پر لانے کا سہرا بھی مصنف کے سر ہے۔

زیر نظر کتاب ''یگانہ، تحقیقی وتنقیدی مطالعہ'' میں ڈاکٹر نجیب جمال نے بنیادی و ثانوی ماخذات سے کام لیا ہے۔ تحقیق کے میدان میں ان کا مطالعہ گہرائی و گیرائی کا حامل ہے، وہ گم گشتہ روایتوں کے امین ہونے علاوہ غیر جانبدار محقق اور نقاد ہیں، یگانہ کے حوالے سے ان کی تحقیقی وتنقیدی صلاحتیں جہاں بنی اور حق بنی پر ہیں، ان کی تحقیق نہ صرف ان کے ادبی قد میں اضافہ کرتی ہے بلکہ میدان تحقیق وتنقید کے جمود کو توڑنے اور متحرک کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، ان کی کتب کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں، زیر نظر کتاب کی ترتیب وتہذیب میں انھوں نے جا بجا اپنی تحقیقی بصیرت سے کام لیا ہے، ان کا طرز تحقیق خشک موضوع کو بھی دلچسپ بنا دیتا ہے، انھوں نے یگانہ کے محاسن ومصائب کو تفصیل سے بیان کیا ہے، ان کی تحریر میں جملوں کا انحصار اور جامعیت ملتی ہے وہ اردو ادب میں نئے تجربات کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اسے اردو کی آبیاری کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں، وہ ان محققین میں سے نہیں ہیں جو کہنہ روایت کے اسیر ہیں اور ادب میں نئے تجربات کو زہر قاتل سمجھتے ہیں۔ زیر نظر مقالہ یگانہ کی شخصیت، علمی کارناموں اور کارگزاریوں کے ساتھ ساتھ ان کی فنی جہتوں کا بھی تعین کرتا ہے، ابواب کی فہرست کو دیکھتے ہوئے دقت نہیں ہوتی کیوں کہ یہ مفصل مقالہ یگانہ کی زندگی اور فن کو تین حصوں میں منقسم کرتا نظر آتا ہے، پہلا حصہ یگانہ کی شخصی زندگی سے متعلق ہے، جس میں یگانہ کے عہد کی زندگی، سیرت اور ادبی معرکوں کا بیان ہے، دوسرا حصہ یگانہ کی تالیفات وتصانیف کو سامنے لاتا ہے، یگانہ کا وہ کام جو مدون نہ ہو سکا اس پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے، تیسرا حصہ یگانہ کی تخلیقی جہتوں کو سامنے لاتا ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ یگانہ کے نظریۂ فن شعری اصناف، زبان وبیان اور ان کے تخلیقی ذہن کا تجزیہ کرتا ہے۔

ڈاکٹر نجیب جمال کی تحقیق کا انداز خشک اور روکھا پھیکا نہیں بلکہ انھوں نے تحقیق کے خشک مزاج کو جمالیاتی شگفتگی سے ہم آہنگ کر کے خوب صورت بنا دیا ہے، ان کی تحقیق کا یہ انداز ان کو اپنے معاصر، ناقدین سے ممتاز بناتا ہے۔

ڈاکٹر نجیب جمال تحقیق وتنقید کی جس روایت کا تسلسل ہیں اس حوالے سے ڈاکٹر عقیلہ شاہین لکھتی ہیں:

''ڈاکٹر نجیب جمال کے ہاں تنقید وتحقیق اور اسلوب کی نامیاتی وحدت ملتی ہے
وہ تحقیق وتنقید میں اس روایت کا تسلسل ہیں جس کو متعارف کرانے والے حالی،
مولوی عبدالحق، ڈاکٹر سید عبداللہ، فتح محمد ملک، ڈاکٹر معین الدین عقیل،
ڈاکٹر اسلم انصاری اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری جیسے دانشور شامل ہیں۔''

(عقیلہ شاہین، ڈاکٹر، ڈاکٹر نجیب جمال ایک تحقیقی نقاد، مشمولہ قومی زبان، کراچی جلد نمبر ۹ شمارہ نمبر ۷ ، جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۳۸)

ڈاکٹر نجیب جمال کا اسلوب عام فہم اور سادہ ہے بعض جملوں میں شعریت بھی پائی جاتی ہے جس کو پڑھ کر محمد حسین آزاد کی یاد تازہ ہو جاتی ہے ایسا لگتا ہے جیسے سرسبز شاداب میدان میں کہیں پھول ہیں تو کہیں کیاریاں نظر آتی ہیں، اسلوب، کی مثال کے لیے ان کی تحریر سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

''غزل کا مرکزی اور محبوب تصور حسن وعشق رہا ہے شام وحشت، شب ہجراں
اور صبح وصال کے فسانے جس کو جتنے یاد تھے اس نے اتنے سنائے ضرور، تاہم
غزل محض محبوب کی زلفوں کے پیچ وتاک میں الجھ کر نہیں رہ گئی بلکہ اس میں ستم ہائے
روزگار اور جہانِ تازہ کے قصے بھی چھیڑے گئے۔ غزل میں عشقیہ موضوعات
کے علاوہ تبدریج مابعد الطبیعاتی، تہذیبی، سیاسی اور سماجی مسائل وافکار شامل
ہوتے گئے، یوں غزل کی زمین کشادہ ہوتی چلی گئی اور اس میں معنی کی ایک دنیا
آباد ہو گئی۔''

(نجیب جمال، ڈاکٹر، یگانہ تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، لاہور، اعتبار سنز اردو بازار، ۲۰۱۳ء، ص۔)

اسلوب کی یہ شگفتگی اور گل کاری صرف مذکورہ پیراگراف میں نہیں بلکہ ساری کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے، زیرِ نظر کتاب یگانہ شناسی پر وہ واحد کتاب ہے جو یگانہ کی شخصیت اور شاعری کو بھرپور انداز میں پیش کرتی ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال نے یگانہ پر تحقیق کرتے ہوئے نہ صرف روحِ عصر کی ترجمانی کی ہے بلکہ عصری تقاضوں کو بھی مدِنظر رکھا ہے۔ یگانہ کی شخصیت اور شاعری پر کثیر تعداد میں مضامین، مقالات اور کتب شائع ہو چکی ہیں لیکن ان سب کاموں میں ڈاکٹر نجیب جمال کا کام معیاری اور منفرد حیثیت کا حامل ہے جو ایک طرف یگانہ شناسی کے بے شمار در وا کرتا ہے تو دوسری طرف یگانہ کی شخصیت

اور شاعری کا مکمل احاطہ بھی کرتا ہے۔ یگانہ پر لکھے گئے کثیر تعداد میں مضامین، مقالات اور کتب کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد راقم الحروف اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا کام ان سے پیشتر اور بعد کے کیے گئے کاموں میں سب سے اہم معیاری اور مبسوط کام ہے جو یگانہ پر پڑی ہوئی دبیز پرتوں کو بھی اٹھاتا ہوا نظر آتا ہے اور یگانہ کا شاعرانہ اور ادبی مقام کا تعین کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

باب ششم

ڈاکٹر نجیب جمال کے متعلق ناقدین کی آرا

ڈاکٹر اسلم انصاری

''ڈاکٹر نجیب جمال کی تحریر میں تحقیق اور تنقید کا توازن ان کے تجزیوں کو وقیع بناتا ہے، ان کی تحقیقی کاوشیں ان کی متانت فکر اور دقت نظر کی مظہر ہیں''

پروفیسر فتح محمد ملک

''آج کل مصر کے میدان تحریر میں فوجی آمریت کے خلاف دریائے نیل کی مانند ٹھاٹھیں مارتے ہوئے ہجوم کے مناظر دیکھتے ہوئے مجھے ڈاکٹر نجیب جمال کے "اقبال اور مصر" کے عنوان سے لکھے گئے متعدد مضامین بے ساختہ یاد آتے ہیں، جن میں اقبال کے فلسفہ و شعر کے موضوع پر مصری مصنفین کی درجنوں کتابوں کے مندرجات سے متعارف کرایا گیا ہے۔''

ڈاکٹر انوار احمد

''اداروں اور شعبوں میں تدریس کے عمل میں وسعت اور تنوع اس وقت آتا ہے جب تمام استاد فکر و نظر میں ترجیتی و تہذیبی سیاق میں ذوق مطالعہ میں اور روایت سے اخذ و قبول کے لیے یک رنگ نہ ہوں، خوش ★ سے شعبہ اردو بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کو جو سینئر استاد میسر آئے ان میں ہر ایک کی امتیازی شان تھی، سید افتخار حسین شاہ، اے۔ بی اشرف، خواجہ محمد زکریا، پروفیسر خلیل صدیقی اور پھر فرمان فتح پوری یوں ان پانچ رنگوں یا روشنیوں کے جھرمٹ نے میری، روؤف شیخ، روبینہ ترین اور نجیب جمال کی تربیت کی، شاہ صاحب، اشرف صاحب، انوار احمد (راقم) یا روؤف شیخ کلاسیکی شعر کو وزن میں پڑھنے میں کمزور تھے جب کہ اسلم انصاری اور فرمان فتح پوری کی تربیت اور اپنے خلقی ذوق کی بنیاد پر نجیب جمال

شعر کو اس طرح پڑھتے تھے کہ اس کے معانی اور محاسن طالب علموں پر نازل ہونا شروع ہو جاتے، دوسرے وہ میر کی تخلیقی روح میں اترے ہوئے تھے اس طرح وہ ہمارے طالب علموں کے ذوق جمال کو نکھارتے تھے، تیسرے وہ عملی طور پر کرکٹر تھے چناں چہ سمارٹ اور مستعد تھے اور بہت مقبول بھی، یونیورسٹی میں ہم دونوں شاید متحارب گروپوں میں تھے مگر مجھے یاد نہیں کہ ہمارے مابین دوستی اور ابلاغ کا رشتہ منقطع ہوا ہو بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اس میں اضافہ ہوا اور وہ بعض منصوبوں پر میں نے چاہا کہ وہ میرے جانشیں ہو جائیں مگر یہ منصب بہت اونچے تھے اور ان کے لیے سرچ کمیٹیاں بہت چھوٹے لوگوں پر مشتمل تھیں۔"

ڈاکٹر روبینہ ترین

"ڈاکٹر نجیب جمال کی بیشتر تصانیف میں اردو کے کلاسیکی شعرا کے فن کا جائزہ تہذیبی و معاشرتی تناظر میں اس طرح لیا گیا ہے کہ لسانی مطالعہ بھی ہو جاتا ہے اور ہر شاعر کی خصوصیات بھی سامنے آتی ہیں۔"

ڈاکٹر شاہد حسن رضوی

"مصر میں اپنے قیام کے دوران ڈاکٹر نجیب جمال نے نہ صرف عالمی حالات کا باریک بینی سے مشاہدہ کیا بلکہ اردو ادب پر ان تبدیلیوں کو غور سے دیکھا اور محسوس کیا، اس طرح انھوں نے تبدیلیوں کی کئی جہات کو موضوع سخن بنا کر آگہی اور سچائی کے نئے آفاق تلاش کیے۔"

ڈاکٹر عقیلہ شاہین

ڈاکٹر نجیب جمال کی نثر میں جمال پرستی، بے ساختگی، روانی اور بہاؤ کی کیفیت ملتی ہے۔ انھوں نے قاری کو آورد اور انتظار کی زحمت سے بچایا ہے۔

اسد فیض

"ڈاکٹر نجیب جمال نے کلاسیکل شعرا کی شاعری کا جائزہ ایک نئے رخ سے لیا ہے اور عصر حاضر کی ادبی تحریکوں اور مسائل کے تناظر میں ان شعرا کی شاعری کی نئی جہتیں دریافت کی ہیں، ان کی تحریریں

کلیشا تھیں بن گئی ہیں بلکہ ان کی تحریروں کے بین السطور مصلحت سے پاک گہرا تنقیدی شعور اور تحقیقی بصیرت ملتی ہے۔''

جمیل احمد عدیل

ڈاکٹر نجیب جمال سے میرا پہلا تعارف لاہور میں ایک ادبی سیمینار میں ہوا، میں ان کی پر جمال شخصیت، خطابت اور علمیت سے بہت متاثر ہوا، ڈاکٹر صاحب خوش اخلاق، خوش باش اور خوش لباس ہونے کے ساتھ ساتھ خوش خط بھی ہیں، کم وبیش ساری زندگی تعلیم و تدریس سے وابستہ رہے، ریٹائرمنٹ کے بعد بھی تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، ایم۔اے، ایم۔فل اور پی۔ایچ۔ڈی کے متعدد مقالہ جات ان کی نگرانی میں لکھے گئے ہیں، بہت سی علمی، تحقیقی اور ادبی اداروں کی رکنیت کے علاوہ مختلف جامعات میں ڈین اور صدر شعبہ کے منصب پر فائز رہے، اندرون ملک اور بیرون ملک اہم ترین سیمیناروں اور کانفرنسوں میں شریک ہوئے، صدارتی ایوارڈ سے بھی نوازے گئے لیکن ان کی عجز و انکساری میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اشرف①

کلاسیکی شاعری پڑھانے والے کلاسیک لہجے اور شخصیت کے مالک میرے استاد کمال است۔۔۔ جمال است۔۔۔۔ نجیب جمال۔۔۔ میری ایم۔اے اردو کی ڈگری پر کلاس انچارج کے نام کے دستخط ایک موتی کی طرح جھلملاتے ہیں، میرے لیے یہ دستاویز بے حد قیمتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ میری ایم۔اے اردو کی ڈگری کے تعمیر ساز بھی ہیں اور میرے علمی راہبر بھی ہیں۔

فرح محمود

ڈاکٹر نجیب جمال آج کل ایف سی یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اردو سے وابستہ ہیں، سنا ہے کہ انھیں ایف سی یونیورسٹی کی آب وہوا اتنی موافق آئی ہے کہ اب اپنے شاگردوں اور ساتھی اساتذہ سے یوں گھل مل گئے ہیں جیسے پھولوں میں خوشبو اور قوس قزح میں رنگ، ایف سی یونیورسٹی کی فضا آپ کی ادبی اور عالمی صلاحیتوں کے عین مطابق ہے اور یہاں آپ کے نخل علم میں نئے برگ وگل کھلیں گے۔

ڈاکٹر مختار ظفر

اردو ادبیات کے معروف و مقبول اور قابل قدر استاد ہر قسم کی تعارف سے ماورا ہیں اس لیے کہ انھیں زمانہ جانتا ہے کہ وہ ایسے انسان دوست ہیں جن کا شعار یہ بات ہے:

حلقۂ نصرت مرا محدود نہیں
میں کسی راہ کا پتھر نہیں

ایک طرف وہ اپنے اساتذہ کی شفقتوں کا مرکز ہیں اور دوسری طرف اپنے شاگردوں کی محبتوں کا محور، محنت ان کا وتیرہ اور محبت ان کا مزاج ہے، بزم میں چاشنی، کاوشوں میں محنت کوش، خوش خیال و خوش مزاج اور خوش لباس، اپنے نام کی عملی تفسیر۔۔۔ نجیب بھی اور جمال بھی، شریفانہ طرز عمل اور حسن کارکردگی کے حامل نجیب جمال جہد مسلسل کا نام ہے یہ ان کی محنت شاقہ اور عرق ریزی کا نتیجہ ہے کہ یگانہ نے ان کی وجہ سے زندگی پائی ہے۔

باب ہفتم

مآخذ

کتب

☆ ارم سلیم، ڈاکٹر، اردو میں مقدمہ نگاری کی روایت، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز ۱۹۸۸ء
☆ خورشید بیگ میلسوی، تو خالق ہے تو مالک ہے، لاہور، حلقہ اہل قلم ۲۰۱۰ء
☆ شمس الدین صدیقی، تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند (جلد پنجم) پنجاب یونیورسٹی ۱۹۵۵ء
☆ شفیق الرحمن الہ آبادی، آئینہ خیال، میلسی، مرزا پبلشرز، ۲۰۰۸ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، غالب شاعر امروز و فردا، لاہور، اظہار سنز، ۱۹۷۰ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ہندی اردو تنازعہ، کراچی، نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۷۷ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو رباعی کا فنی و تاریخی ارتقا لاہور، مکتبہ عالیہ (طبع دوم) ۱۹۸۴ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، تدریس اردو، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ادبیات و شخصیات، لاہور، پروگریسو بکس اردو بازار، ۱۹۹۳ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، ادب اور ادب کی افادیت، کراچی، اختر کتاب گھر اردو بازار، ۱۹۹۶ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، میر کو سمجھنے کے لیے، لاہور، الوقار پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اقبال سب کے لیے، لاہور، الوقار پبلی کیشنز ۲۰۰۶ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو فکشن کی مختصر تاریخ، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۰۶ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، غالب اور غالبیات، ملتان، بیکن بکس، ۲۰۰۸ء
☆ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اردو شاعری کا فنی ارتقا، لاہور، الوقار پبلی کیشنز ۲۰۱۵ء
☆ مشفق خواجہ، مرتب، کلیات یگانہ، کراچی، اکادمی بازیافت، (طبع دوم) ۲۰۱۵ء
☆ مرزا یاس عظیم آبادی، چراغ سخن (مرتبہ احمد رضا) لاہور، مجلس ترقی ادب ۱۹۹۶ء

☆ محمد افتخار شفیع، ڈاکٹر، اصناف نثر، لاہور، کتاب سرائے، ۲۰۱۲ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، غالب شکن اور یگانہ، ملتان، کاروان ادب، ۱۹۹۰ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، نگاہ، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۳ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، محاسن، ملتان، بیکن بکس، ۱۹۹۳ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب سے پہلے، (مرتبہ) لاہور، اظہار سنز ۱۹۹۴ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، کتاب کے بعد، (مرتبہ) لاہور، اظہار سنز ۱۹۹۴ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، پنج آہنگ، ملتان، سطور پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، ماہ وسال عندلیب، ملتان، سطور پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، نظارہ روئے جاناں کا، لاہور، رضا اکیڈمی، ۱۹۹۹ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، شش جہات، بہاول پور، اردو اکیڈمی، ۲۰۰۰ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، آیئے اردو بولیں، مصر، سفارت خانہ پاکستان، ۲۰۰۰ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، ادب الاردیہ فی قرن ثمانیہ عشر، مصر الازھر یونیورسٹی قاہرہ، ۲۰۰۰ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، امیر خسرو سے میر حسن تک، قاہرہ، مطبع الکمال قاہرہ مصر، ۲۰۰۰ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، ندوۃ المتخیل، بہاول پور، اردو اکادمی، ۲۰۰۳ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، اردو شاعری کی تہذیب، بہاول پور، ادبی فورم، ۲۰۱۰ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، اقبال ہمارا، لاہور، بیکن بکس، ۲۰۱۰ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، عمران اقبال کے منتخب افسانے (مرتبہ) کراچی، سنچری پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، یگانہ، تحقیقی وتنقیدی مطالعہ، لاہور، اظہار سنز، ۲۰۱۳ء

☆ نجیب جمال، ڈاکٹر، منتخب کلام یگانہ، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۱۶ء

☆ وارث سرہندی، علمی اردو لغت، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۹۳ء

☆ وسیم فرحت کارنجوی، یگانہ چنگیزی، جہلم، بک کارنر پبلشرز، ۲۰۱۵ء

مقالات

☆ شفیق الرحمن الہ آبادی، ڈاکٹر نجیب جمال بحیثیت محقق یگانہ، (مقالہ برائے ایم۔فل اردو) نیشنل کالج آف بزنس ایڈمنسٹریشن اینڈ اکنامکس، ملتان، ۲۰۱۸ء۔۲۰۱۷ء

☆ محمد عابد، ڈاکٹر نجیب جمال ادبی خدمات، نگران، قاضی عبدالرحمٰن عابد، ڈاکٹر (مقالہ برائے ایم۔فل اردو) بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان ۲۰۱۲ء۔۲۰۱۰ء)

رسائل

☆ الماس (ریسرچ جرنل) خیر پور سندھ ۲۰۰۹ء

☆ ادبی افق، لاہور جلد نمبر ۱ شمارہ نمبر ۱۸

☆ بازیافت، لاہور ۲۰۰۹ء

☆ پیلوں، ملتان جنوری تا اپریل ۲۰۱۸ء

☆ جرنل آف ریسرچ، ملتان ۲۰۰۹ء

☆ سیپ، کراچی ۱۹۸۲ء

☆ سفینۂ ادب، ملتان ۱۹۹۵ء

☆ صحیفہ، لاہور جنوری تا مارچ ۱۹۹۳ء

☆ فراست، لاہور اپریل تا جون ۲۰۰۲ء

☆ قومی زبان، کراچی، جولائی ۲۰۰۷ء

☆ کنزالایمان، لاہور، ستمبر ۲۰۰۰ء

☆ معیار، اسلام آباد، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۲ء

☆ ماہِ نو، لاہور ستمبر تا اکتوبر ۲۰۰۱ء

☆ نقوش، لاہور اکتوبر ۱۹۵۸ء

اخبارات

☆ پاکستان، ملتان، ۲ جولائی ۲۰۰۶ء

☆ جنگ، ملتان ۷ اکتوبر ۲۰۱۵ء

☆ مشرق، لاہور ۱۰ فروری ۱۹۸۱ء

☆ نوائے وقت، راولپنڈی/اسلام آباد ۲ مارچ ۱۹۹۹ء

☆ ندائے میلسی، میلسی ۱۰ تا ۱۷ جون ۲۰۱۸ء

شفیق الرحمٰن الہ آبادی ۲۹ نومبر ۱۹۷۲ء کو الہ آباد میلسی میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول میلسی سے میٹرک، گورنمنٹ کالج میلسی سے ایف۔ اے، گورنمنٹ کالج وہاڑی سے بی۔ اے اور بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم۔ اے اردو کی ڈگری حاصل کی، بعدازاں این۔ سی۔ بی اینڈ ای سے "ڈاکٹر نجیب جمال بحیثیت محقق یگانہ" کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ایم۔ فل کی ڈگری حاصل کی۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے بی۔ ایڈ اور اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور سے ایم۔ ایڈ کے امتحانات پاس کیے۔ تدریسی سفر کا آغاز گورنمنٹ ایلیمنٹری سکول کرم پور سے کیا، بعدازاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کرنے کے بعد بطور سبجیکٹ سپیشلسٹ اردو گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول جلہ جیم میلسی میں پڑھاتے رہے، کالج پڑھانے کی خواہش میں دوبارہ پنجاب پبلک سروس کمیشن کا امتحان اور انٹرویو پاس کرنے کے بعد اردو کے لیکچرار منتخب ہوئے اور گورنمنٹ ڈگری کالج کہروڑ پکا ضلع لودھراں میں سات سال تدریسی فرائض سرانجام دینے کے بعد ۲۰۱۶ء میں گورنمنٹ ڈگری کالج میلسی میں تبادلہ ہونے سے تاحال میلسی ڈگری کالج میں صدر شعبۂ اردو کے منصب پر فائز ہیں۔

شفیق الرحمٰن الہ آبادی کو میلسی کا اولین صاحبِ کتاب نقاد ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ان کی درج ذیل ادبی کتب شائع ہو کر صاحبانِ علم و فن سے داد و تحسین پا چکی ہیں:

۱۔ آئینہ خیال (تحقیق و تنقید)، ۲۔ شاعر علی شاعر کی تخلیقی جہتیں (تحقیق و تنقید)، ۳۔ جاوید صدیق بھٹی کی ادبی مسافت (تحقیق و تنقید)، ۴۔ ملتان میں اردو شعر و ادب (تالیف)، ۵۔ انوارِ ادب (تالیف)، ۶۔ تلمیحاتِ راز، ۷۔ یونانِ صغیر کا نقادِ کبیر۔ شبیر ناقد

مذکورہ کتب کے علاوہ ایک سو سے زائد تنقیدی و تحقیقی مضامین اور تبصرے مختلف ادبی رسائل و اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں اور لکھنے کا یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ آپ "میلسی رائٹرز فورم پاکستان" کے صدر اور "بزمِ اقبال" (گورنمنٹ ڈگری کالج میلسی) کے جنرل سیکرٹری بھی ہیں اور کالج کے ادبی مجلّہ "آبِ جُو" کے مدیر بھی ہیں۔